وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد چہارم

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام و خطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

مؤلف کا مختصر تعارف

نام: ثمین محمد ابراہیم

قلمی نام: محمد ثمین اشرف قاسمی

کنیت: ابوصہیب

ولدیت: حاجی محمد ابراہیم نقشبندیؒ (۱۹۱۰ء - ۱۹۹۳ء)

جدامجد (دادا): حاجی جان علیؒ (بلہا جنک پور روڈ، پپری، سیتامڑھی، بہار)

جدامجد (نانا): حضرت مولانا عبدالغفار صاحبؒ (پرسونی، دربھنگہ، بہار)

پیدائش: ۱۹۵۹ء بمقام مادھوپور، سلطانپور، سیتامڑھی، بہار

تعلیم: عالم فاضل و مفتی از دارالعلوم دیوبند

تربیت وتزکیہ: والد علیہ الرحمۃ۔ حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ۔
حاجی منظور احمد صاحبؒ، مصرولیا۔ مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ

بیعت وارشاد: حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ، خلف مجاز حکیم الامتؒ

خلافت واجازت: حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

موجودہ ذمہ داریاں: امامت وخطابت مصلّی حبتور، بردبئی
مفسرِ مجلسِ تفسیرِ قرآن، مصلّی حبتور، بردبئی
مدرّس درسِ حدیث، مسجد الغریر، بہ اذن وزارت الاوقاف
معاون خصوصی، ادارۂ دعوۃ الحق، مادھوپور سلطانپور، بہار
ٹرسٹی، مسجد جان علی، جان علی اسٹیٹ، مادھوپور، سلطانپور

تالیفات: * احکام و مسائل (دس ایڈیشن) * علاماتِ ایمان (چار ایڈیشن) * حق جل مجدہ کی باتیں (احادیثِ قدسیہ)
* وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (چار جلدیں
* مسلمانوں پر بلائیں کیوں آتی ہیں؟ * تعوّذ کی حکمتیں
* خواصِ اُمت سے چند صاف صاف باتیں * کیمیائے درویشاں * لاحول ولا قوۃ الا باللہ * علاماتِ سعادت

زیرِ طبع تالیفات: * تجلیاتِ قدسیہ (دوجلدیں) * نفحاتِ قدسیہ (دوجلدیں)
* مجموعہ وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا (پانچویں جلد
* یأتی علی الناس زمان (علاماتِ قیامت)

اسفار: پاکستان، سلطنت عمان، سعودی عربیہ، عرب امارات

کتاب اکابرِ اُمت کی نظر میں

..... یہ اہم خدمت جو محترم مصنف مولانا مفتی محمد ثمین اشرف (فاضل دار العلوم دیوبند) نے 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' تصنیف فرما کر انجام دی ہے، اس کی فکری ندرت کا محوری نقطہ یہ ہے کہ انسانی زندگی کی جملہ جہات پر مشتمل دینِ فطرت 'اسلام' جن مکمل و وقیع احکام و ہدایات پر مشتمل ہے، نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر، اپنے اس آخری اور جامع ترین وصیت آمیز خطبے میں تیئس سال میں مکمل ہونے والی وسیع الذیل اسلامی تعلیمات کی مکمل ترین تلخیص فرمادی۔

(حضرت مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم دار العلوم وقف دیوبند)

..... ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے 'پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیر خواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔

(محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی)

..... محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرمادی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہوسکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی)

..... مفتی محمد ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر و تقریر و تفسیر کیلئے منتخب فرمالیا ہے۔

(حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا)

..... یہ کتاب صادقین کی صحبت کا بدل ہے۔ (مولانا محمد ابراہیم قاسمی)

..... کتاب بہت پسند آئی۔ (مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم)

..... یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل ہے۔ (مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری)

..... قدیم اور جدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ۔ (مفتی محمد ظفیر الدین مفتاحی)

..... یہ کتاب علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ (مولانا محمد رحمت اللہ میر قاسمی)

وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا

جلد چہارم

مؤلف

مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی

خلیفہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

امام وخطیب مصلّٰی حبتور بلڈنگ، دبئی، عرب امارات

باہتمام

حافظ محمد رزین اشرف ندوی، پونے

نام کتاب	:	وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد چہارم)
مؤلف	:	مولانا مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
ناشر	:	حافظ محمد رزین اشرف ندوی
سنِ اشاعت اوّل	:	۲۰۰۴ء (ایک جلد میں بعنوان مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء)
سنِ اشاعت دوم	:	۲۰۱۲ء (چار جلدوں میں)
صفحات	:	۳۲۴ (جلد چہارم)
تعدادِ اشاعت	:	۱۱۰۰
کمپیوٹر کمپوزنگ وسرورق	:	مدنی گرافکس، ۳۰۵-سوموار پیٹھ، پونے-۱۱
طباعت	:	اسٹیپ اِن سرویسز، قصبہ پیٹھ، پونہ

❖❖❖ ملنے کے پتے ❖❖❖

- محمد صہیب اشرف بن مفتی محمد ثمین اشرف قاسمی
  جبتور بلڈنگ، بردبئ
  موبائل: 0097143550426 / 00971507157431
- مولانا محمد امین اشرف قاسمی، ادارۂ دعوۃ الحق
  مادھوپور، سلطان پور، پوسٹ ڈھاہر، ضلع سیتامڑھی، بہار
  موبائل: 09934453995
- حافظ محمد رزین اشرف ندوی، صدر مدرّس دار العلوم نظامیہ صوفیہ
  گھر کا پتہ: فلیٹ نمبر ۷، چوتھا منزلہ، سلور آرک اپارٹمنٹ،
  گلی نمبر ۳۱، بھاگیہ دیونگر، کونڈوا، پونہ-۴۱۱۰۴۸
  موبائل: 09370187569

حدیثِ وصیت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ مَا حَقُّ اِمْرَأٍ مُّسْلِمٍ لَہٗ شَیْءٌ یُرِیْدُ اَنْ یُّوْصٰی فِیْہِ یَبِیْتُ لَیْلَتَیْنِ اِلَّا وَ وَصِیَّتُہٗ مَکْتُوْبَۃٌ عِنْدَہٗ

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر بھی وہ دوراتیں اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

مَنْ مَاتَ عَلٰی وَصِیَّۃٍ مَاتَ عَلٰی سَبِیْلٍ وَ سُنَّۃٍ وَ مَاتَ عَلٰی تُقًی وَ شَھَادَۃٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَہٗ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابنِ ماجہ)

عرضِ ناشر

برائے اشاعتِ دوم

بسم الله الرحمن الرحيم ، و الصلوٰة و السلام علی رسوله الکریم ، اما بعد

۲۰۰۴ء میں ۱۷۱/۳ انبیاء واولیاء کی نصائح و وصایا پانچ سو چار صفحات کی ضخیم جلد میں شائع ہوئے تھے۔ اس سے سیر ہونے کی بجائے مؤلفِ کتاب تلاش وجستجو اور مطالعے میں منہمک رہے اور ان کا گوہر بار قلم حرکت میں رہا۔ نتیجتاً اسلامی تاریخ کی تقریباً چھ سو (۶۰۰) عظیم وعبقری شخصیات اور ان کی ہزاروں ہزار قیمتی نصیحتیں اور وصیتیں جمع ہوگئیں۔

کتاب فی الوقت چار ضخیم جلدوں میں پورے اہتمام سے شائع ہورہی ہے جس کی پہلی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ پہلی جلد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے خطبۂ حجۃ الوداع سے شروع ہوکر محمد بن اسلمؒ المشہور بالسواد الاعظم کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ دوسری جلد سیّدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی وصیت سے شروع ہوکر 'سندھی شاعر کی حکیمانہ باتیں' پر ختم ہوئی ہے۔ تیسری جلد شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے شروع ہوکر پروفیسر رشید کوثر فاروقیؒ کی وصایا پر ختم ہوئی ہے۔ چوتھی جلد قطبِ زمانہ حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسین کانپوریؒ کی وصایا سے شروع ہوکر امتِ رحمت کیلئے لائحۂ عمل از مؤلف پر ختم ہوئی ہے۔ الحمد للہ چاروں جلدوں کے مجموعی صفحات کی تعداد ۱۳۰۰ ہے۔ وصایا پر مؤلف محترم کی کاوشیں جاری ہیں۔ 'وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی پانچویں جلد انشاء اللہ بہت جلد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگی۔

کتابِ ہٰذا کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی دور کی بلکہ معلوم انسانی تاریخ کی وہ تمام عظیم عبقری شخصیات، چاہے وہ انبیاء ورسل ہوں یا ان کے اصحاب واخلاف، صحابہ کرامؓ ہوں یا تابعین وتبعِ تابعین، مجددین ہوں یا محدثین، حضرات فقہائے کرام ہوں یا سلسلوں کے بانیّین، ائمۂ مجتہدین ہوں یا علمائے ربانیّین غرض پوری تاریخِ انسانیت کے مفید ومخلص شخصیات کے پند ونصائح اور قیمتی فرمودات کا ایسا خزانہ جمع ہوگیا ہے جس کے مطالعے سے صالح کردار کی تشکیل،

مثبت سوچ، اسلاف سے محبت، دینی، دعوتی، اصلاحی اور ملّی شعور کی بیداری میں مہمیز ثابت ہوگی۔

مؤلف محترم نے اپنے تبحرِ علمی، وسعتِ مطالعہ اور دِقتِ نظری سے کتاب کو ایسا دل نشین اسلوب بخشا ہے کہ قاری کتاب میں غرق ہوتا چلا جاتا ہے اور کتاب اس کی کتابِ زندگی بنتی چلی جاتی ہے۔

* کتاب پر مقدمہ خاندانِ قاسمی کے چشم و چراغ، جانشینِ حکیم الاسلامؒ حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مہتمم دار العلوم (وقف) دیوبند اور ہند و بیرونِ ہند کی نامی گرامی شخصیات نے کتاب سے متعلق اپنے گہرے احساسات و تاثرات مرقوم فرمائے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت وافادیت اُجاگر ہوتی ہے۔

* کتاب کا آغاز خطبۂ حجۃ الوداع سے ہوا ہے۔ تقریباً چھ سو (۶۰۰) انبیاء وصدیقین و شہداء اور صالحین کی وصایا جمع ہوگئی ہیں۔ قاری کی سہولت کے لیے سب سے پہلے امام الانبیاء ﷺ کی وصیتیں پھر حضرات انبیاء کرامؑ، خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ، اُمہات المومنینؓ، تابعینؒ، تبع تابعین پھر اولیاء ومصلحینِ اُمت کی وصایا نقل کی گئی ہیں۔

* کتاب میں مذکور تمام آیاتِ قرآنی اور احادیثِ طیبہ اور عربی اشعار پر اعراب لگا دیا گیا ہے تاکہ قارئین اغلاط سے بچیں اور یاد کرنے والوں کو سہولت حاصل رہے۔

* قرآنی آیات کے ترجمہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی مشہورِ زمانہ تفسیر 'معارف القرآن' سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

* کتاب کو معنوی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بہتر طباعت، پختہ جلد، حسین سرورق سے مزین کرنے کی مولانا سیّد آصف نثار نظامی نے بھرپور کوشش کی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ پاک چار جلدوں پر مشتمل اس کتاب کو مفیدِ خلائق بنائے اور مؤلف و ناشر اور جملہ معاونین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

۲۸/ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ م ۲۵/نومبر ۲۰۱۱ء

(مولانا) حافظ محمد رزین اشرف ندوی
دار العلوم نظامیہ صوفیہ، کونڈوا، پونے

عرضِ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم المرسلین - اما بعد

اللہ عز وجل کا از حد انعام و احسان ہے کہ اس وقت 'وصایا انبیاء و اولیاء انسائیکلوپیڈیا' کی مکمل چار جلدیں قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ کام تو حق جل مجدہ کے فضل سے ہوتا ہے نہ کہ اپنے کسی کمال و حسن کلام سے۔ انسانی جدوجہد کی ابتدا بھی مشیتِ ایزدی کے تابع ہے۔ خالق جب اپنی خاموش قدرت کا ظہور چاہتا ہے تو نادان کو دانا و بینا اور اخرس و گونگے کو گویا و ناطق بنا دیتا ہے اور جب کسی سے کام لینا چاہتا ہے تو ہاتھ میں قلم پکڑا دیتا ہے۔ لہٰذا حمد، اللہ کی، جو کام کی توفیق دے کر میدان میں لاتا ہے اور کام کرنے کی سعادت بخشتا ہے۔

شروع میں اندازہ ہی نہیں تھا کہ وصایا کی مزید جلدیں آ سکیں گی اور پھر زیورِ طبع سے بھی آراستہ ہوں گی۔ وصایا طبعِ اول میں بہت سے مجددین و مصلحین، ابرار و اخیارِ اُمت اور اکابر علمائے دیوبند کے تذکرے نا کے برابر تھے۔ دل میں شدید ترین حسرت و ندامت تھی کہ جن اولیاء وصلحاء، اتقیاء و اصفیاء، ابرار و اخیار کی نگاہِ زکیہ و فطرتِ سلیمہ اور ذوق و وجدانِ ملہمہ اور نورِ نبویہ، رشد و ہدایت کے امام کی نگاہِ تربیت میں رہ کر حق و باطل کی تمیز، صحیح و غلط کی شدبد، ظلمتِ معاصی سے نورِ ہدایت کی شاہ راہ کا وجدان نصیب ہوا انہی اولیاء کا تذکرہ نہ ہو۔ مگر مجبوری یہ تھی کہ جہاں حقیر مقیم ہے وہاں ان مجاہدینِ ناموسِ رسالت کی سوانح و تذکرہ دستیاب نہ تھے۔ نہ ہی بہ سہولت حصول ممکن تھا۔ تاہم حق جل مجدہ کا فضلِ بے علت ہوا اور جیسے جیسے کتابیں ملیں اپنے مقصد کی نصائح و وصایا نقل کرتا گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اہل اللہ کی وصایا کا ایک وافر حصہ جمع کرا دیا۔ پھر شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں دامت برکاتہم کی کتاب ''اقوالِ سلف'' نے تو خوب ہی مدد کی۔ اقوالِ سلف آنے والی نسل کے لیے ان شاء اللہ انسائیکلوپیڈیا ہو گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت ڈال دے اور ان کے سینۂ بے کینہ کے فیض سے اس سیہ کار کو فیض یاب کر دے، آمین۔

الغرض اس طرح یہ وصایا اب اتنی جمع ہوگئیں کہ چار جلدوں میں آپ کے سامنے ہے۔ حق تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے شرفِ قبولیت سے نوازے اور نافع خلائق بنائے، آمین۔

جب کتاب طبع کے مراحل میں آنے والی تھی تو طبعِ اوّل پر نظرِ ثانی کا موقع ملا۔ کوشش کی گئی کہ کہیں کوئی غلطی نہ رہے اور جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں ہلکی سی تبدیلی بھی کردی گئی ہے۔

نیز پوری کتاب میں حتی الوسع کوشش کی گئی ہے کہ لفظ خدا کی جگہ اللہ کا نام ہی آئے۔ بزرگوں کے یہاں فارسی زبان کی ممارست سے لفظ خدا، اللہ کی جگہ خوب استعمال ہوا ہے۔ (اس پر کلام بے سود ہے۔) ’اللہ‘ اسم ذاتِ باری تعالیٰ ہے جس کی تحقیق آپ اسی کتاب میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی خلیفہ حکیم الامت کی تحریر میں پڑھیں گے۔ ہر اہلِ زبان نے اپنی زبان میں اس کا ترجمہ کیا ہے مگر صحیح یہی ہے کہ اللہ اللہ ہے اور اس کا ترجمہ کسی بھی زبان میں کیجیے مگر وہ ذکر نہیں شمار ہوگا۔ ذاکر تو ’اللہ اللہ‘ ہی کہہ کر اللہ تک پہنچتا ہے۔ اس لیے کتاب میں جہاں کہیں بھی خدا کا لفظ بزرگوں کے کلام میں آیا ہے اس کو ’اللہ‘ سے بدل دیا گیا ہے سوائے چند محاوروں اور اشعار کے، جہاں محض سلاست وروانی کے لیے رکھا جانا ناگزیر تھا۔

آخر میں تمام محسنین کا شکر گزار ہوں جنھوں نے کتابیں فراہم کیں یا کتابوں کا عظیم تحفہ عطا کیا۔ دل تمامی حضرات کے لیے دعاگو ہے کہ حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی جملہ سعادتوں سے مالا مال فرمائے، آمین۔

بڑی ناقدری ہوگی اگر عزیزی مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی کا تذکرہ نہ کروں جن کی کوششوں سے کتابت وطباعت سے یہ کتاب آراستہ و پیراستہ ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیزی مولانا کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس راہ میں میرے معین ونصیر ہیں۔

العبد **محمد ثمین اشرف قاسمی**
خطیب وامام مسجد الحبتور بلڈنگ،
ص۔ب۔:۲۸۴۹۹، الامارات

بروز اتوار، ۲۵/شوال ۱۴۳۲ھ
حال وارد مکان مولانا رزین اشرف ندوی
سلور آرک، کونڈوا، پونے

فہرست

زندوں کی وصایا

قدیم وجدید اہلِ علم کا ایک بیش بہا خزانہ

حضرت مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحیؒ

سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابھی میرے سامنے ایک کتاب کا مسودہ رکھا گیا جسے مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں انبیاء کرام، اولیاء عظام اور علماء کرام کے ان نصائح اور وصایا کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے جو انھوں نے اپنی زندگی میں مسلمانوں، اپنے عزیزوں اور تلامذہ کے لیے مرتب کیا تھا یا زبان سے فرمایا۔ اس طرح یہ مجموعہ قدیم وجدید اہل علم کا ایک بیش بہا خزانہ ہے جو امت کے لیے بے حد مفید ہے اور جس کی خواندگی سے نوجوان مسلمانوں کی زندگی میں انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ مولانا لائق مبارکباد ہیں کہ انھوں نے ہزاروں صفحات کا مطالعہ کر کے جمع کیا۔ اُمید ہے کہ کتابی شکل میں چھپ کر یہ امت کی رہبری کا فریضہ ادا کرے گا اور امت کے افراد زیادہ سے زیادہ مستفید ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا سلّمہٗ کی اس محنت کو قبول فرمائے اور ان کے لیے زادِ آخرت بنائے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلُ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

محمد ظفیر الدین مفتاحی

مفتی دار العلوم دیوبند

کتاب بہت پسند آئی

حضرت مولانا محمد عاقل دامت برکاتہم

بقیۃ السلف اُستاذِ حدیث صدر مدرّس مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور، یوپی

حامداً و مصلّیا و مسلّما و بعد....

'مجموعۂ وصایا انبیاء و اولیاء' جو مولانا محمد ثمین اشرف قاسمی زید فیضہ کی جدید ترین تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے۔ کتاب کے مؤلف ہمارے مشائخ و اکابر کے فیض یافتہ ہیں۔ نیز کتاب کے مآخذ مستند کتب حدیث و سیر ہیں۔

بندہ نے اس کو ایک دو جگہ سے سنا، بہت پسند آئی۔ حق تعالیٰ شانہ اس کو نافعِ خلائق فرمائے اور مؤلف زید مجدہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ بندہ نے یہ چند سطریں مؤلف موصوف کے اصرار پر اس غرض سے لکھ دی ہیں کہ اس کارِ خیر میں بندہ کی بھی ایک لحاظ سے شرکت ہوجائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب نہایت مفید ثابت ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہ لوگوں کو اس سے زائد سے زائد منتفع ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

(مولانا) محمد عاقل عفی عنہ

سہارنپور

مرتب و ناشر کو اجرِ جزیل عطا ہو

مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری (مفتی اعظم مہاراشٹر)

اسلامی علوم اور اسلامیات پر ہر عہد میں بہت کچھ لکھا گیا لیکن ہر نئے آنے والے دَور میں مزید کی ضرورت محسوس کی گئی۔ عرف کی تبدیلی، مزاجوں کا تفاوت اور انشاء کے الگ الگ اسالیب بھی متقاضی رہے کہ جو لکھا جا چکا ہے از سرِنو اسے مدوّن کیا جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جنھیں توفیق اور ہمت دی ہے وہ مسلسل اس دینی خدمت میں مصروف ہیں اور مختلف موضوعات اور عناوین کے تحت اسلامی تعلیمات کو یکجا کر کے ان کی نشر و اشاعت کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

عزیزم مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ باصلاحیت، داعیانہ مزاج رکھنے والے عالمِ دین ہونے کے ساتھ عملِ پیہم کا پیکر بھی ہیں اور بقدرِ حوصلہ اور توفیقِ ایزدی مختلف موضوعات پر کام کرنے کا ان میں جذبہ بھی ہے۔ موصوف کی اب تک کئی کتابیں منظرِ عام پر آچکی ہیں جو مفید بھی ہیں اور صحیح اسلامی تعلیمات کا آئینہ بھی۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

پیشِ نظر مسودہ انبیاء اور اولیاء کی وصایات پر مشتمل انتہائی قابلِ قدر اور مفید معلومات کا حامل ہے۔ مرتب سلّمہٗ نے حضور نبی کریم ﷺ، انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے ہر عہد کے علماء اور صلحاء کی وصایا کو یکجا کر دیا ہے۔ ان کی یہ تالیف اپنے موضوع پر جامع اور مکمل بھی ہے اور مفید و معلوماتی بھی۔ اللہ پاک ان کی اس خدمت کو شرفِ قبولیت اور مقبولیت سے نوازے اور عوام و خواص ہر ایک کے لیے نافع اور سودمند بنائے۔ اس کی اشاعت ان کے برادرِ خرد مولانا رزین اشرف سلّمہٗ کے زیرِ اہتمام ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرتب اور ناشر دونوں کو اجرِ جزیل عطا فرمائے، آمین۔

مفتی عزیز الرحمٰن
ممبئی

مورخہ: ۶/ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

ثمین اشرف اپنے باپ کا سچا جانشین

حضرت مولانا شمس الہدیٰ مدظلہ خلیفہ حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ، مصرولیا

بسم الله الرحمن الرحیم۔ الحمد لله ربّ العالمین و الصلوٰة و السلام علی رسوله الکریم

الحمدللہ! عزیزی مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو میں قریب سے جانتا ہوں۔ ان کے پدر بزرگوار جناب حاجی ابراہیم صاحبؒ بڑے متقی اور بزرگ صفت انسان تھے۔ ان سے میرے تعلقات بڑے گہرے تھے۔ وہ ولایت کے ایک درجے پر فائز تھے۔ انھوں نے ایک لمبی عمر پائی۔ حضرت اقدس مولانا بشارت کریمؒ اور بعدہٗ حضرت شاہ نور اللہ عرف حضرت پنڈت جیؒ کی لمبی صحبت پائی۔ یہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ منوروہ کے مجاز و خلیفہ تھے جو صاحبِ علومِ دین تھے۔ حضرت کی بابرکت شخصیت نے حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے سلسلہ کو ترقی دے کر حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب جیسی عظیم شخصیت پیدا کی۔

مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ صاحب نے مجھ عاجز سے فرمایا تھا کہ اگر حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ تم کو بلاویں تو ضرور جانا۔ اور کہیں نہیں جانا۔ حاجی محمد ابراہیم صاحبؒ پر شروع ہی سے فیضانِ باری کا سلسلہ تھا جس کا اندازہ درج ذیل واقعے سے ہوتا ہے۔

جب وہ طالب علم تھے اُس وقت کے واقعات میں ایک واقعہ سیتامڑھی کا ایک روز مجھ سے بیان فرمایا۔ 'جب اسکول میں پڑھتا تھا تو امتحان کے موقع پر خواب میں سوالات مجھے بتا دیے جاتے۔ جب سیتامڑھی سے مظفرپور میں تعلیمی سلسلہ منتقل ہوا تو طعام و قیام کا انتظام ایک دینی اور متشرع گھرانے میں کیا گیا۔ یہاں میری حالت بہت خراب ہوگئی۔ رات میں آفتاب نظر آتا۔ تجلی اور فیض و برکات کی بارش اس طرح ہوتی کہ میں بے ہوش ہوجاتا۔ ایک روز بازار کی طرف چلا اور چند قدم چل کر بے ہوش ہوگیا۔ راہ گیروں کی بھیڑ لگ گئی۔ کسی نے کہا یہ لڑکا آسیب زدہ ہے۔ کسی نے کہا بیمار ہے۔ وہیں پر ایک مولانا کی رہائش گاہ تھی۔ وہ لوگ مجھے وہاں لے گئے۔ مولانا کا نام غالباً عبدالحفیظ تھا۔ ان کے کمرے کی کواڑ کھلی اور لوگوں سے فرمایا کہ اس بچے کو میرے کمرے میں رکھ دو۔ چنانچہ لوگوں نے وہاں پہنچایا۔ آپ نے کمرہ بند کردیا۔ نہ جانے

کتنی دیر کے بعد ہوش آیا۔ پھر انھوں نے مجھ سے چند سوالات کیے اور مجھے میری خواب گاہ تک پہنچوا دیا۔ مولانا عبدالحفیظ صاحب نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بچے کو کسی بزرگ کے یہاں پہنچانا ضروری ہے۔ اُس وقت بہار میں تین مشہور بزرگ تھے؛ حضرت اقدس گرھولویؒ، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ اور شاہ محی الدین پھلواریؒ۔ اس طرح سے حاجی صاحب مرحوم حضرت مولانا بشارت کریمؒ کے یہاں بھیجے گئے۔ پھر وہ انہی کے ہوکر رہ گئے۔'

مفتی ثمین اشرف حضرت حاجی منظور احمدؒ سے ملنے کیلئے طالب علمی کے زمانہ سے ہی مصرولیا آیا کرتے تھے۔ان کے والد کی نسبت سے بڑی خوشی سے ملتے اور پیار ومحبت کا ثبوت پیش کرتے۔ نیز حضرتؒ والا دیگر اشغال چھوڑ کر ہمہ تن ان کی طرف متوجہ ہوجاتے۔ اور متعدد مضامین پر گفتگو کرتے۔ حضرتؒ کا خیال تھا یہ لڑکا مفتی ثمین اشرف اپنے باپ کا صحیح جانشین ہوگا اور خود حضرت اپنی نسبت ان میں ڈالنے کی کوشش کرتے۔ فرماتے حقیقتاً کامل تصرف درویش وہ ہوتا ہے جس کو طریقۂ شریعت میں تصرف کی نسبت حاصل ہو۔ ایسے صاحبِ تصرف درویش کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ہمارے حضرت منظور احمدؒ، صاحبِ تصرف درویش تھے لیکن ہر کسے را بہرِ کارے ساختند۔

مفتی ثمین اشرف سلّمہٗ کو اللہ نے تحریر وتقریر وتفسیر کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ انشاء اللہ وہ نسبت جو اُن کے دل کو حاصل ہے، عدم گرفتاریٔ دل یعنی دل ماسوائے حق تعالیٰ کے سب چیزوں کو بھلادے وہ حاصل ہے۔ اپنے وقت پر رنگ لائے گا۔ فاضلانِ نقشبندیہ کے یہاں اس کو فناءِ قلب کہتے ہیں ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے تھے۔ اور ادائے نماز باوّل اوقات، اجتناب از بدعت اور امورِ مسنونہ کی پابندی کرتے۔ دن رات ذکر وفکر میں رہتے ہیں اور انہی امور سے دل کو سکون اور جمعیت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے پیر ومرشد حضرت منظور احمد صاحبؒ نے مفتی ثمین اشرف صاحب کو کچھ وظیفہ بتایا تھا۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں مولوی مفتی موصوف کو اخلاص وعمل کے ساتھ دین کی عزت دے اور دنیا بھی سنوار دے۔ والحمد والسلام بحرمت جد الحسن والحسین صلی اللہ علیہ وسلم

لاشئ **شمس الہدیٰ** کان اللہ لہ
راجو، دربھنگہ، بہار

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
مطابق ۳۰؍نومبر ۲۰۱۱ء

علمی کام میں برکت کی دلیل

حضرت مولانا محمد رحمت اللہ میر القاسمی

الحمد لله رب العالمین و الصلوة و السلام علی سیّد المرسلین خاتم النبیین محمد و علی اله و اصحابه و اتباعه و اولیاء الله اجمعین، اما بعد ...

ہمارے زمانۂ طالب علمی کے رفیق وشفیق ہم درس مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زَادَہُ اللہ علماً وعملاً وعرفاناً، (جن کو زمانۂ طالب علمی سے ہی علمی اور عملی ذوق رہا ہے بلکہ حسباً ونسباً بھی اکابر سے تعلق ورثہ میں ملا ہے۔علمی میدان میں محنت وشغف کے ساتھ ساتھ سلوک کے میدان سے آشنائی رہنے کے سبب مرکز علم و ورع مادرِ علمی دار العلوم دیو بند میں اس وقت کے معروف و مقبول اکابر سلوک وتقویٰ سے ربط وکسبِ فیض کی سعادت نصیب ہوئی) کو اللہ پاک نے توفیق عطا فرمائی کہ عجمی ہونے کے باوجود اور عجم میں علم دین کی دولت سے سرفراز ہوکر سرزمین عرب میں خدمتِ دین کا موقع نصیب رہا۔ موصوف کو اللہ پاک نے تقریر کے ساتھ تصنیف کا بھی ذوق نصیب فرمایا ہے۔ چنانچہ اس سے قبل انھوں نے حدیث پاک کے مبارک میدان میں یہ سعادت حاصل کی۔گزشتہ دنوں اپنے محترم مکرم مولانا محمد ابراہیم صاحب پانڈور خادم خاص فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وخلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی معیت میں بردوبئ حاضری ہوئی تو اپنی تازہ تصنیف ’وصایا انبیاء‘ مرحمت فرمائی۔اس بار حاضری کے موقع پر مذکورہ کتاب کی دوسری جلد ’گلدستۂ وصایا‘ کی زیارت کرائی۔ یہ ان کے علمی کام میں برکت کی دلیل ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ رفیق موصوف کے دینی کاموں میں برکت عطا فرمائے، اخلاص کی دولت سے مالامال فرمائے اور عند اللہ وعند الناس مقبول فرمائے۔

ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

وانا العبد الافقر **محمد رحمت اللہ میر القاسمی**
دار العلوم رحیمیہ، بانڈی پورہ، پونچھ، کشمیر

۲۱/۴/۱۴۳۱ھ
وارد حال شارجہ

صادقین کی صحبت کا بدل

حضرت مولانا ابراہیم صاحب قاسمی

خلیفہ حضرت فقیہ الامت مفتی محمد محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

الحمد لله وحده و الصلوة و السلام علی من لا نبی بعده و علی آله و اصحابه و من تبعه الی یوم القیامة .... اما بعد

قرآن پاک کا ارشاد جگہ جگہ ایمان والوں کے لیے یہ آیا ہے کہ وہ تقویٰ اختیار کریں اور اس کی تدبیریں بھی جگہ جگہ مختلف انداز سے آئی ہیں۔ منجملہ ان کے ایک اہم طریقہ ﴿کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْنَ﴾ کا بتایا گیا ہے۔

صادقین کی صحبت کا بدل ان کے نصائح، اقوال اور ارشادات ہیں۔ ان نصائح، اقوال اور ارشادات کو جمع کرنے کا معمول شروع سے رہا ہے اور اس کا نفع بدیہیات میں سے ہے۔

خوشی ہے کہ ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف القاسمی زید مجدہم العالی جن کا علمی استناد دورِ حاضر کے مشہور علمی ادارہ دار العلوم دیوبند سے ہے اور وقت کی عظیم شخصیت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ سے شرفِ تلمذ حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ خصوصی توجہات وتربیت کا مورد رہے ہیں اور اب بلادِ عربیہ میں حفاظت و اشاعت دین کی خدمت سے بہرہ ور کر رہے ہیں، انھوں نے علماء صالحین کے ارشادات، نصائح اور فرمودات کو 'گلدستۂ وصایا' کے نام سے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ اللہ پاک اس مجموعے کو اُمت کے لیے نافع بنائے۔ ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنا کر عند اللہ مقبول فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

و صلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی آله و اصحابه اجمعین

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ	العبد **ابراہیم** غفرلہ
وارد حال دبئی	پانڈور، ساؤتھ افریقہ

نادر و بصیرت افروز نصیحتیں

حضرت مولانا محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

خلیفہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی

الحمد للہ! وصایا انبیاء و اولیاء کرام کی جلد اول کا کسی قدر مطالعہ کیا جس میں محبّ مکرم مولانا ثمین اشرف صاحب زید مجدہ نے نہایت نادر و بصیرت افروز نصیحتیں جمع فرما دی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان مقدس حضرات کی نصائح سے بڑھ کر اُمت کے لیے کس کی نصیحتیں مفید ہو سکتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

اب ماشاء اللہ اس کی دوسری جلد منصۂ شہود پر آرہی ہے۔ جس میں ہماری تالیف اقوالِ سلف سے بھی اہل اللہ کے منتخب ارشادات درج فرمایا ہے جو ہمارے لیے سعادت کی بات ہے۔

فجزاهم الله احسن الجزاء

دل سے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تیسری جلد کی تتمیم کی توفیق ارزانی فرمائے اور مولانا ثمین اشرف صاحب کو اجر و ثواب سے نوازے اور امت کے لیے مفید بنائے اور عمل کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

والسلام

محمد قمر الزماں الٰہ آبادی

دار المعارف الاسلامیہ

۲۹ر دسمبر ۲۰۱۰ء

کریلی، الٰہ آباد

آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی دامت برکاتہم

حدیث مبارکہ میں وارد ہے "اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ" (دین سراسر خیرخواہی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ دین اور خیرخواہی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ لہٰذا جہاں دین ہوگا وہاں خیرخواہی ہوگی اور جہاں خیرخواہی ہوگی وہیں دین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ لوگ ایک دوسرے کی خیرخواہی کریں۔ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ اسی جذبۂ خیرخواہی کے پیش نظر بڑے اپنے چھوٹوں کو نصیحت کے رنگ میں وصیت کرتے رہے ہیں۔ ربّ کائنات نے قرآن مجید میں ایسے واقعات کا تذکرہ فرما کر ان کی اہمیت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔ ارشاد حق تعالیٰ ہے ﴿وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرٰهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ﴾ (اور وصیت کی اس کی ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوبؑ نے)۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ یَعِظُهٗ﴾ (اور جب کہا لقمان نے اپنے بیٹے سے جبکہ وہ اسے نصیحت کر رہا تھا)۔ اللہ ربّ العزّت نے لقمان علیہ السلام کے الفاظ کو اپنے مقدس کلام کا حصہ بھی بنا دیا اور قرآن مجید کی ایک سورت کا نام بھی 'سورۂ لقمان' رکھ دیا۔ یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ دین اور خیرخواہی لازم وملزوم ہیں۔ ایک کو دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے محترم المقام واجب الاحترام حضرت مفتی محمد ثمین اشرف زید مجدہ کے پرسوز قلب نے اس جذبۂ خیرخواہی کے پیش نظر انبیائے کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور اولیائے عظامؒ کے وصایا کو ایک ضخیم کتاب کی شکل میں یکجا کر دیا ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں پر ایک عظیم احسان ثابت ہوگی۔ اللہ ربّ العزت ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر اسے اپنے قرب کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ سیّد المرسلین علیہ الصلوات و التسلیم

دعا گو و دعا جو

فقیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی

کان اللہ لہ عوضاً عن کل شئ

۸/صفر ۱۴۳۲ھ

حال مقیم دبئ

(حضرت حفظہ اللہ کے سامنے پہلی مطبوعہ جلد تھی۔ الحمد للہ اِس وقت کتاب چار جلدوں میں شائع ہو رہی ہے۔ ناشر)

پیش لفظ

الحمد للّٰہ رب العالمین و الصّلٰوۃ و السّلام علی اشرف الانبیاء و خاتم المرسلین و علی اٰلہ و اصحابہ الطیبین الطّاھرین الی یوم الدّین — اما بعد

آج سے تقریباً سترہ سال قبل ۱۴۰۷ھ کی بات ہے کہ گھر سے اطلاع ملی کہ عزیزم منیب اشرف چھ ماہ کی عمر میں آغوشِ رحمت میں پہنچ گئے۔ نام ان کا منیب اشرف رکھا تھا، جس کی مناسبت سے دل میں خیال آیا کہ اللہ والوں کی وصایا یکجا کی جائیں۔ کیونکہ آخری لمحاتِ زندگی میں زبان پر وہی آتا ہے جو پوری زندگی کا سرمایہ و ماحصل ہوتا ہے۔ اس مناسبت سے کتاب کا نام ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب'' تجویز ہوا۔

تاہم قارئین سے یہ بات واضح کردینی ضروری ہے کہ بندہ نہ تو مؤلف جیسا رنگ و اسلوب رکھتا ہے نہ ہی کبھی اس بات کا خیال دل میں آیا کہ اس قابل بھی ہے۔ جن دنوں اس کام کی توفیق منجانب اللہ ہوئی ایک فوجی چھاؤنی میں تن تنہا دن رات رہتا۔ مشغولیت کچھ بھی نہیں۔ سوائے اس کے کہ بعد نمازِ عشا مختصر درسِ قرآن مجید...... پھر وہی کمرہ، وہی کتابیں، وہی در و دیوار کی خاموش زبان کہ کچھ تو کرلے۔ ورنہ میری طرح تو بھی ایک روز خاموش ہوجائے گا اور شہرِ خموشاں کا مکیں بن جائے گا۔ رات کی تاریکی کبھی بے چین کردیتی اور زبانِ حال سے کہتی کہ کیوں مضطرب ہے تو؟ یہ کتابیں تیرا ساتھ دے رہی ہیں، تو ان سے چمٹ جا۔ ان کو رات کی تنہائیوں کا ساتھی بنالے۔ ان کتابوں کے مؤلفین و مصنّفین نے بھی رات کی تنہائیوں کو غنیمت

جانا اور لالہ وگل جمع کر دیے۔ تیرا کام بس اِن موتیوں اور شہ پاروں سے انتخاب ہی تو کرنا ہے۔ جہاں میری رہائش تھی وہاں نادر کتابوں کا قیمتی ذخیرہ پہلے سے موجود تھا۔

حق جل مجدہ نے خوب ہی دستگیری فرمائی۔ پھر پوری پوری رات کتاب کا مطالعہ کرتا اور بعد نمازِ فجر سو جاتا۔ ناشتہ کے وقت اُٹھتا پھر چائے وغیرہ کے بعد وہی کتاب ...... للہ الحمد اوّلاً و آخراً والصلوٰۃ علی نبیہ سرمداً ...... اس مدت میں حق جل مجدہ کی توفیق سے بعض کتابیں پوری پڑھ ڈالیں۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کا بائیس دن میں مطالعہ کرلیا۔ شرح السنہ امام بغویؒ کا بارہ دن میں۔ انہی دنوں راحتِ قلب کے لیے تفہیماتِ الٰہیہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مطالعہ کیا۔ کیا خوب سے خوب تر جواہرات کو شاہؒ نے جمع کیا ہے۔ طبقاتِ ابن سعد، حیات الصحابہ، سیر اعلام النبلاء ذہبی کی، حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی کی۔ ان کتابوں کے مطالعے سے اپنے مقصد کے مضامین کا انتخاب کرتا جاتا ...... کتبِ احادیث کے مطالعے میں خاص مقصد یہ تھا کہ رسولِ اکرمؐ کی وہ احادیث جن میں آپؐ نے اپنے صحابہؓ کو بطور خاص وصیت ارشاد فرمائی ہیں، جمع ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مجھ جیسے اجہل الناس کو اس عظیم کام کی توفیق مل جانا، ایسا ہی ہے جیسے بچے کو جوہر مل جانا۔ فلہ الحمد کلہ اوّلہ وآخرہ والصلوٰۃ علی من لا نبی بعدہ۔

الغرض، مطالعہ کی توفیق بھی دن بدن بڑھتی گئی اور اپنے مقصد کی احادیث کا انتخاب بھی کرتا گیا۔ انہی دنوں دل میں منجانب اللہ خیال آیا کہ "یأتی علی الناس زمان...." کے عنوان کی جو احادیث آ رہی ہیں، ان کو یکجا کرلوں۔ اس لیے وصیت کی احادیث الگ کاپی میں اور موخر الذکر عنوان کی احادیث الگ کاپی میں جمع کرتا گیا۔ انہی دنوں، احکام اہل الذمہ کی مناسبت سے آپؐ نے جو ارشاد فرمایا، ایک کاپی اللہ نے جمع کرنے کی توفیق دے دی۔ حق جل مجدہ کا ایک عظیم احسان یہ بھی ہوا کہ اس مقصد کے تحت وہ کتابیں جو موجود نہ تھیں ان کا خریدنا اللہ پاک نے آسان کر دیا۔ اللہ پاک ہماری نسلوں میں علم نبوت کے وارثین پیدا فرمائے، آمین۔ اس طرح آپ کے ہاتھوں میں کتاب ''وصایا الانبیاء والاولیاء لکل عبد منیب''، جس کا اُردو نام برادر عزیز مولانا محمد رزین اشرف ندوی نے ''مجموعۂ وصایا انبیاء واولیاء'' تجویز کیا ہے، موجود ہے۔

☆ اس مجموعے میں تقریباً ساٹھ احادیث ایسی آئیں گی جن میں فداہ ابی وامیؐ نے مختلف صحابہ کرامؓ کو وصیت فرمائی ہیں۔

☆ حق جل مجدہ کا خاص کرم ہے کہ اس مجموعے میں حجۃ الوداع کا کامل خطبہ جو عام طور پر محدثین ومفسرین، اصحابِ سیر ومغازی نے مختلف عناوین کے ساتھ مختلف مقامات پر نقل کیے ہیں، آپ اس مجموعے میں کلامِ نبوی اور اس کا اُردو ترجمہ ایک ساتھ پڑھیں گے۔ تقدیم وتاخیر کا امکان ہے۔ اللہ پاک سے عفو وتسامح کا اُمیدوار ہوں۔ برکت اور قبولیت کی اُمید پر حجۃ الوداع کے خطبے کو کتاب میں مقدم رکھا ہے۔

☆ دوسرے انبیاء علیہم وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کے وصایا تو نہیں ملے، تاہم اُن مقدس حضرات کے فرمودات جو معتمد علیہ ذرائع سے ملے ہیں، نصیحت وبرکت کے تحت نقل کردیے گئے ہیں آپ اس مجموعے میں پڑھیں گے۔

☆ جو بات جہاں سے منقول ہے، اس کے عربی مراجع مع حوالجات نقل کیے گئے ہیں تاکہ قارئین حضرات چاہیں تو دیکھ لیں۔

حق جل مجدہ کی توفیق شامل حال رہی تو آپ عنقریب عربی وصایا بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

اس غیر مربوط تحریر کے بعد اب آپ کے سامنے وصیت کی اسلام میں شرعی حیثیت کیا ہے، اور اس کے احکام کیا ہیں، بزبانِ خیر الانام ﷺ پڑھ لیجیے۔

وصیت کی حدیث

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا حَقُّ امْرَئٍ مُسْلِمٍ لَهٗ شَیْءٌ يُوْصِیْ بِهٖ يَبِيْتُ لَيْلَتَيْنِ اِلَّا وَ وَصِيَّتُهٗ مَكْتُوْبَةٌ عِنْدَهٗ۔ متفق علیه۔

(بحوالہ مشکوٰۃ ج:۱،ص:۲۶۵)

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ مَاتَ عَلٰى وَصِيَّةٍ مَاتَ عَلٰى سَبِيْلٍ وَ سُنَّةٍ وَ مَاتَ عَلٰى تُقًى وَ شَهَادَةٍ وَ مَاتَ مَغْفُوْرًا لَهٗ۔

(رواہ ابن ماجہ۔ بحوالہ مشکوۃ باب الوصایا۔ ج:۱،ص:۲۶۶)

ترجمہ حدیث: ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ادا کرنا ہو جس کی وصیت کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کو حق نہیں کہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی اس کے پاس نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص وصیت کر کے مَرے وہ سیدھے راستے اور سنت پر مَرا، اور تقویٰ اور شہادت پر اس کی موت ہوئی اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ مَرا۔ (ابن ماجہ)

اِن دونوں روایتوں سے حقوقِ واجبہ کی وصیت کا وجوب اور غیر واجبہ کی وصیت کا کم از کم استحباب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ (جیسے نادار اقرباء اور مفلس لوگوں کے لیے وصیت کرنا)

ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کا سماعتِ حدیث کے بعد معمول

اس لیے ابن عمرؓ کا معمول تھا کہ یہ فرمانِ نبوی سننے کے بعد اپنے سرہانہ میں وصیت نامہ لکھ کر رکھتے تھے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

"مَا مَرَّتْ عَلَيَّ لَيْلَةٌ مُنْذُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ذَالِكَ وَ عِنْدِيْ وَصِيَّتِيْ۔ (رواہ الشیخان واصحاب السنن۔ کتاب الجنائز۔ ص: ۵)

یعنی ابن عمرؓ پر اس حدیث کے سننے کے بعد کوئی رات نہیں گزری کہ وصیت لکھ کر اپنے سرہانہ نہ رکھتے ہوں۔ (غرض ابن عمرؓ ہمیشہ وصیت ساتھ رکھتے تھے)

حقوقِ واجبہ کی ادائیگی میں جلدی اور قیامت میں مفلس کون ہوگا

اگر آپ کے ذمے کسی کا حق ہو تو اوّل فرصت میں ادا کرنے کی کوشش کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ کیا پتہ کس وقت آجائے اور دل کی حسرت دل میں ہی رہ جائے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے تعلیم فرمائی کہ اگر کسی کا حق تمہارے ذمے ہو تو اس دن کے آنے سے قبل ادا کر دو جس دن نہ مال و متاع ہوگا اور نہ دنیوی اسباب و سامان باعثِ نجات بن سکیں گے، بلکہ انسان بالکل ہی بے بس اور یکسر مفلس ہوگا۔

ارشادِ نبوی ہے:

مَنْ كَانَتْ عِنْدَهٗ مُظْلِمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ مَالِهٖ فَلْيُؤَدِّهَا اِلَيْهِ قَبْلَ اَنْ يَأْتِيَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ لَا يُقْبَلُ فِيْهِ دِيْنَارٌ وَّ لَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْهُ وَ أُعْطِيَ صَاحِبُهُ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَتْ عَلَيْهِ۔ (أخرجه البخاری و البیهقی۔ احکام الجنائز۔ ص : ۴)

آنحضرت ﷺ کے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی پر اس کے بھائی کے حقوقِ واجبہ از جنسِ عزّت و ناموس (جیسے غیبت و چغل خوری اور بدگوئی و بدگمانی) یا مال ہو تو اس کو چاہیے کہ صاحبِ حق کا حق ادا کردے قیامت کا دن آنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس دن درہم و دینار نہ ہوگا جو قبول کیا جائے گا۔ البتہ اگر اس کے پاس نیکی و بھلائی ہوگی تو وہ لے کر صاحبِ حق کو دے دی جائے گی اور اگر اس کے پاس نیکی بھی نہ ہوئی تو صاحبِ حق کے سیئات اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاحبِ حق کے حق کو موت سے قبل ادا کردے یا معافی تلافی سے تدارک کرلے۔ ورنہ قیامت میں نیکی لے کر حق ادا کردیا جائے گا۔ اور اگر نیکی نہ ملی تو صاحبِ حق کے سیئات کا بوجھ بھی اسی پر ڈال دیا جائے گا۔ حالانکہ قیامت میں خود ہی نفسی نفسی کا عالم اندوہناک ہوگا۔

اللّٰهم انا نسئلک العفو و العافیة برحمتک یا ارحم الراحمین۔

مفلس کون ہے؟

"اَ تَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ ؟ قَالُوْا اَلْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَ لَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِيْ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ وَ صِيَامٍ وَ زَكَاةٍ وَ يَأْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَ قَذَفَ هٰذَا وَ اَكَلَ مَالَ هٰذَا وَ سَفِكَ دَمَ هٰذَا وَ ضَرَبَ هٰذَا۔ فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ۔ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُقْضٰى مَا عَلَيْهِ أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِى النَّارِ۔ (مسلم۔ احکام الجنائز۔ ص: ۴)

آنحضور ﷺ نے (صحابہؓ سے) سوال کیا جانتے ہو مفلس کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کچھ سامانِ زیست...... (یہ سن کر)

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میری امت میں مفلس وہ لوگ ہوں گے جو قیامت میں نماز، روزہ، زکوٰۃ کے ساتھ آئیں گے لیکن ساتھ ساتھ اس کو گالیاں دی ہوگی، تو کچھ لوگوں کے دامنِ عفت کو تہمت سے داغدار کیا ہوگا اور لوگوں کا مال (بغیر حق کے) کھایا ہوگا اور ناجائز خون بہایا ہوگا اور لوگوں کو مارا ہوگا۔ تو اس کی کچھ نیکی اس کو دے دی جائے گی اور کچھ اِس کو۔ اگر اس کی نیکیاں حقوق الناس کی ادائیگی سے قبل ختم ہوجائیں گی تو پھر صاحبِ حقوق کی بدی وسیئات اس کے ذمہ ڈال دی جائیں گی اور پھر اس (نمازی، روزہ دار اور پابندِ زکوٰۃ) کو نارِ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ (مسلم شریف)

حقوق العباد کی ادائیگی

ان دونوں حدیثوں کا ماحصل ایک ہے کہ حقوق العباد کی ادائیگی میں ذرہ برابر بھی اِمہال وسستی باعثِ رسوائی وعذاب ہے۔

آج کے ماحول میں ہم سب ہی پابندِ صوم وصلوٰۃ تو ہیں مگر حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ حقوق العباد ہی در اصل معیارِ شریعت ہے۔ حق جل مجدہ اپنے حقوق معاف فرمادے گا مگر حقوق العباد کا مواخذہ ضرور فرمائے گا اِلّا یہ کہ صاحبِ حق خود معاف کردے کیونکہ احکم الحاکمین کو عدالت ومیزان کی باریک کسوٹی کو بھی برقرار رکھنا ہے۔ لہٰذا ہمیں حقوق العباد کی اپنی زندگی میں مکمل نگرانی کرنی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمام قیمتی جواہر پارے، ساگ سبزی کے بدلے وزن کردیے جائیں اور ہم مفلس کے مفلس رہ جائیں۔ اللہ ہم سب کو مکمل حقوق العباد کی ادائیگی کا پابند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اعترافِ تقصیر

ننگِ اکابر واسلاف اپنی کم مائیگی کا حرف بحرف اعتراف کرتا ہے کیونکہ ترجمہ بہرحال ترجمہ ہے۔ وہ معنویت وجاذبیت جو اصل صاحبِ کلام کے کلام میں ہوتی ہے، بہت مشکل ہے، خاص مجھ جیسے کم علم کے لیے ... یہ کتاب اہلِ قلم علماء اور صاحبِ فہم دانشوروں کی تصنیف نہیں کہ اس معیار پر آپ اس کو پرکھیں، بلکہ ایک نادان نے دانائے سبل ﷺ کے آخری کلمات جمع کرنے کی

سعی کی ہے۔ البتہ جن حضرات کے فرمودات ہیں ان کا رتبہ و مقام ہماری نگاہ وتصوّر کے تقدس سے بہت ہی بلند تر ہے۔

یہ بات بھی قابلِ لحاظ رہے کہ چاہنے اور جستجو کے باوجود بعض اکابر و اسلاف کی وصایا اس مجموعہ میں نہ آ سکیں۔ جستجو جاری ہے، جن حضرات کے پاس ان مطبوعہ وصایا کے علاوہ اکابر کی وصایا موجود ہوں، وہ ہمیں ارسال فرما دیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں شامل کر لی جائیں گی۔

ان چند سطروں کے بعد اب اصل مضمون بعون اللہ شروع کرتے ہیں۔ و اللّٰہ المُعین و المُستَعان. و ما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکّلتُ و الیہ اُنیب.

العبد محمد ثمین اشرف قاسمی کان اللہ لہ
شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
صلالہ، سلطنت عمان

حضرت مولانا شاہ بشارت کریمؒ خلیفہ حضرت مولانا غلام حسینؒ کانپوریؒ

(ولادت: ۱۲۹۴ھ۔ وفات: بروز جمعرات، ۱۹ رمحرم ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء)

﴿وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ﴾

۱۔ اخلاقیات کی دنیا میں سب سے گری ہوئی بات کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا ہے۔ اب جب کسی نے خود کو خود سے اتنا گرادیا کہ تمھارے سامنے ہاتھ پھیلایا تو تمھارے اخلاق کا تقاضا یہ نہیں کہ اب کچھ اور کہہ کر اس کو اور گراؤ۔ (الاکلیل، ص: ۶۹)

(سائل خواہ کتنا ہی خوش پوش آئے، واپس نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی حکمت اور آیت کی تشریح حضرتؒ نے کیا بصیرت افروز فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ والوں کی زبان ہی آیتِ ربانی کی تشریح و تفسیر کی مستحق ہے۔ ثمین اشرف)

۲۔ جن کو اللہ نے بصیرت دی ہے وہ قرآن پاک کو اسی ترتیب سے لوحِ محفوظ میں دیکھ رہے ہیں جس طرح اِن ہتھیلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ قرآن کی ترتیب پر شک وشبہ کا جوابِ شافی رسول اللہؐ نے منجانب اللہ اسی ترتیب کو باقی رکھا۔ اس کا اہلِ بصیرت مشاہدہ بھی کرتے ہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ جس کو صالح بنانا چاہتا ہے اس کو دعا کی توفیق بھی دیتا ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں: 'ہم دعا از تو اجابت ہم زتو'۔

جب بچہ روتا ہے تو ماں کے پستان میں دودھ بھر آتا ہے اور جب آسمان روتا ہے تو چمن کھل جاتے ہیں۔

جب بندہ عاجزی کرتا ہے اور روتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اس پر کھول دیتا ہے۔

۴۔ حق جل مجدہ جب کسی پر خاص عنایت چاہتا ہے تو جانچ شروع ہوجاتی ہے اور اس پر مصائب وشدائد شروع ہوجاتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: "اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ بَلَاءً الۡاَنۡبِیَاءُ ثُمَّ الۡاَمۡثَلُ"۔ نیز ارشادِ ربانی ہے ﴿اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ وَ لَمَّا یَاۡتِكُمۡ مِثۡلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِكُمۡ﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کتنی مصیبتیں اُٹھائیں؛ وطن سے باہر نکلے، سخت مصائب برداشت کر کے مدین پہنچے، دس برس بکریاں چرائیں، اہلیہ کو لے کر نکلے تو راستے میں آندھی، پانی اور بادل اتنی کثرت سے ہوا کہ تمام اندھیرا چھا گیا وغیرہ۔ غرض نیک بندوں پر آلام و مصائب سے نجات کے لیے دعا بھی اللہ ہی نے سکھا دی۔

﴿رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَ اعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ﴾

جس پر زیادہ مصیبتیں ہوتی ہیں وہ بڑا شخص ہوتا ہے۔ جب صحابہؓ نے بڑی سخت سخت مصیبتیں جھیلیں تو اتنے اعلیٰ درجے کو پہنچے کہ کوئی ولی ولایت کے کتنے ہی درجے کو طے کر لے کسی صحابیؓ کے مرتبے کو نہیں پا سکتا۔ سچ ہے خدا طلبی بلا طلبی۔ (جنۃ الانوار: ۵۸)

۵۔ اگر ذکر کرتے وقت خطرات و وسواس ہونے لگے تو استغفار کرنا اور موت کو یاد کرنا بہت مفید ہوتا ہے اور جمعیت ہونے لگتی ہے۔

۶۔ یادداشت اس کو کہتے ہیں کہ جب طالب اپنے دل کی طرف مخاطب ہو تو اس کو حاضر پاوے۔ یعنی جمعیت و اطمینان ہو، وساوس و خطرات نہ ہو۔ جب ایسا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ اپنے ظاہر کو بھی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کر دے۔ عبادت کی کثرت کرے۔ ہر کام میں نیت کرے کہ یہ حق تعالیٰ کے لیے کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو حقوق مقرر کیے ہیں اس کو پورا کر رہا ہوں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہوگی۔ بغیر ایسی نیت کیے کوئی کام نہ کرے، تو یہ بھی عبادت ہوگی اور اس طرح یادداشت پختہ ہو جائے گا۔

۷۔ ہوش در دم کا معنی یہ ہے کہ ہوشیار رہے کہ ہر دم ہر سانس میں اللہ کو یاد کیا یا نہیں، حضوری ہے یا غفلت آ گئی ہے تو توبہ کرے۔ اور ہوش در دم کا ایک معنی میں نے یہ سمجھا ہے کہ جو کام کرے اس کو غور کرے کہ آیا یہ کام میں نے اللہ کے واسطے کیا ہے یا اپنے نفس کے واسطے۔

۸۔ عالم مثال میں دنیادار کو کتے کی شکل میں اور رذائلِ نفسانی کو غلیظ یعنی پائخانہ کی شکل میں دِکھایا گیا ہے۔

۹۔ جب تم کو کوئی تکلیف پہنچایا کرے تو صبر کرو اور اس کے ساتھ نیک سلوک کرو اور فرمایا ﴿اِدۡفَعۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ﴾

۱۰۔ قلب کی مثال مچھلی کی سی ہے اور ذکر کی مثال پانی ہے۔ جس طرح مچھلی کو بغیر پانی کے سکون نہیں، اسی طرح مومن کے قلب کو بغیر ذکر کے اطمینان نہیں۔

۱۱۔ ﴿رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَةً وَّ فِی الۡاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ یہ عام مسلمانوں کو دعا کا طریقہ سکھلایا گیا۔ لیکن خاصانِ حق کی دعا وہ ہے جو حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے ذوقی حالت میں فرمایا: ﴿فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ اَنۡتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّ اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ اس دعا میں باری تعالیٰ کے جناب میں سپردگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ یہ پہلی دعا میں نہیں ہے۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۶۰)

۱۲۔ ذکر و شغل سے لوگوں کا خیال عجیب عجیب فائدہ اُٹھانے کا ہوتا ہے۔ افسوس صد افسوس! یہی وجہ ہے کہ کچھ حاصل بھی نہیں ہوتا۔ یہ چیز تو قبر کے واسطے کرنی چاہیے نہ کہ دنیا حاصل کرنے کے واسطے۔

۱۳۔ توجہ الی اللہ بزرگوں کی توجہ سے حاصل ہوتی ہے۔ ذکر سے صرف اس میں ثبات حاصل ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ کی یہ حالت تھی کہ جو ایمان لایا اور اس کی نظر حضورؐ پر پڑی بس فوراً توجہ الی اللہ شروع ہوگیا۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۶۱)

۱۴۔ مجددیہ نسبت کی علامت یہ ہے کہ لوگوں سے اس کی طبیعت کو وحشت ہو۔ یعنی غیر ذاکر کی صحبت سے اس کو نفرت پیدا ہوجائے اور اس کا دل بے چین ہونے لگے۔

۱۵۔ موت کو اکثر یاد کیا کرو، خصوصاً ذکر شروع کرتے وقت ضرور موت کو یاد کرلیا کرو۔

(جنت الانوار، صفحہ: ۶۱)

بنام حافظ مسعودؒ

۱۶۔ کامیابی ہر کام کی مشیتِ الٰہی پر موقوف ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہانہ بنا رکھا ہے۔ ایسی حالت میں کوئی شخص انجام کار پر قطعی رائے نہیں قائم کرسکتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ

ہر کام کے سبب اور تدبیر پر چلے اور اللہ پر بھروسہ رکھے۔ جو اپنے کو بامراد سمجھے گا وہ نامراد ہے اور جو نامراد سمجھے گا وہی باسعادت بامراد شخص ہے۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۱۷)

۱۷۔ اگر واقعی اللہ کی طلب ہے تو متاہل ہونے پر بھی اس کی صورت ممکن ہے، تعلقِ دنیاوی بنظر ادائے حقوق منافی یادِ الٰہی نہیں ہے، بلکہ کسی موقع پر ممدن ومعاون ہے۔

(جنت الانوار، صفحہ: ۲۲۳)

بنام قاری محمد اسلم

۱۸۔ اس ورد (و ذکر) میں قبض و بسط بھی ہیں۔ امید کہ بحالت قبض تنگدل نہ ہوویں اور بحالت بسط اپنی سرگرمی میں کمی نہ کریں۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۲۷)

بنام مولانا عبد الشکور

۱۹۔ برادرِ من! کدورت یا قبض کا لاحق ہونا یہ بھی لوازمِ راہ سے ہے۔ اُمید کہ اس سے تنگدل نہ ہوویں۔ ہاں عند القبض والکدورت نیاز واستغفار لازم ہے۔ (جنت الانوار: ۲۳۰)

۲۰۔ مداومتِ ذکر میں غفلت ہرگز نہ کریں۔ ’کار ایں ست غیر ایں ہمہ ہیچ‘ ﴿وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ﴾ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۳۷)

۲۱۔ مداومتِ شغل حضرات کرام رحمہم اللہ تعالیٰ (جو باعثِ سلامتیٔ قلب ہے) کو اہم الامور تصور فرمائیں۔ ’کار ایں است غیر این ہمہ ہیچ‘ ﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾

﴿وَ مَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ﴾ و امثال ذلك ہمارے لیے تازیانہ وقابلِ عبرت ہیں۔ اُمید کہ میرے دوست مداومتِ شغلِ قلبی کی تقیید والتزام کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور رکھیں۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشان
گر ما نہ رسیدیم تو شاید رسی

(جنت الانوار، صفحہ: ۲۳۲)

۲۲۔ میرے کرم فرما مداومت کار کو ضرور اہم المہام سے تصور فرمائیں گے۔

حدیث "خَیۡرُ الۡاَعۡمَالِ مَا دِیۡمَ عَلَیۡهِ وَ اِنۡ قَلَّ" سے آپ خوب واقف ہیں۔

بر اہل استقامت فیض نازل می شود مظہر

نمی بینی تجلی گرد کوہ طور می گردد

(جنت الانوار، صفحہ: ۲۳۹)

۲۳۔ جمعیتِ معنوی وسلامتیٔ قلب کی اہمیت کو بہر حال مقصودِ اصل تصور کریں۔ باقی مطالب کو ذرائع و وسائل۔ بزرگوں کے فاتحہ کے لیے کوئی خاص طریقہ معہودہ نہیں ہے۔ مگر معمول اس ناچیز کا یہی ہے کہ اوقاتِ خاصہ میں روزانہ قبلِ مشغولی ذکر و مراقبہ چند آیات و سورِ قرآنیہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا کرتا ہوں۔ اُمید کہ اس طریقے سے اللہ تعالیٰ استقامتِ طریقۂ مشائخ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۴۰)

۲۴۔ تقیید فرائض شرعیہ کی بخوفِ آخرت و مداومتِ وظائف اندرونی بنظر ازالہ امراضِ قلبیہ کو اہم المہمات سے تصور فرماویں۔ 'کار ایں است غیر ایں ہمہ ہیچ'

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

کارِ نادان حیلہ و بے شرمی است

﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ﴾ ﴿اَلَا بِذِکۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ﴾ (جنت الانوار، صفحہ: ۲۴۱)

۲۵۔ دفعِ ترددات وتشویشات کے لیے کسی تنہائی کے وقت میں "یا حی یا قیوم برحمتک استغیث" کو سر بسجود ہو کر پڑھ لیا کریں اس وقت تک کہ قلب میں خشوع و نیاز باقی رہے۔

﴿اِقۡتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمۡ وَ هُمۡ فِیۡ غَفۡلَةٍ مُّعۡرِضُوۡنَ﴾

﴿اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُهُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰهِ﴾

﴿وَ مَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ وَ لَا یَکُوۡنُوۡا کَالَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلُ فَطَالَ عَلَیۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾

﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوۡنَ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ﴾

ہم لوگوں کے لیے تازیانہ بر تازیانہ ہے غفلت سے نکلنے کے لیے۔ (ایضاً، ص: ۲۴۲)

۲۶۔ استغفار میں اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ہو یا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغْفِرُكَ، مگر یہ کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مذاق کر رہے ہیں۔ کیونکہ گناہ کرتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ اے اللہ گناہ بخش دے۔ البتہ یہ کلمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْـتَ سُبْحَـانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِیْنَ یعنی کوئی معبود نہیں ہے مگر تو پاک ہے ہر عیب سے، میں بے شک گنہگار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی استغفار ہے۔ مگر بہت ہی لطیف طریقہ سے، تذلل کے ساتھ ہے۔ اور جس نے دل سے یہ پڑھا اس کا بھی گناہ بخش دیا جائے گا، انشاء اللہ۔ (جنت الانوار، صفحہ: ۵۹)

حضرت شاہ نور اللہ عرف پنڈت جی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفۂ مجاز بادشاہ حضرت مولانا بشارت کریم رحمتہ اللہ علیہ، گڑھول شریف، بہار

(وفات: ۱۲/ربیع الاول ۱۳۷۸ھ، مطابق ۱۲/اکتوبر ۱۹۵۸ء۔

مدفون: جمشید روڈ، شریف آباد، کراچی، پاکستان)

۱) جوگی کی زندگی میں ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ اس کو کلمۂ طیبہ پڑھ لینا پڑھتا ہے۔
۲) توحید سمجھ نہیں سکتا جب تک کہ دامنِ نبی کریم ﷺ نہیں پکڑے گا۔
۳) ہر وقت اللہ سے لو لگائے رکھو۔
۴) ذکرِ قلبی ہر حال میں جاری رہنا چاہیے۔
۵) حقوق العباد کا بہت خیال رکھنا چاہیے۔
۶) صلۂ رحمی ضروری ہے۔
۷) نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا مکمل خیال ضروری ہے۔
۸) اتباعِ سنتِ نبی کریم ﷺ کا اہتمام ضروری ہے۔
۹) بخل سے دور رہنا چاہیے۔ سخاوت کو شعار بنانا چاہیے۔
۱۰) کم بولنا، کم کھانا، کم سونا صوفی کے لیے ضروری ہے۔

۱۱) مرشد سے رابطہ ہر حال میں رہنا چاہیے۔ بغیر رابطہ روحانی ترقی نہیں ہوسکتی۔

۱۲) بعد میرے وصال کے قبر پر نہ چادر چڑھے، نہ پھول رکھا جائے، نہ بوسہ لینے کی اجازت ہے۔ چنانچہ آپ کے مزار پر ذیل کی عبارت لکھی ہوئی ہے۔

''صاحبِ مزار کی وصیت کے مطابق حسبِ ذیل چیزیں ممنوع ہیں: کسی قسم کا نذرانہ یا چندہ پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ کوئی چادر یا منت پیش کرنے کی اجازت نہیں۔ کسی کو خلافِ سنت و شریعت کوئی بات کرنے کی اجازت نہیں۔'' (الکلیل، ص: ۱۷۴)

عارف باللہ حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ، منوروہ

خلیفہ حضرت نور اللہ عرف پنڈت جیؒ، پیر و مرشد حضرت حاجی منظور احمدؒ، مصرولیا

(وفات: ۲۸ /رجب ۱۳۸۷ھ مطابق ۲/نومبر ۱۹۶۷ء)

۱۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ولی کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دل اللہ کی یاد میں اس طرح مستغرق رہے کہ کسی دوسرے کا اس میں گزر نہ ہو۔

۲۔ آیت میں اولیاء اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف اللہ کے لیے آپس میں محبت کرتے ہیں، کوئی دنیاوی غرض درمیان میں نہیں ہوتی۔ ان کا ظاہر اور باطن تقویٰ سے آراستہ ہوتا ہے، وہ اپنے کو برے اعمال اور خراب اخلاق سے دور رکھتے ہیں۔ حسد، کینہ، بغض، تکبر وغیرہ سے بالکل نجات پا جاتے ہیں۔ اچھے اعمال و اخلاق سے متصف ہو جاتے ہیں۔ صوفیاء ان صفات کو فناءِ نفس سے تعبیر کرتے ہیں، پھر اسے حقیقت ایمان نصیب ہوتی ہے۔

۳۔ ایمان کا محل قلب ہے اور کمالِ ایمان یہ ہے کہ قلب اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو چکا ہو اور ایک لمحے کے لیے اللہ کے ذکر سے غافل نہ ہو اور نہ کسی دوسرے کی طرف متوجہ ہو۔

۴۔ اولیاء کی علامت یہ ہے کہ ''اِذَا رُؤُوا ذُكِرَ اللّٰهُ'' جس کو دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔ ایک حدیثِ قدسی میں ہے: ''اِنَّ اَوْلِيَائِیْ مِنْ عِبَادِیَ الَّذِيْنَ يُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِیْ وَ اُذْكَرُ بِذِكْرِهِمْ'' یعنی میرے بندوں میں ولی وہ ہیں جو میری یاد کے ساتھ یاد آویں اور

جن کی یاد کے ساتھ میں یاد آ ؤں۔ خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کی صحبت میں بیٹھ کر انسان کو اللہ کے ذکر کی توفیق اور دنیاوی فکر کی کمی محسوس ہو۔ یہ علامت اس کے ولی ہونے کی ہے۔ (الاکلیل، ص: ۲۳۴)

۵۔ اللہ کے ولی کو اللہ کے ساتھ بے کیف قرب و معیت حاصل ہے۔ اس لیے اس کی صحبت اللہ کی صحبت کے مثل ہوتی ہے۔ لہٰذا جب انھیں دیکھا جاتا ہے تو اللہ یاد آ جاتا ہے اور ان کی یاد اللہ کی یاد کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

۶۔ اللہ کی قربت کی وجہ سے ولی کی ذات میں ایسی استعداد اور ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے لوگوں میں تاثیر پیدا کرنے کی صلاحیت ہو جاتی ہے اور حضور مع اللہ کے حصول کا سبب بن جاتا ہے۔ (الاکلیل، ص: ۲۲۶)

قطبِ زمانہ آبروئے نقشبند حضرت حاجی منظور احمدؒ، مصرولیا

خلیفہ مجاز حضرت مولانا حکیم احمد حسنؒ، منوروہ

حضرت مرشدی و مولائی حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے وقت کے قطبِ زمانہ تھے۔ آپ کو حضرت بادشاہ مولانا بشارت کریم کی نگاہِ کیمیا سے اول عمر میں نسبتِ روحانی ملی۔ پھر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے دیوبند میں آپ کو جبکہ آپ حضرت مدنی کے یہاں حضرت مولانا عبد الرزّاق مکیاوی جو حضرت مدنی کے خاص الخاص دوست و ہم سبق تھے، شیخ الہند کے محبوب مخصوص ارشد تلامذہ میں تھے، کے ہمراہ دیو بند پہنچے۔ حضرت مدنی نے حاجی صاحب کے ساتھ داماد والا معاملہ کیا کہ حضرت مکیاوی کے داماد ہیں اور اسی وقت حضرت نے فرمایا یہ کمسن ہیں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ انھیں میرا یا میرے سلسلے کا فیض انشاء اللہ ملے گا۔ یہ فیض حضرت حاجیؒ کو بذریعہ مولانا احمد حسن منوروہ کے ذریعہ یوں ملا کہ حضرت مدنی سے مولانا احمد حسن کی ایک ملاقات میں قطبِ ارشاد کی نسبت حضرت مدنی نے مولانا احمد حسن کو عطا کی اور پھر وقت جب آیا تو حضرت مرشدی و مولائی حاجی صاحب مصرولیا کو حضرت مولانا احمد حسن سے بیعت کے بعد سلوک کی آخری نعمت آپ کی طرف منتقل ہوئی۔ اس طرح ہمارے

حضرت حاجی صاحب مرج البحرین ہیں کہ خاندانِ ولی اللہ کی وہ تمام نسبتیں جو قاسم العلوم و الخیرات حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور قطبِ ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ذریعہ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی (اسیرِ مالٹا) سے شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ قبورھم کو ملی تھی، بطریقۂ اتم واکمل ہمارے حضرت مرشدی حاجی منظور احمد کو ملی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت سے والدِ محترم جناب الحاج محمد ابراہیم نے بھی فیض پایا اور یہ راقم و آثم (محمد ثمین اشرف) بھی حضرت ہی کے خاکِ پا کا غلام ہے۔ فَلِلّٰہِ الحمد اولاً و آخراً

(یہ سیہ کار زمانۂ طالب علمی میں بیعت تو ہوا تھا حضرت مولانا اسعد اللہ نور اللہ مرقدہ، ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور سے، جس میں عملی دخل تھا مولانا سعید احمد قاسمی دھرم کھاچی کے ترغیبی کلمات کا اور مفتیٔ اعظمِ ہند، فقیہہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی صحبت و معیت کا۔ حضرت ناظم صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد پھر حضرت حاجی صاحبؒ کی طرف رجوع کیا۔ ملا تو بہت مگر اپنی حرماں نصیبی کہ تاہنوز ناکارہ ہی رہا۔ حق جل مجدہ محض اپنے لطف ورحمتِ واسعہ سے صالحین کے ساتھ حشر فرمالے۔ آمین بجاہ سید المرسلین آمین)

ہمارے حضرت حاجی منظور احمد قدس سرہ اسمِ بامسمّٰی منظورِ احمد تھے۔ آپ حضرت مولانا احمد حسن منورہ سے بیعت ہوئے اور اجازت وخلافت سے آپ کو مرشد نے نوازا اور آپ سے بہار میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کا فیض جاری رہا۔ اب آیئے جانشین حضرت قدوة السالكين مرجع الكاملين زبدة الاولياء برهان المُلهمين فخر الواصلين مرجع المتعلّمين و المعلّمين، شمس الهادين والمُهتدين حضرت مولانا شمس الہدیٰ اطال الله بَقائه و فَضلَه و فُيوضه و نُوره و ظَاهره و بَاطنَه و آثاره و طَريقه و طُرُقه و نسبته و مَنهجه و خُلُقه و سيرته و سُلوكه و حُجته و جَامعيته و نُخبته و فِكره و عُلومه و عمله و حَنانه و تَرغيبه و تَرهيبه و مُراده و مُريده و خَيره و صِدقه و اِستقامته و بَصيرته و فِراسته و جَماله و كَماله، و دَفَعَ اللّٰهُ عنه شَرَّ شَرِيرِهِ و حاسِدِه و مُعانده وَ عَدُوِّهِ و ذَلَّ اعناقه، اللّٰهُمَّ آمين انك سميع

الدعاء اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِمَّنْ یُّحِبُّهٗ وَ اَخَذَ سُلُوْكَهٗ وَ اَنْوَارَ بَاطِنِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاَشْهَدُكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْوَاحِدُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُواً اَحَدٌ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّكَ وَ الْعَمَلَ الَّذِیْ یُبَلِّغُنِیْ حُبَّكَ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ و اجْعَلْ خَشْیَتَكَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَ اقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِكَ وَ اِذَا اَقَرَّتْ اَعْیُنُ اَهْلِ الدُّنْیَا مِنْ دُنْیَاهُمْ فَاَقِرْ عَیْنِیْ مِنْ عِبَادَتِكَ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ

یا اللہ! محض اپنے فضل سے ہمارے حضرت کی محبت ہمارے دل میں ڈال دے اور حضرت کے دل میں بھی اس سیہ کار کی محبت ڈال دے۔ یا اللہ! ان کو جو کچھ ملا اکمل واتم اس سیہ کار کے دیدۂ باطن میں اُتار دے۔ یا اللہ! ہمارے حضرت کے دل میں اس سیہ کار کی الفتِ فیض فیضانِ نقشبند کا میلان پیدا فرما دے۔ یا اللہ! تو اس سیہ کار کو نہ دیکھ، اپنی رحمت کی چادر کو دیکھ کر جگہ دے۔

اَسْئَلُكَ بِعِزِّكَ وَ ذُلِّیْ، وَ بِقُوَّتِكَ وَ ضُعْفِیْ اِلَیْكَ وَبِغِنَائِكَ عَنِّیْ وَ فَقْرِیْ اِلَیْكَ اِلَّا رَحِمْتَنِیْ لَا مَلْجَاَ وَ لَا مَنْجَاَ اِلَّا اِلَیْكَ اِلٰهِیْ عَبِیْدُكَ سِوَائِیْ كَثِیْرٌ وَ لَیْسَ لِیْ سَیِّدٌ سِوَاكَ .....

بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ استغفر الله ربی علی ذنبی واتوب الیه!

بات حضرت کی تھی۔ الغرض حضرت مولانا شمس الہدیٰ عالم ہی نہیں بلکہ عالم ربانی، اسرارِ تجلیاتِ رحمانی ہیں۔ آپ طبعاً خاموش، ہمہ وقت ہمہ اوست کے مظہرِ اتم۔ حبِ جاہ وجلال سے کنارہ کش، بوریہ نشین ہو کر ہفت اقلیم کے مالک سے زیادہ باوقار۔ نہ کوئی راہ و رسم کہ سالکین خائف ہوں۔ جو آیا جس حال میں آیا سب کے ساتھ شفقت، رحمت ومودت ومحبت سے پیش آنا۔ خُلقِ عظیم سے وافر حصہ آپ کو عطا ہوا ہے۔ ایک چھوٹی سی کٹیا، جھونپڑی کے سامنے واردین وصادرین کے بیٹھنے کا چبوترہ۔ اس پر بلا کسی تکلف کے چٹائی، وہی نشست گاہ، وہی مسجد، وہی ذکر وفکر کی مجلس، وہی ختم خواجگان کے بعد نزولِ فیضانِ نقشبند کی آماجگاہ، وہی سالکین کی ہدایت کا

مرکز، وہی دعاء و مناجات کی خلوت وجلوت گاہ۔ بالکل سرِ راہ یہ بھی عجیب بارگاہ ہے۔ جہاں نہ آنے پر پابندی نہ جانے پر سوال وجواب۔ ہر راہ گیر اس خانقاہ کو کم از کم اپنی نگاہ سے دیکھ کر اپنے ضمیر سے سوال کر سکتا ہے کہ آخر یہ ہجوم کیسا؟ اللہ والوں کی یہ کٹیا کیسی؟ یہ بھی حضرت کی دعوتِ عام وتام ہے کہ لے لو، پھر موقع ملے نہ ملے یا رہے نہ رہے۔ باغ و بہار ملے نہ ملے۔ یہ ہیں حضرت مولانا شمس الہدیٰ۔ آپ عالم بھی ہیں اور علومِ عصریہ سے بھی واقف۔ آپ رائپور اسکول میں ہیڈ ماسٹر رہ چکے ہیں۔ اب عافیت کے ساتھ اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا نبوی وظیفہ انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا مکان راجو ہے اور آپ کی سسرال بھلنی ہے۔ آپ کبھی راجو کبھی بھلنی اور محض تبلیغ کی خاطر غوری چٹی میں بھی قیام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو عام رکھے اور تادیر رکھے۔ یہ سیہ کار بلا ارادہ چند سطریں لکھ گیا جبکہ وصیت پر یہ کتاب ہے۔ آپ حضرت حاجی منظور احمدؒ کے خلیفۂ خاص ہیں اور اس وقت بادشاہ مولانا بشارت کریم کا سلسلہ حضرت سے ہی علاقہ میں فیض یاب ہو رہا ہے۔ حضرت سے کافی فیض اہلِ نصیب کو مل رہا ہے۔ مرشدی حضرت حاجی منظور احمدؒ نے جو وصیت مولانا شمس الہدیٰ کو فرمائی تھی اب وہ آپ پڑھ لیں۔ کتاب میں عادتاً سیہ کار نے بزرگوں کے احوال یا تعارف کا التزام نہیں کیا ہے۔ مگر حضرت سے میری ذاتی محبت کا تقاضا دل کو بے قرار کر رہا تھا اس لیے کچھ بے ترتیب لکھ دیا ہے۔ ناگوار کو قارئین گوارہ کر لیں۔ میرے مرشد کی خاطر نہیں، راقم وآثم کی خاطر۔ میرے پاس بس یہی ایک سرمایہ ہے۔ اللّٰھمّ اجعلنی من عبادك الصالحين ۔ العبد ثمین اشرف

قطبِ زمانہ حضرت حاجی صاحب کی مزید وصایا

۱۔ سالک کا حال اس شعر کے مطابق ہونا چاہیے۔

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ شو
ایں چنیں زیبا صفت اندر جہاں کمتر شود

ترجمہ: اپنے دل سے آشنا اور باخبر رہ اور باہر سے بیگانہ اور بے تعلق ہو جا، ایسا پسندیدہ صفت انسان دنیا میں بہت کم ہوتا ہے۔

یعنی دل کے احوال پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔

۲۔ سب کچھ توفیقِ الٰہی سے ہوتا ہے۔ اس لیے توفیق مانگنی چاہیے۔ جمعیت وحضوری اور باطن کی حفاظت اصل کار ہے اور نور اعمال جمعیت وصفا، نسبت وآگاہی کا سبب ہے۔ دوامِ مراقبہ سے نسبتِ باطن قوی ہوتی ہے۔

۳۔ اخلاص وللّٰہیت - طالبِ حق - طالبِ مولا - اور استقامت علی الطاعات اصل ہے۔ کشف وکرامات کبھی قابلِ اعتنا نہیں۔ ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ﴾

ما برائے استقامت آمدیم

ہمارا کام ہے استقامت کے ساتھ جمنا۔

بر اہلِ استقامت فیض نازل می شود مظہر
نمی بینی تجلی گرد کوہ طور می گردد

ترجمہ: اے مظہر اہلِ استقامت پر فیض نازل ہوتا ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کوہِ طور کے گرد تجلی پھرتی اور گشت لگاتی ہے۔

یعنی اہلِ استقامت پر حق تعالیٰ کی رحمت وانعام اور بخشش وعطا کا فیضان مسلسل بقدر استقامت ہوا کرتا ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۲۹۷)

۴۔ بزرگی اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک راز ہے۔ اس لیے عوام الناس سے اسے پوشیدہ رکھنا چاہیے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۲۶)

۵۔ وہ سینہ بھی کوئی سینہ ہے جس میں ذکرِ الٰہی کی حرارت نہ ہو۔ انسان دل سے ذکرِ الٰہی کرنے لگتا ہے تو ذکر کے اثر سے سینہ میں ایک خاص قسم کی حرارت پیدا ہوتی ہے اور انسان اس سے محظوظ ہوتا ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۰)

۶۔ چلتے پھرتے قلب کی طرف نظر رکھنی چاہیے کہ غفلت نہ آنے پائے۔ اگر ذکر نہ ہو تو وقوفِ عددی کرلینا چاہیے کہ یہ ایک کوڑا (تازیانہ) ہے۔ اس کے ذریعے ذکر فوراً آجاتا ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۱)

۷۔ ذکراور وظیفہ ایک دو دن کی چیز نہیں بلکہ زندگی بھر کرنے کی چیز ہے۔﴿وَ اعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ﴾
یہ سب اس لیے کیا جاتا ہے کہ نماز درست ہوجائے، اور شریعت کے مطابق زندگی ہوجائے۔ دین ایک اہم ضرورتِ زندگی بن جائے۔

۸۔ جس سالک کا فنائے قلب، فنائے نفس، فنائے ارادت طے ہو جائے اور اس سے کوئی اللہ کا نام پوچھنے آئے تو اس کو اللہ کا نام بتلانا واجب ہے۔ اگر نہیں بتلائے گا تو گنہگار ہوگا اور اس سے قبل اگر بتائے گا تو خود نیچے گرتا چلا جائے گا۔

۹۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان صحیح وہ ہے جو قرآن کی زبان میں مسلمان ہے اور بغیر تصفیۂ قلب اور تزکیۂ نفس کے ناممکن ہے۔﴿قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰهَا﴾

۱۰۔ جس قدر تسبیحات و وظائف اور عبادت و ریاضت ہیں وہ محض اس لیے کہ نماز درست ہوجائے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۴)

۱۱۔ بندے کا کام بندگی کرنا ہے۔ بندگی میں حرص و طمع اور غرض سوائے رضائے الٰہی کے کچھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ کمالِ بندگی یہی ہے۔ (الاکلیل، صفحہ: ۳۴۸)

حضرت حاجی صاحبؒ کے پسندیدہ اشعار

حضرت رحمۃ اللہ علیہ جب مخصوص محفل میں مخصوص لوگوں کے ساتھ ہوتے تو مراقبہ کرنے سے پہلے چند اشعار دھیمی اور مترنم آواز میں پڑھتے۔ اپنا تجربہ ہے کہ جونہی حضرت گنگنانا شروع کرتے فیض کا در کھلتا اور توجہ الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوجاتی۔ عام طور پر ذیل کے اشعار پڑھتے۔ کبھی کبھی تخلّف بھی ہوجاتا۔

مومنا ذکر خدا بسیار گو
تا بیابی در دو عالم آبرو
ذکر گو ذکر تا ترا جان است
پاکئ دل ز ذکر رحمٰن است

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

گر تو خواہی زندگی جاوید باش
ذکرِ او کن ، ذکرِ او کن ، ذکرِ او

ذکرِ او سرمایۂ ایمان بود
ہر گدا ز ذکرِ او سلطان بود

پس بزرگہا است اندر یادِ او
یادِ او کن ، یادِ او کن ، یادِ او

یا محمد مصطفیٰ قربان تیرے نام پر
جو ادب سے نام لے وہ قابلِ انعام ہے

مظہرِ حق قامت دلجوئے تو
دیدہائے محو رُخِ زیبائے تو

اے ہلالِ عید جود ابروئے تو
چشم امید مریداں سوئے تو

مفلسانیم آمدیم در کوئے تو
شیئاً للہ از جمالِ روئے تو

دست بکشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازوئے تو

گر ہمی خواہی کہ باشی در دو عالم ارجمند
دائما باشی غلامِ خاندانِ نقشبند

وصیت بنام حضرت مولانا شمس الہدیٰ اطال اللہ بقائہ

خلیفہ و جانشین حضرت حاجی منظور احمدؒ قطبِ زمانہ

۱۔ طالبین پر خوب محنت کرو۔ اس معاملے میں بخیل نہ بنو۔

۲۔ خود بیں بنو تاکہ تیری نظر جس پر پڑے وہ بھی خود بیں ہو جائے۔ یعنی اپنا محاسبہ کرتے رہو۔

۳۔ اپنے عمل پر ناز نہ کرو۔

۴۔ دل جمعی کی کوشش کرو۔

۵۔ ہر حال میں اللہ کو حاضر و ناظر جانو۔

۶۔ طالبین سے اختلاط کم رکھو۔

۷۔ کھانے پینے کا انتظام اپنے ذمہ نہ لو۔ باہر سے جو لوگ آویں خود اپنا انتظام کرلیں۔

۸۔ طریقت میں قدم رکھنے سے قبل جو کچھ گناہ ہوا اللہ معاف کردے گا لیکن اب تمھاری لغزش قابلِ مواخذہ ہوگی۔ اللہ کی پکڑ سخت ہے۔ ڈرو!

۹۔ تمھارا سلوک تمام ہو چکا ہے۔ اللہ سے دعا ہے تجھے جذبہ میں ڈال دے۔ سیر النفسی کے محل کی تعیین فرمائی۔

صدرِ سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا مشق جاری رکھو۔ سلسلہ کو تجھ سے فروغ ہوگا۔ قلب ونفس سے تمام معاملہ طے ہو جاتا ہے۔

میں نے تم پر بڑی محنت کی ہے اور ناظر علی احمد پر بھی۔ پھر حضرتؒ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھایا اور فرمایا یہ بڑی چیز ہے۔ قدر کروگے، بنظر مولویت اس کو نظر انداز نہ کروگے، وظیفوں میں رکھوگے تو بہت فائدہ ہوگا۔ کاغذ مذکور میں مندرجہ ذیل اشعار لکھے گئے ہیں۔

کر تجسس گوہرِ مقصود مل جائیں گے شوق

دل کے ویرانے میں ہے گنج بہا پوشیدہ سب

من آں حاکم کہ ابر نو بہاری

کند از لطف بر من قطرہ باری

اتصال بے تکیف بے قیاس
ہست رب الناس را باجان ناس
نازم بخشم خویش کہ جمال تو دیدہ ام
بوسم بدست خویش کہ آب وضو طلبیدۂ
در کوئے نیک نامی مارا گزر نہ دادند
گر تو نمی پسندی تبدیل کن قضا را

اگر میرے اس مشورے پر عمل کروگے تو تمھاری توجہ میں صلاحیت پیدا ہوگی۔تم جسے دیکھوگے اس میں صلاحیت پیدا ہوگی۔

وصال سے چند روز قبل ذیل کا شعر لکھوا کر بھجوایا۔

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
من نمی گویم مگر دلدار می گوید بگو

(الاکلیل، جدید ایڈیشن، صفحہ:۳۳۱)

عارف کامل حضرت حاجی منظور احمد نقشبندیؒ کی فراست وبصیرت پر مبنی نصیحت و وصیت بنام محمد ثمین اشرف

۱۔ دوامِ ذکر کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ دل ہر وقت یادِ حق میں مشغول رہے اور قلب کی اصلاح کے بعد نفس کا تزکیہ آسان ہوجاتا ہے۔نفس کی امّارگی سے پاک وصاف ہونا مطلوبِ شریعت ہے .... یہ دولت کسی اہلِ دل کی مجلس سے ہی نصیب ہوتی ہے۔اس لیے انابتِ تام کے ساتھ دوامِ ذکر کی نعمت کے حصول کے لیے جان و دل سے پوری کوشش کرنی چاہیے تاکہ کمالِ ایمانی نصیب ہوجائے۔حضرت امام احمد حضرت حسنؒ سے نقل کرتے ہیں کہ مومن اپنے ارادے میں کوئی قدم نہیں اُٹھاتا جب تک اپنے قلب کا محاسبہ نہیں کرلیتا ہے، اور فاجر اپنے نفس کا کوئی محاسبہ نہیں کرتا ہے اور جو کچھ کرنا ہے کرگزرتا ہے۔یہی فرق ہے مومن اور فاجر میں۔

مومن اپنے نفس کا حاکم ہوتا ہے اور اپنے نفس کا محاسبہ رضائے الٰہی کے لیے کرتا ہے اور

جو شخص دنیا میں اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے، قیامت کا حساب اس پر آسان ہوگا۔
الغرض یہ کہ خوش نصیب ہے وہ بندہ جس نے اپنے اعضائے سبعہ کی حفاظت کر لی، اس نے گویا تمام الطافِ ربانی کو حاصل کر لیا۔

۲۔ ایک روز حقیر (ثمین اشرف) سے کہنے لگے حالات بہت بدل گئے، وقت اور یہ دور فتنہ و فساد کا ہے۔ اپنے ایمان کی سلامتی کی دعا کرنی چاہیے اور میرے لیے بھی بس حسنِ خاتمہ کی دعا کر دو۔ (اللہ اکبر کبیراً قطب ارشاد کا اپنے حسنِ خاتمہ کا فکر مند ہونا ہم سیہ کاروں کو بیدار کرنے کے لیے کافی ہے۔)

پورا معاشرہ شریعت سے بیزاری میں مبتلا ہے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے قدری ہر طرف ہو رہی ہے اور حد یہ ہے کہ ہمیں اس کا احساس بھی نہیں ہے۔ باطن اس قدر خراب ہوگیا کہ سنت کی مخالفت اور شریعت کی پامالی پر لوگ نازاں ہیں بلکہ فخریہ کلمات بولتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ اللہ کا عذاب بس اس کی رحمت سے رکا ہوا ہے۔

۳۔ سالکین کو ناجنس کی صحبت سے خوب خوب بچنا چاہیے۔ عدم احتیاط کی صورت میں بہت نقصانات ہوتے ہیں۔ ناجنس وہ لوگ ہیں جن کو سلوک سے ناواقفیت یا وہ غافل ہیں، جن کو سلوک اور لذتِ ذکر و فکر سے مناسبت نہیں یا وہ اس سے ناآشنا ہیں۔ کبھی کبھی سالکین کے باطن پر ناجنس کی غلط صحبت کا اثر پڑتا ہے جو ذریعہ حجاب کا بن جاتا ہے اور یہ حجاب کبھی طویل محرومی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ کبھی شکوک و شبہات کا ذریعہ بن کر شرحِ صدر کی کیفیت کو کھو دیتا ہے۔ ایسے وقت میں کثرتِ استغفار کے ساتھ دعاء و مناجات اور فوراً مرشدِ کامل کی صحبت میں بھاگنا چاہیے ورنہ تباہی آجاتی ہے۔ ہمارے طریقے میں صحبتِ شیخ اہم ہے۔

۴۔ عزیزم جب صاحبِ ایمان کمال اتباعِ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کر لیتا ہے اور اطاعت کی غایت کو پہنچ جاتا ہے تو ان کے قلوب پر تدریجاً علومِ ربانیہ اور اسرارِ تکوینیہ منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ نیز گناہ و معاصی کے آثارِ نحوست، اور جن معاصی کا ارتکاب ہوا ہے اس کے داخلی و باطنی تغیر و تبدل کا عیاں ہونا اور اعمالِ صالحہ کے انوارات و

تجلیات، حتی کہ ہر ہر اعمالِ خیر کا الگ الگ ذوقی وشعوری نور کا تمیز پیدا ہونا، قوتِ مدرکہ کا تیز ہونا فراستِ ربانیہ کا دونوں رخ کا مشاہدہ کرنا حق جل مجدہ کی جانب سے عطا ہوتا ہے۔ یہ سب کمال اتباعِ سنتِ رسولؐ کا ثمرہ ہے۔

عزیزم! مگر اس کی صحت کا مدار اقوالِ رجال نہیں بلکہ قرآن و حدیثِ نبوی علیہ الصلوٰۃ و السلام ہیں ورنہ سب کے سب کلیتہً مردود ہیں۔

بہرحال باطن کا ظاہر سے اور ظاہر کا باطن سے نہایت گہرا تعلق اور ارتباط ہے۔ یعنی اعمال انسان ظاہری کرتا ہے۔ اگر از جنس خیر ہے تو اس عمل کا نور اس کے دیدۂ باطن پر مختلف کیفیات کے ذریعہ پڑتا ہے۔ اسی طرح اعمالِ شر کا آثارِ بد مختلف اشکال کی صورت میں تغیر وتبدل ہوتا ہے....

یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی اس شخص کے سلسلے میں جو نماز میں امام سے سبقت کرتا ہے۔ گدھا بلید طبع ہوتا ہے اور یہ بھی اس سے کم نہیں بلکہ اس سے زیادہ ہے۔ وہ بے عقل ہے اور یہ عقل رکھتے ہوئے بے عقل ہیں۔

۴۔ ہمارے نقشبندیہ طریقے کی اہم شے اتباعِ سنتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ سالک کو خوب خوب جملہ اعمال میں اتباعِ سنت کا اہتمام کرنا چاہیے۔ استقامتِ سنت سے بڑھ کر کوئی کرامت نہیں۔ نبی کی اتباع سب سے بڑا سلوک اور تمام کرامت سے بڑھ کر کرامت ہے۔

۵۔ نیستی اور عجز کو اختیار کرے، نگاہ ہمیشہ فضلِ رب پر ہو کیونکہ ذاتِ حق وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ ربّ ذو الجلال کی ہستی کے سامنے اپنی پستی و نیستی کو فراموش نہ کرے۔ بارگاہِ ربّ العزت میں باریابی کے لیے ذلت کی راہ اختیار کرے۔ یہ نیستی و ذلت کا راستہ آسان ہے، پندار سے خالی اور بندہ اور بندگی کا راز اسی میں پوشیدہ ہے۔ یہ چند یادیں تھیں جو سپردِ قلم کردی گئی ہیں۔

اگر توفیق ملی تو حضرت کی صحبت میں جو علمی تحقیق عارف کامل سے سنی ہیں اسی وقت یادداشت لکھ لی تھی۔ اب مرتب کرنے کا ارادہ ہے۔ ثمین اشرف

وصیت مرشدی بنام محمد ثمین اشرف

۱۔ حال یا احوال کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اگر اعتبار و اعتماد کے لائق کوئی چیز ہے تو وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل ... نیز اگر اعمال و احوال قرآن وسنت کے مطابق ہیں تو شکر بجا لاؤ ورنہ سب کے سب مردود ہیں، اور اس کا بھی خیال رکھو کہ قرآن وسنت کی تشریح وہی معتبر ہے جو سلف وصالحین اور عارفین و راسخین فی العلم سے مروی ہے۔

۲۔ قرآن وسنت کے مقابلے میں اقوال واحوالِ رجال حجت نہیں۔ حجت تو آقاؐ کی شریعت وسنت ہے۔ (صفحہ:۳۹۴)

۳۔ کمالِ اطاعتِ شریعت اور اتباعِ سنت کی غایت ونہایت پر پہنچنے کے بعد قلوب پر تدریجاً علومِ ربانی وتجلیاتِ رحمانی منکشف ہوتے ہیں۔ اس کی صحت کا مدار بھی قرآن وسنت ہیں ورنہ چنداں قابلِ التفات نہیں۔

۴۔ ہماری ترقی کی راہ اتباعِ سنت میں مضمر و پوشیدہ ہے۔ خاص کر طریقۂ نقشبندیہ میں اصل اور بنیاد سنت ہی ہے۔

۵۔ چھوٹی چھوٹی سنت پر عمل سے بڑی سنت پر عمل آسان ہوجاتا ہے اور چھوٹی سنت کا نور بھی ایمان وایقان کو یقین کی قوت بخشتا ہے۔

۶۔ سنت میں کشش ہے، بندہ کو مولا سے ملا دیتی ہے۔ ولایت کے مقام کی شاہراہ ہے اور منزلِ مقصود، صراطِ مستقیم کی حتمی ویقینی ضمانت ہے۔ بس عزیزم! سنت پر استقامت ہزار کرامت سے زیادہ قابلِ حمد وثنا ہے۔

۸۔ ذکر پر مداومت ہو، سنت پر استقامت ہو، شریعت کی اطاعت ہو، استغفار کی عادت ہو، حق و باطل کے درمیان تمیز کی قوت ہو۔ الغرض دنیا میں ہدایت پر ہو، آخرت میں منجانب اللہ اہلِ سعادت واہلِ شفاعت ہوگا۔

۹۔ ہمیشہ اپنی آخرت کے سنوارنے کی فکر ہو، شقاوت کے اعمال سے دوری ہو، قساوتِ قلبی

کے اعمال سے بچے جس کی تفصیل حدیث میں موجود ہے۔
اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اہلِ سعادت کے اعمال کی توفیق طلب کرے اور قساوتِ قلبی سے پناہ چاہے۔

۱۰۔ قلب کی نرمی ذکر اللہ سے اور تلاوتِ کلام اللہ سے ہوتی ہے۔ ان دونوں کا اہتمام کرے۔ نیز اللہ والوں کی صحبت سے دل جلد متاثر ہوجاتا ہے اور اللہ اللہ کرنے لگتا ہے۔

۱۱۔ اپنے احوال کو ناجنسوں سے نہ بیان کرنا نہ ہی غیر ضروری اختلاط ناجنس سے رکھنا۔ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کا خوب خیال رکھنا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ

حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ

(ولادت: ۳؍شعبان ۱۲۶۲ھ م ۲۸ جولائی ۱۸۴۶ء۔ وفات: ۶؍ربیع الاول ۱۳۴۶ھ م ۱۳؍ستمبر ۱۹۲۴ء)

۱۔ جو چیز سب سے زیادہ نمایاں اور بنیادی معلوم ہوتی ہے وہ محبت اور اطاعت ہے۔ یعنی ایک طرف مسلمان کا دل سوز و گداز اور عشق و محبت سے لبریز ہو، دوسری طرف طریقِ سنت اور جادۂ شریعت سے ایک قدم منحرف نہ ہو۔ دونوں کے حدود و آداب کا ہر وقت خیال رکھے۔ ضبطِ محبت و شرطِ محبت اور مسترشد سے اصلاح و تربیت کا قریبی اور عملی تعلق قائم رکھے۔

۲۔ شروع میں کچھ محنت ضرور ہے، جب دل محبت سے بھر جائے گا تو پھر برسوں کا کام گھنٹوں اور منٹوں میں ہونے لگے گا۔

۳۔ سارا تصوف اور سارا مجاہدہ اور روحانی کمال یہ ہے کہ آدمی سب کچھ کرے لیکن اس کا دل ہر وقت یادِ حق میں لگا رہے۔ اصل یہ ہے کہ اللہ سے رابطہ و واسطہ پیدا ہو۔

۴۔ آنکھ سے دیکھو، کان سے سنو، ہاتھ سے کام کرو۔ دل کو اس کے (یعنی اللہ تعالیٰ) کے ساتھ مشغول رکھو۔

۵۔ پچھلی شب آنکھ کھل جائے تو اس وقت نہایت توجہ اور حضورِ قلب سے اپنے گناہوں کا خیال کرو اور استغفار پڑھا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے اچھے لوگوں کی خوبیاں بیان کی ہیں۔ اس میں یہ

بھی فرمایا ہے ﴿بِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ (سورۂ ذاریات، آیت: ۱۸) وہ صبح صبح استغفار کرتے ہیں۔

۶۔ قلب پر اگر حق تعالیٰ کے فضل کی بارش ہو اور عمدہ جذبات اور واردات اس طرف سے آئیں تو اس کی قدر و حفاظت ضروری ہے۔ ورنہ نعمتِ عظمیٰ کی ناشکری ہوگی۔ جس کا نتیجہ حرمانِ نعمت اور قہرِ مُنعم ہے۔ اور جو نعمت ناشکری کی وجہ سے چھین لی جاتی ہے پھر نہیں ملتی، ہزار سر پٹکے۔ بہت ہوشیار رہنا چاہیے۔ حفاظت یہ ہے کہ جس اعمال کی وجہ سے وہ نعمت ملی ہے اس پر استمرار اور دوام شکر اور عجز کے ساتھ اس کے منافیات سے اجتناب رکھے۔

۷۔ مولانا! ان باتوں کو دل میں جگہ دیجیے اور خوب غور کر کے اس پر عمل کیجیے۔ اللہ کی یاد اور اس کی عبادت میں وہ لذت و کیفیت ہے کہ دنیا کی کوئی لذّت اس کے عشرِ عشیر (دسواں حصّہ) کو بھی نہیں پہنچتی۔ اللہ کی یاد سے قلب کو اطمینان ہو جاتا ہے کہ کسی امیر و نواب و بادشاہ کو نہیں ہو سکتا۔ ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (سورۂ رعد، آیت: ۲۸) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اہل علم سے نہایت تعجب ہے کہ اطمینانِ قلب اور راحت کے لیے دنیا کے اسباب میں پریشان ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کے ارشاد پر نظر نہیں کرتے۔ زیادہ لکھنا، فضول ہے۔ میں نے غالباً زبانی بھی کہا تھا کہ پہلے اسم ذات کی مشق کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ ہر رگ و پے سے یاد ہونے لگے اور اس کی یاد سے تمام جسم زبان بن جائے۔

مولانا! طالب کی جب یہ حالت ہوتی ہے اور خود بخود تمام جسم سے ذکر ہونے لگتا ہے تو اس قدر کیفیت ملتی ہے جس کی حد و انتہا نہیں اور بے اختیار اس کی زبان سے یہ جاری ہوتا ہے۔ بادشاہی سے تو بہتر ہے گدائی تیری۔ (۳۹۲۔ اقوال سلف ج:۴، ص:۳۳۴)

۸۔ یہ خیال کہ ہم اس قدر درود شریف پڑھتے ہیں یا ایسی حالت رہتی ہے اور پھر زیارت سے محروم ہیں اس سے دو باتیں مترشح ہوتی ہیں اس قدر پڑھنے کو، کوئی چیز سمجھنا، دوسرے مایوس ہونا۔ یہ دونوں باتیں کم فہمی اور اللہ کی محبت کی کمی کی نشانی ہیں۔ سچے محبوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ جو اس شعر سے ظاہر ہو رہی ہے۔

ہجرے کہ بود رضائے دلبر

از وصل ہزار بار خوشتر

یعنی جس ہجر میں محبوب کی رضا وخوشنودی ہو وہ اس کے وصال سے ہزاروں گنا خوشتر ہے۔

ہماری بندگی اور اطاعت کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ اپنی اطاعت وفرمانبرداری کا خیال بھی دل میں نہ ہو۔ ہر وقت اپنے کو قصوروار سمجھے اور دل میں قلق ہو کہ ہم سے کچھ نہیں ہوسکتا اپنے کیے کو کچھ سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ (۳۹۵)

۹۔ اے عزیزو! میں یہ نہیں کہتا کہ اس پر عمل کر۔ اَصْلِحُوْا دُنْیَاکُمْ وَ اعْمَلُوْا لِاٰخِرَتِکُمْ ۔ یعنی اپنی دنیا کی اصلاح کرواور آخرت کے لیے عمل کرو۔ دنیا کمانے میں اللہ تعالیٰ کا خیال رہے۔ یعنی اس طرح کماؤ کہ جس سے اللہ بھی راضی رہے۔ یعنی حلال طریقہ سے کماؤ۔ اور اس میں اللہ کے حقوق کا خیال رکھو۔ اور پھر حقوق العباد کا اس سے بھی زیادہ خیال رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور اسے تمہاری پرواہ نہیں، اور بندے محتاج ہیں اس لیے حقوق العباد کا خیال بہت ضروری ہے۔ ورنہ اس کی معافی مشکل ہے۔ (۳۹۷)

۱۰۔ خوب یاد رکھو! طالب کبھی محروم نہیں رہتا اور کچھ دنوں حجاب میں رکھ کر شوق کو بڑھانا اور اس کو تڑپانا بڑی عنایت ہے اور انجام ظاہر ہے۔

کششے کہ عشق دارد نگذ اردت بدینساں

بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد

عشق کے اندر جو جذب وکشش ہے وہ تم کو یوں ہی نہیں چھوڑے گا بلکہ اگر جنازہ میں شریک نہ ہوگے تو مزار پر تو ضرور ہی آؤ گے۔ (۳۹۸۔ اقوالِ سلف، ج:۴، ص: ۳۳۵)

ذکر وشغل کی حکمت

(۱۱) صوفیائے کرام نے جو ذکر وشغل بیان فرمائے ہیں ان کا اصل مقصود یہ ہے کہ احکامِ شرعی جیسا ہونا چاہیے اسی طرح پر ادا ہونے لگیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے: اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ وَ اِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ ۔ یعنی کمالِ ایمان اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ عبادت کے وقت غلبۂ محبت سے اس قدر اسے

حضوری ہو کہ گویا حق تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ وہ اس کے ساتھ موجود ہے۔ اور ادنیٰ مرتبہ حضوری کا یہ ارشاد ہوا کہ یہ خیال بندھ جائے کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ (سیرت مولانا مونگیری، ص:۳۷۲۔ کمالاتِ محمدیہ، ص:۱۱۷)

طلب اور ہوس کا فرق

(۱۲) طالب اس زمانہ میں گویا مفقود ہیں۔ اوّل تو کسی کو یادِ حق کا خیال ہی نہیں ہوتا، بلکہ ان باتوں کو کوئی بدعت کہہ کر لوگوں کو ہٹاتا ہے، کوئی کہتا ہے ترقی سے مانع ہیں۔ اب اگر کسی کو توجہ ہوئی تو طلب نہیں ہوتی، ہوس ہوتی ہے۔ جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو عمدہ سمجھ کر خواہش کرتا ہے اسی طرح اس کی بھی خواہش بعض کرتے ہیں۔ طلب میں اور ہوس میں بڑا فرق ہے۔ طالب کسی وقت محنت سے نہیں تھکتا اور وہ محنت اسے گراں نہیں معلوم ہوتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ وہ حصولِ طلب سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ اس وقت کے طالبوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ چند دنوں میں تھوڑی سی محنت کر کے تھک جاتے ہیں اور مایوس ہو کر چھوڑ دیتے ہیں اس لیے محروم رہ جاتے ہیں۔ (سیرت، ص:۳۷۴۔ کمالاتِ محمدیہ، ص:۱۲۱)

(۱۳) شریعت پر عمل کرو۔ جو وظائف حدیثوں میں آئے ہیں ان پر عمل کرنا کافی ہے۔ صوفیائے کرام جو وظائف تعلیم فرمائے ہیں وہ انہی کے لیے زیبا ہیں جو خاص اسی کام کے ہو جاتے ہیں۔ اگر تم نے کچھ لیا اور وہ پورے طور پر نہ ہوا تو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ (ایضاً)

ذکر میں یا کسی عبادت میں لذت کا نہ ہونا

(۱۴) طلبِ حق اور وصل الی اللہ نہایت مشکل چیز ہے۔ دنیا میں کوئی شئے ایسی مشکل نہیں۔ ہاں جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے۔ اگر کسی گدا کے گھر میں بادشاہ چلا آئے تو یہ بادشاہ کی بندہ نوازی و سرفرازی ہے۔ بغیر اس کے اگر وہ گدا اپنی خواہش اور اپنی سعی سے اپنے گھر میں لانا چاہے تو عقل میں نہیں آتا، بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہے۔

(۱۵) ذکر میں یا کسی عبادت میں لذت کا نہ ہونا اور وسوسوں کا زیادہ آنا اس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں جس میں ایک محبتِ ناجنس ہے۔ اب تمام دن تو ناجنسوں کی صحبت میں

رہا ہے جس سے قلب میں تاریکی اور نجاست آ گئی ہے، پھر وہ تھوڑی یاد (ذکر) سے کیوں کر جاتی رہے۔ اگر کچھ زائل ہوئی تو کل پھر وہی صحبتِ ناجنس موجود ہے۔ جو کیف آج آیا تھا وہ کل کی صحبت نے زائل کر دیا۔ اللہ نے قلب مختلف بنائے ہیں۔ بعض ایسے شقی القلب ہوتے ہیں کہ جن کی صحبت، ان کے پاس سے گزر جانا طالب کے قلب کو ایسا خراب کر دیتا ہے کہ ایک عرصہ کی محنت برباد ہو جاتی ہے۔ طالب کو چاہیے کہ اس کا خیال رکھے کہ جس کی صحبت سے اس کا قلب منتشر ہو اس سے حتی الامکان بچتا رہے۔ اور اس کی شناخت اس طرح کرے کہ جس روز ذکر میں زیادہ بے لطفی ہو تو غور کرے کہ اس کا سبب کیا ہے؟ آج میں کس کے پاس بیٹھا ہوں۔ میں نے آج کیا کیا ہے۔ کیسا کھانا کھایا ہے۔ کوئی گناہ تو مجھ سے سرزد نہیں ہوا ہے۔ کھانا مالِ حرام سے یا مشتبہ تو نہیں تھا۔ خوب غور و فکر کے بعد جو معلوم ہو اس سے پرہیز کرے اور اس وقت نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر توبہ کرے اور عہد کرے کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔ اگر ایسا کرو گے تو ضرور ذکر میں لذت آنے لگے گی اور بغیر توبہ ذکر کی لذت کا خواہاں ہونا نادانی ہے۔

(سیرت، ص: ۳۹۰۔ کمالاتِ محمدیہ، ص: ۲۳۱)

وظیفہ کی کمیت نہیں، کیفیت درکار ہے

(۱۶) بہت زیادہ وظیفہ پڑھنا مفید نہیں ہے۔ بلکہ کوشش یہ کرنی چاہیے کہ دل میں اللہ پاک کی محبت بس جائے۔ دنیا کی کسی چیز کی وقعت قلب میں نہ رہے۔ جو کام کرے اللہ پاک کے لیے کرے۔ ایسی حالت پیدا ہو کہ اللہ کے لیے جان و مال نثار کرنا آسان ہو۔ جس کے دل میں اللہ کی محبت بس جاتی ہے اس کو جان و مال نثار کرنا فقط آسان ہی نہیں ہوتا بلکہ اس قدر مسرت ہوتی ہے کہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ (سیرت، ص: ۳۹۶)

(۱۷) اگر اللہ کے سوا کسی سے دل کو تعلق ہو جائے یا کوئی بری عادت دل میں جگہ پکڑ جائے تو ذکر نفی و اثبات میں اسی شئے کی نفی کرے۔ مثلاً کسی کو مال کی محبت ہے تو اس کے دور ہونے کے لیے۔ لا الہ کہتے وقت یہ خیال کرے کہ اللہ کی محبت میرے قلب میں ہے۔ اسی طرح جو مانع پیش آوے اس کو اسی طرح رفع کرے اور جب تک وہ رفع نہ ہو اسی طریقہ کو کیے جائے۔ بفضلہٖ تعالیٰ وہ مانع دور ہو جائے گا۔ خوب تجربہ ہوا ہے۔ (سیرت، ص: ۴۰۰)

(۱۸) ہم تو وہی باتیں کرتے تھے جو حدیث میں آئی ہیں۔ اسی سے کلمہ 'لا الہ الا اللہ' جاری رہتا تھا۔ یاد رکھو کہ جو بات شریعت کے اتباع اور ان اعمال سے حاصل ہوتی ہے جو حدیث میں آئے ہیں وہ کسی سے نہیں ہوتی۔ (سیرت، ص:۴۰۱۔ ارشادِ رحمانی، ص:۱۴)

(۱۹) نیک بختی اور شئے ہے اور ولایت اور چیز ہے۔ ولایت محض عنایتِ ربانی سے ہوتی ہے۔ پڑھنے پڑھانے سے کیا ہوتا ہے۔ دیکھو میں کچھ قرآن شریف پڑھ لیتا ہوں اور تھوڑا سا کچھ اور۔ اللہ ورسولؐ پر جان قربان کرنی چاہیے، اس سے سب کچھ ہوتا ہے۔ شعر

سحر میں سامری کے کیا قدرت
تیری آنکھوں میں جو اثر دیکھا
ہجومِ داغ نے میرے گلفشانی کی
کہ اس نے آپ تماشے کو مہربانی کی

حضرت مولانا محمد عارف صاحب ہرسنگ پوریؒ خلیفہ حضرت مونگیریؒ

۱۔ بال بچوں پر جو خرچ کرتا ہوں محض اللہ واسطے کرتا ہوں۔ سب کام اللہ کے واسطے کیا کرو۔ تم لوگ بھی میری خدمت اللہ کے واسطے ہی کیا کرو۔

۲۔ نوجوانو! پرہیز سے رہو۔ خبردار! بدچلنی سے بچو! حیاء ایمان کا حصہ ہے۔ تقویٰ اختیار کرو۔ میرے اہل وعیال میں سے جو بھی تقویٰ اختیار کرے گا کبھی محتاج نہیں رہے گا۔

۳۔ مہمان کے کھلانے میں زیادہ تکلّف نہیں کرنا چاہیے۔ جو کچھ بہ سہولت میسر ہو وہی کرنا چاہیے، اس سے راحت ہوتی ہے۔

۴۔ فضول خرچی نہیں کرنی چاہیے۔ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہوتے ہیں اور بخل بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے آمدنی بند ہو جاتی ہے۔ مثال دیتے ہوئے فرمایا دیکھو دریا کے جاری رہنے میں بے حساب پانی ایک طرف سے آتا ہے اور دوسری طرف کو جاتا ہے اگر اس کے دہانے کو بند کر دیا جائے تو پانی کی روانی کے ساتھ اس کی آمد بھی بند ہو جاتی ہے۔

(اقوال سلف، ج ۵، ص:۱۰۵)

حضرت مولانا عبدالرشید رانی ساگریؒ خلیفہ حضرت مونگیریؒ

(ولادت: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ۔ وفات: ۱۶؍ربیع الاول ۱۳۸۹ھ بمقام چترا، گیا)

۱۔ کشف و کرامات کوئی چیز نہیں یہ تو بعض ملحدوں اور سادھوؤں کو بھی حاصل ہوجاتا ہے، یہ کوئی کمال کی چیز نہیں اور نہ اس کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ مولیٰ کی رضا کس میں ہے اور کس کام سے رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ سب سے بڑی کرامت اور مسلمان کا سب سے اہم کارنامہ اتباعِ سنت ہے۔ جس کو یہ چیز حاصل ہو سمجھ لو کہ کامیاب وہی ہے۔ ولی کامل اِس زمانہ میں وہ ہے جس کے حصہ میں اتباع سنت ہے۔

(تذکرہ مولانا، ص: ۱۳۸۔ اقوالِ سلف، ج: ۵، ص: ۲۳۲)

۲۔ نماز باجماعت کا کفار پر رعب پڑتا ہے۔

فائدہ: خوب پتے کی بات ارشاد فرمائی۔ اگر مسلمان آج اہتمام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے لگیں تو ایوانِ کفر میں زلزلہ آجائے اور کفار یقیناً مرعوب ومتاثر ہوجائیں۔

۳۔ میرے سلسلے میں بیعت ہونے کے بعد سوا لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھنے کا حکم ہے۔ مغفرت کے لیے یہ بڑی دولت ہے۔ پڑھنے کا طریقہ یہ ہو لا الٰہ الا اللہ ہر دانہ پر پڑھو اور جب تسبیح میں ۳۳ دانے کے بعد بڑا دانہ آئے اس پر پورا کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو۔ چالیس دن میں سوا لاکھ کی تعداد پوری کرنے کی سعی ہونی چاہیے۔ چالیس دن میں نہ ہو تو پھر آسانی سے جتنے دن میں ہوسکے تعداد پوری کرو لیکن ناغہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگر درمیان میں کسی دن ناغہ ہو جائے تو پھر از سرنو شروع کرنا چاہیے۔ (تذکرہ، ص: ۲۱۸۔ سلف، ج: ۵، ص: ۲۳۳)

۴۔ اپنے لیے نماز و تسبیح تو اپنی جگہ، مگر اسی کے ساتھ اپنی عورتوں کو بھی نمازی بنانا چاہیے۔ سنیے! چار عورتوں کے متعلق سوال ہوگا: ماں، بیٹی، بیوی اور بہن۔ جب دنیا میں ہم ان کی رسوائی گوارہ نہیں کرسکتے آخرت کی رسوائی کیسے گوارا کریں گے۔ اس کا بھی ہمیں احساس ہونا چاہیے۔

۵۔ اللہ والوں کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دیکھنے سے اللہ یاد آئے، آخرت کا خوف اور اعمالِ صالحہ کی رغبت ہو، اور گناہوں سے نفرت کا جذبہ اُبھرے۔

۶۔ جب کسی کو کسی مصیبت کا خطرہ یا فساد کا اندیشہ ہو تو سورۃ لِایلٰف کا ختم پڑھے اور خوب خشوع وخضوع سے دعاء کرے۔

ختم کا طریقہ یہ ہے: ۲۵ مرتبہ درود شریف پڑھ کر سورۃ لِایلٰف ایک سو گیارہ (۱۱۱) مرتبہ پڑھ کر پھر اس کے بعد ۲۵ مرتبہ درود شریف پڑھ کر جس چیز کا خوف ہو اس کے دفع ہونے کے لیے حق تعالیٰ سے دعاء کی جائے۔

۷۔ ہر روز سورۂ اخلاص قل ھو اللہ احد گیارہ بار پڑھ کر اس کا ثواب پورے عالم کے مسلمانوں کو بخش دیا کرو۔ اس سے ثواب منقسم نہیں ہوگا، انشاء اللہ پورا پورا ثواب سب کو ملے گا۔

اسی کے ساتھ روزانہ حضور پُر نور ﷺ اور اپنے شیخ و والدین اور سلسلہ کے اکابر کی ارواح کو ایصالِ ثواب کیا کرو۔

بزرگوں کی دعائیں کیوں قبول ہوتی ہیں؟ اس لیے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر پورا یقین ہوتا ہے۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۲۳۴)

قطب الارشاد حضرت مولانا عبدالعزیزؒ بسنتی، سیتامڑھی، بہار

(وفات: چہارشنبہ، ۱۷ رمحرم الحرام ۱۳۷۲ھ)

(۱) عشق نہیں تو کچھ نہیں عالمِ کائنات میں۔

(۲) جو محبت کی لذت سے ناآشنا، یقین کی دولت سے محروم، ذوق وشوق سے خالی دل ہے، یہ بھی کوئی دل ہے کہ معرفتِ حقیقی اور حیاتِ ابدی کی سیر نہ ہو۔ عشق کے آبِ حیات سے دل کی ویران زندگی کو باغ و بہار میں بدل دینا چاہیے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۱۱۶)

وصیت تربتِ رسول ﷺ

آپ کے پاس خاکِ پاکِ تربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس کو وصیت کے تحت آپ کے ساتھ رکھ دیا گیا۔

پسِ مردن اگر یارو میسر ہو تو مَل دینا
کفن میں خاک پائے دلربا کافور کے بدلے

(۳) عشق نام اللہ کا ہے جو عاشقوں کے سینہ بہ سینہ آتا ہے۔ یہ نام کتابوں میں نہیں ہے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما
اے طبیب جملہ علت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموسِ ما
اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
عشق آں شعلہ است کہ چوں برافروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغِ لا در قتل غیرِ حق براند
درنگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

(ص۱۱۶)

دین کے مطابق زندگی گزارنا ہی طریقت ہے

روزمرہ کی زندگی میں اسی پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ آیا کون سا کام خلافِ شرع ہوا اوراس کی اصلاح کی جائے۔ دین کے مطابق زندگی گزارنا ہی تو طریقت ہے۔ پیری مریدی کیا ہے؟ بس احکامِ شرع پر بلاجھجک قدم اُٹھانا ہی تو ہے۔ جائز و ناجائز، حلال وحرام کی تمیز رکھ کر زندگی گزاریئے۔ دِقت و پریشانی تو زندگی کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اسی میں چلنا ہے اور اعمالِ رسول اللہ ﷺ کو اپنی زندگی میں داخل کرتے رہنا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص:۱۴۸)

قرآن مجید ہدایت، تلاوت اور تفکر وتدبر کے لیے ہے۔ طاق میں رکھنے کے لیے نہیں۔ حق جل مجدہ نے ہم کو قرآن مجید پڑھنے اوراس پر عمل کرنے کے لیے دیا ہے۔ محض تبرکاً طاق پر سجا کر رکھنے کے لیے نہیں۔ اور بہت پیار کے ساتھ خطاب کیا:

"یٰـاَیُّھَـا الَّـذِیۡنَ اٰمَنُوۡا" ! میرے ماننے والو! فلاں فلاں احکامات پر دل وجان سے عمل پیرا ہو جاؤ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم دل سے تصدیق کریں اور عمل پیرا ہوں۔ منافقین کی طرح زبان سے منکر نہ بنیں۔ (ارواحِ طیبہ، ص:۱۵۶)

شریعت وطریقت

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر عمل کرنا شریعت ہے۔ اوراس عمل سے جونور اور فرحت پیدا ہوتی ہے وہ طریقت۔

طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں

تصوف کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ یہ تو احسان کا دوسرا نام ہے۔ حدیثِ جبرئیل علیہ السلام اس کی اصل ہے اوراس راہ میں طلب مقصود ہے وصول مقصود نہیں۔ مقصود کے حصول کا قلب میں تقاضا رکھنا بھی مضر اور حجاب ہے۔ جمیعت اور تفویض جو شرطِ وصول ہے تشویش کی نذر ہو جاتا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۱۵۷)

قطبِ زمانہ حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ، کنہواں- سیتامڑھی
ناظم مدرسہ اشرف العلوم

(ولادت: ۱۳۰۱ھ م ۱۸۸۳ء۔ وفات: ۱۴/ جمادی الآخر ۱۴۱۱ھ م ۲/ جنوری ۱۹۹۱ء)

۱۔ جو ذکر و درود پڑھنے کو بتلایا جاتا ہے اس پر ہمیشگی برتنی چاہیے اگر چہ کم ہو۔ مگر ناغہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے برکت ختم ہوجاتی ہے۔ خَیْرُ الْعَمَلِ مَا دِیْمَ عَلَیْہِ ۔ استقامت علی الاعمال پر قوی دلیل ہے۔

۲۔ انسان پر جو مصیبتیں آتی ہیں اُن سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ صبر کرنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام پر کتنی مصیبتیں آئیں، امتحان و آزمائش ہر مومن کی ہوتی ہے اور یہ اس کے نوازے جانے کی علامت ہوتی ہے۔

آزمائش ہے نشانِ بندگانِ محترم
امتحاں ہوتا ہے اُن کا جن پہ ہوتا ہے کرم

(از حیاتِ طیبہ مولانا اظہار الحق مظاہری)

دوست کی جانب سے جو آئے بلا وہ بلا ہرگز نہیں، وہ ہے کرم۔ (اقوالِ سلف)

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ بیماری رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی ہوگی، بددل نہ ہونا چاہیے۔ گناہوں کا مصیبتوں سے کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ آخرت کی تکلیف سے یہاں کی تکلیف جھیلنا اچھا ہے۔ یہ بیماری آزاری سب کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے بھی تو بیمار پڑتے ہیں۔ تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس نہیں ہوتے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۰۷)

(۲) وظائف کی پابندی کرنی چاہیے خواہ تھوڑا ہی ہو۔ ناغہ مناسب نہیں ہے۔ (۳۰۹)

(۳) بغیر سنت کی اتباع کے کسی نے راہِ سلوک کو طے نہیں کیا۔ اتباعِ سنت ہی اصل میں سلوک وتصوف ہے۔ ایک ایک سنت کی پیروی سے نہ جانے کتنے مقامات وقرب کی منزلیں طے ہو جاتی ہیں۔

(۴) ایک سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور احسان وتصوف بھی ایک مستقل سنت ہے۔ اس کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ اس زمانے میں اس کے زندہ کرنے کی سخت ضرورت وفکر کی ضرورت ہے اور یہ محض ایمان کی کمزوری اور دنیا کی محبت کے بڑھ جانے کی وجہ سے دشوار نظر آنے لگا ہے۔ اور ہمارا یقین کمزور ہو گیا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۱)

(۵) یقین بھی سنت ہے اور اس کی تحصیل بغیر بزرگوں کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتی۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۱)

آزمائش ہے نشان بندگان محترم
امتحان ہوتا ہے ان کا جن پہ ہوتا ہے کرم

حضرت اس کو ہر وقت پڑھا کرتے تھے۔

(۶) ترکِ دنیا یہ ہے کہ کپڑے پہنے، کھانا کھائے اور جو چیز میسر آئے اس کو استعمال کرے لیکن اس کو جمع کرنے کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور نہ اپنے دل کو کسی چیز میں پھنسائے۔ یہی ترکِ دنیا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۴)

(۷) قرآنِ کریم کی پابندی کے ساتھ تلاوت کی جائے، خواہ کم ہو یا زیادہ۔ کتاب اللہ کے ذریعہ حق جل مجدہ سے ربط پیدا ہوتا ہے۔ اور جب بھی تلاوت کی جائے تو اس خیال سے کی جائے کہ قرآنِ پاک کا نور قلب میں آتا ہے۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۳۱۵)

علماء وطلباء کے لیے

(۸) پہلے کے لوگ زیادہ عمر والے ہوتے تھے۔ دینی فضا اور ماحول اچھا مل جاتا تھا۔ اوراب عمر میں برکت باقی نہ رہی۔ مکارمِ اخلاق اور مجاہدہ و ریاضت کا وہ وقت نہ رہا۔ مدرسہ کے لڑکے اور دوسرے لوگوں میں نفس پرستی، حسن پرستی بڑھ گئی اور پہلے کی طرح مدارس میں اللہ والوں کی کمی ہوگئی۔ عبادت و ریاضت کا شوق ختم ہوگیا۔ ظاہری اور باطنی برائیوں میں پھنستے جارہے ہیں۔ ایسی حالت میں جو فتنہ ہی فتنہ ہے مرید ہوجانے پر کم از کم نماز اور روزہ کی پابندی ہوگی۔ بدکاریوں سے بچاؤ تو ہوگا۔ لہٰذا طالب علمی کے زمانے میں کسی صاحبِ نسبت اللہ والے سے ربط وتعلق کرلینا چاہیے تاکہ علم نبوت کی روشنی سے آشنا ہوسکے۔ (ص:۳۵۶)

(۹) اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ رَبِّی مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡهِ ۲۲۵/مرتبہ، لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ ۲۲۵/مرتبہ صبح وشام اور مغرب کے بعد مراقبۂ موت دس منٹ تک، اس کے بعد ایک سو پچیس مرتبہ اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ آمَنۡتُ بِاللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ پڑھ کر اللہ جل شانہ کے سامنے خوب خوب گڑگڑائیں اور رونے جیسی صورت پیدا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام خواہشاتِ نفسانی سے منہ موڑ دے۔ دنیا فانی ہے۔ ہم کو اور آپ کو اس دنیا سے بہرحال چلے جانا ہے اور ساری چیزیں یونہی پڑی رہ جائیں گی۔ کل پرسانِ حال و عزیزان کو سلام ودعا کے بعد نماز وذکر اللہ کی تلقین کیجیے۔ (ارواحِ طیبہ، ص:۴۰۸)

ہدایات ونصائح

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ!

نجاتِ اخروی کے طالب کو لازم ہے کہ اول عقائد موافق اہلسنّت والجماعت درست کرے۔ مسائلِ ضروریہ سیکھے اور اختلافی مسائل میں احتیاط پر عمل کرے۔ اور سب معاصی سے توبہ واجتناب کرے۔ حقوق العباد کا خیال رکھے۔ اہلِ حقوق کو راضی کرے۔ طہارتِ ظاہری و باطنی کی طرف متوجہ رہے۔ آدابِ شرع کا بہت پاس رکھے۔ غیر شرعی مجالس میں نہ جاوے۔

اوقات منضبط رکھے۔ مجاہدات وعبادات میں مواظبت برتے اور استقامت کی دعاء کرتا رہے۔ اور نماز باجماعت پڑھے۔ صدقِ مقال، کسبِ حلال واکلِ حلال کرے اور حرام ومشتبہ سے بچتا رہے۔ موت کو ہر وقت یاد رکھے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ اللہ جل شانہ ہماری مدد فرمائے اور ہم پر رحم فرمائے اور گناہوں کو معاف کرے اور تا دمِ واپسیں اپنی مرضیات کی توفیق دے اور انجام بخیر فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین۔ (ارواحِ طیبہ، ص: ۴۱۷)

(۱) ایک صاحبِ منصب کو نصیحت فرمائی: اللہ پاک نے آپ کو منصب عطا فرمایا ہے، اس لیے مخلوق کی خوب خدمت کیجیے۔ رشوت سے پرہیز کیجیے اور پورا پورا انصاف اور عدل برتیے۔

(۲) تارکِ صلوٰۃ شخص حاضر ہوا تو فرمایا: نماز پڑھیے۔ اللہ تعالیٰ سب پریشانیوں کو دور فرمادیں گے۔ دوسرے کے حق کو دبانا اور ضائع کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کل قیامت کے دن اپنی نیکیاں صاحبِ حق کو دینی پڑیں گی۔ اور اگر اس سے بھی حقدار کے حق کی ادائیگی نہیں ہو پائی تو اس کے گناہوں کو حق دبانے والے کے سر پر لاد دیا جائے گا۔ آیا تھا نیکیوں کا انبار لے کر مگر اب جہنم میں گناہوں کا انبار لے کر جا رہا ہے۔ (حیاتِ طیبہ، ص: ۱۳۱)

الحاج حضرت مولانا طیب صاحب کماوی رحمۃ اللہ علیہ فاضلِ دیوبند

(وفات: ۲/نومبر ۱۹۹۳ء م ۱۷/جمادی الاول ۱۴۱۴ھ)

۱۔ میری موت اگر کمایا سیتا مڑھی ہو تو مجھ کو مزارِ طیبی کنہواں مدرسہ کے پاس میں دفن کیا جائے۔

۲۔ میرا پنجم دسواں وغیرہ نہ کیا جائے بلکہ میری موت کی اطلاع اخبار میں دعائے مغفرت کے لیے اور مدارس میں قرآن خوانی کے لیے بغیر دعوت وروپیہ کے کیا جائے اور میرے نام سے ایصالِ ثواب اس طرح کیا جائے کہ کسی کو خبر نہ ہو تا کہ اس کا ثواب مجھے ملے۔

۳۔ میرے نام کی زمین میں سے میرے کل اولاد لڑکا لڑکی دونوں بیویوں میں شرع کے موافق دو لڑکی برابر ایک لڑکے کے اور بیوی کو دو آنہ آٹھواں حصہ دیا جائے بعد ادائے قیمت کفن و دَین وصیت کے۔

۴۔ دین مہر میں جو زمین رؤف النساء کو دی ہے اس میں میرے کسی اولاد کا حصہ نہیں ہے۔

۵۔ رؤف النساء کو اگر زمین فروخت کرنے کی ضرورت ہو تو اگر میرے اولاد میں سے جو لینا چاہے پہلے اس کو دیا جائے۔ نہ لے تو دوسرے کو دیا جائے۔

۶۔ عبد المتین، عبد الباسط وعبد العلیم وعبد السمیع کو کنہواں یا شمسی یا پرسہ مونگیر یا راجو پٹی طیب نگر یا بالا ساتھ یا ناندہ یا سہارنپور یا دیوبند جہاں مناسب ہو سب کے حفظ مکمل ہونے کے بعد مولوی لائین سے مکمل تعلیم کے بعد کسی کام میں لگایا جائے۔

۷۔ اگر مجھ پر دین ہو تو میرے نام کی زمین سے ادا کرنے کے بعد جو بچے اس میں سے لڑکا لڑکی بیوی کو دیا جائے۔

۸۔ کتابیں میری ملکیت نہیں ہے بلکہ پڑھنے کے لیے دیا ہے۔ اس سے پڑھنے والے فائدہ اٹھاویں، میرے لڑکے فائدہ اٹھاویں، بلا اس کی اجازت کے کسی دوسرے کو حق نہ ہوگا۔

۹۔ نابالغ اولاد کے مال میں ایصالِ ثواب نہ کرایا جائے البتہ بالغ اولاد اپنے مال سے پوشیدہ طور پر کسی محتاج کو دے کر ایصالِ ثواب کرائے تو کرا سکتا ہے۔

۱۰۔ میرے مال میں سے کفن تین عدد، ایک قمیص گردن سے پنڈلی تک، ایک ازار پیشانی سے ٹخنہ کے اوپر یا نصف پنڈلی تک، لفافہ ایک بالشت سر سے باہر اور ایک بالشت پیر سے باہر دیا جائے۔ اور بانس وغیرہ قیمت سے لیا جائے یا کوئی اپنی خوشی سے بغیر مانگے دے تو دے سکتا ہے۔

۱۱۔ کما میں دفن نہ کیا جائے۔ یہاں دفن ہونے میں بہت گھاٹا ہے۔

۱۲۔ اگر میرا جنازہ کئی مرتبہ ہو تو میرا چھوٹا لڑکا سب سے آخری جنازہ میں شریک ہو۔

۱۳۔ میری اولاد میں نابالغ بچے ہیں۔ اس لیے میرے مال سے کسی کو کھانا جائز نہیں ہے البتہ بالغ اولاد کھلا دے تو کھلا سکتا ہے۔

۱۴۔ اگر کنہواں لے جانے میں کسی طرح سے کوئی دِقت ہو تو جناب یوسف علی صاحب رتن پوری کی زمین طیب نگر راجو پٹی میں دفن کیا جائے۔

میرے والد ابوالعلماء حاجی محمد ابراہیمؒ کی وصایا

وصال سے ایک روز قبل آپ نے حقیر کو طلب کیا اور وصیت کی: دیکھو بیٹا! اللہ پاک نے پورے علاقے میں اور خاص کر میرے تمام معاصرین میں، محض اپنے فضل سے، میرے نہ چاہنے کے باوجود ایک خاص مقام اور عزت سے نوازا۔ ممکن ہے جس مجلس میں اللہ پاک نے سربلندی سے نوازا کچھ دوسرے لوگ بھی ہوں جو نہ چاہتے ہوں مگر وہ فضلِ الٰہی جو مجھ پر تھا مقابلہ نہ کر سکے۔ الغرض، دوستوں اور دشمنوں دونوں میں اللہ نے مجھ کو عزت دی۔

اس لیے اب بہت ممکن ہے بلکہ غالب گمان ہے کہ اعداء تم لوگوں سے میرا انتقام لینا چاہیں گے۔ ایسے حالات میں بس تم لوگوں پر دو چیزیں لازم ہیں:

(۱) حق جل مجدہ کی طرف مکمل توجہ اور رجوع، استغفار کے ساتھ رکھنا اور استحضار کے ساتھ کثرتِ استغفار کو لازم جاننا۔

(۲) دعاء کا اہتمام کرنا۔ دعاء عبدیت کے اظہار کا مظہرِ اتم ہے۔ اور رحمتِ حق تعالیٰ کو اپنی جانب متوجہ کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(۳) تیسری چیز بہت ہی اہم ہے۔ وہ یہ کہ کبھی بھی کسی سے اُلجھنا نہیں۔ لوگ چاہیں گے کہ تم کو لوگ حق یا ناحق مختلف اُمور میں مختلف طریقوں سے اُلجھا دیں۔ مگر ایسے وقت و حالات میں بھی دانائی یہی ہے کہ اِعراض و اغماض سے کام لینا اور ﴿وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ پر عمل کرنا۔ اسی میں سلامتی اور عافیت ہے۔

(۴) دیکھو، مجھے ایک چیز کا بہت ہی خطرہ لاحق ہے۔ خاص کر تم لوگوں کے سلسلے میں۔ جانتے ہو وہ خطرہ کیا ہے؟ تم لوگوں کے اندر دین کا۔ دیکھو، دین کو بچا کر رکھنا۔

(والد علیہ الرحمہ چونکہ خانقاہِ مجیبیہ، پھلواری شریف، پھر مولانا بشارت کریم، بعدہ مولانا احمد حسنؒ منورو شریف، بعدہ حضرت حاجی منظور علیہ الرحمہ موضع مصرولیا کے تربیت یافتہ نقشبندیہ سلسلے کے تھے۔ آخری زندگی تک والد صاحب کا معمول بہت ہی استقامت کے ساتھ رہا۔ مثلاً ہر نماز کے بعد مراقبہ، اوراد و وظائف کا حد درجہ اہتمام، نمازِ فجر سے قبل استغفار کا اہتمام۔ ان کا

مشرب 'ہوش در دَم، سفر در وطن، خلوت در انجمن' تھا۔ ان کے زبان سے سنا گیا کہ بیٹا! جب سے نماز پڑھنے لگا ہوں دس سال کی عمر سے آج تک یاد نہیں کہ کبھی بھی نمازِ فجر قضا ہوگئی ہو۔ والد علیہ الرحمہ اپنے معیارِ دین پر ہم لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے، اس لیے خائف تھے۔ اللہ محض اپنے فضل سے ہم سبھی بھائیوں کے اندر دینداری عطا کر دے، آمین۔)

(۵) ماں کا خیال رکھنا۔ تمھاری ماں بے شمار امراض کی شکار ہیں۔ کبھی کبھی مرض کے دباؤ میں غصہ ہو جاتی ہیں اور برہم بھی۔ تم لوگوں پر لازم ہے ان کی باتوں کا جواب نہ دینا اور خیال رکھنا۔ اور ان کو خوش رکھنا۔ ہمیشہ ان کی خدمت اور خوشی کے طالب رہنا۔

(۶) دیکھو! یادِ الٰہی سے غافل نہ رہنا۔ اللہ کی یاد بہت عظیم نعمت ہے۔ یہ نصیب والوں کو ہی میسر آتی ہے۔ ہاں، اللہ کی یاد بھی اللہ والوں کی صحبت سے ملتی ہے۔ حضرت مولانا بشارت کریم علیہ الرحمہ کی صحبت سے احسان کی نماز کتنوں کو مل گئی۔ اللہ والے- اللہ کا نام سکھلاتے ہیں۔ ان کی مجلس میں باادب اللہ کا نام سیکھنا چاہیے۔

(۷) بیٹا! میرے انتقال کے بعد روزانہ کچھ نہ کچھ ضرور ایصالِ ثواب کا اہتمام کرنا۔ لوگ شروع شروع میں خوب ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور بعد میں بھول جاتے ہیں۔ ایک دفعہ سورۂ فاتحہ یا سورۂ اخلاص ہی کیوں نہ ہو، مگر روزانہ ایصالِ ثواب کا اہتمام ہو۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ مہاجر مکّی صاحب بذل المجہود

(ولادت: صفر ۱۲۶۹ھ۔ وفات: چہارشنبہ، ۱۵/ربیع الثانی، ۱۳۴۶ھ)

۱۔ اگر دنیاوی مصائب دور کرنے کے لیے اتباعِ شریعت سے غافل ہو کر عقلِ انسانی پر اعتماد کیا گیا تو یقیناً مسلمانوں کے لیے ناکامیاں اور غیر متوقع مشکلات و تکالیف رونما ہوں گی۔

(حیاتِ خلیل، ص: ۴۶۷)

۲۔ شرعی گنجائش پر عمل کر کے لوگوں کے ساتھ ملا جلا رہنا صلۂ رحمی کو بھی قائم رکھتا ہے اور اکثر اصلاح کا بھی سبب بن جاتا ہے ورنہ اس زمانے میں آزادی ایسی آ گئی ہے کہ علیحدہ ہو کر بیٹھیں تو دوسروں کو پرواہ بھی نہ ہوگی۔ وہ کہیں گے تم روٹھے ہم چھوٹے اور اس طرح معاصی میں

اور زیادہ ڈوبیں گے۔ (ایضاً، ص: ۴۷۹)

۳۔ دنیا میں رہ کر تارک الدنیا رہنا یہ ناممکن ہے، البتہ دنیا دین کے لیے صرف کرو اور اپنے اہل وعیال کی خبر گیری اور اہلِ حقوق کے حقوق کی ادائیگی محض حق تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کرتے رہو۔ (ایضاً)

۴۔ سودی قرض کی لعنت سے محفوظ رہو۔ اور اگر قرض ہوگیا ہے تو اس بلائے درماں (لاعلاج) سے جہاں تک ممکن ہو جلد نکلو، اور فاقہ کرو، تنگی جھیلو، ضروریات کو بند کرو مگر اس وبال سے کسی طرح نجات پاؤ۔

۵۔ دوستوں کے حسنِ ظن پر جی رہا ہوں کہ شاید کسی کے طفیل مغفرت ہو جائے اور حق تعالیٰ اپنے صلحاء کے حسنِ ظن کی لاج رکھ دے۔ (ایضاً، ص: ۴۹۴)

۶۔ طالب ومعتقد بن کر کافر بھی آئے تو اس کو عزّت دینا چاہیے اور مسلمان تو وہ چیز ہے کہ جس کی دلداری پر سو نفلیں بھی قربان، خصوصاً ذاکر شاغل مسلمان۔ ......ہمیں تو ہر وقت اس توقع میں رہنا چاہیے کہ اللہ جانے کس آنے والے مسلمان کی بدولت بیڑا پار ہو جائے۔

۷۔ میرا تعلق ڈاڑھی کے ساتھ ہے۔ ڈاڑھی رہے گی تو میرا تعلق بھی رہے گا اور یہ ختم ہے تو وہ بھی ختم ہے۔

۸۔ غیر جنس سے اختلاط ہرگز نہ رکھنا چاہیے بجز اس کے کہ اس کی اصلاح کی نیت ہو اور بشرطیکہ اس کی حالت روبہ اصلاح محسوس ہو۔

۹۔ سلوک کا مقصود یہ ہے کہ بندہ کا دل حق تعالیٰ کی مرضیات کا ایسا طالب ہو جائے جیسا کہ جسم غذا کا طالب ہے اور اس کو عبادت کی ایسی خواہش ہو جیسی جسم کو پانی کی خواہش ہوتی ہے۔

۱۰۔ کثرتِ ذکر کے دو طریقے ہیں؛ ایک وہ جو مشائخ کا معمول ہے مثلاً ذکرِ نفی واثبات اور ذکرِ اسم ذات وغیرہ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو دعائیں جناب رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات اور مختلف حالات کے متعلق ارشاد فرمائی ہیں ان پر مواظبت کی جائے۔ میرے نزدیک ان دونوں کو جمع کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ **دینی مدارس کے طلبہ**: اگر کسی طالب علم کو آزاد دیکھتے تو فرماتے۔ ابھی سے آزاد

بنو گے تو پڑھ کر لکھ کر خود بھی ڈوبو گے اور دوسروں کو بھی ڈوباؤ گے۔ علم سے مقصود عمل ہے، پس علم کے ساتھ ساتھ عمل کی پوری عادت ڈالو کہ پھر اسی عادت میں لذت وحلاوت پیدا ہو۔ یہ خیال کہ عالم بن کر عمل کر لیں گے محض شیطانی خیال ہے۔

۱۲۔ **ذکر و شغل کے لیے رات ضروری نہیں۔** چونکہ شب کے وقت خلوت اور سکون حاصل ہوتا ہے اس لیے ذکر و شغل کے لیے رات کا وقت بہتر ہے۔ لیکن اگر کسی کو رات کا وقت نہ ملے اور کبھی رات کو کسی ضروری کام کی وجہ سے یا سو جانے کی وجہ سے وظیفہ رہ جائے تو دن میں پورا کر لے کہ عبادت کیلئے رات دن سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ اللَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ (فرقان، آیت:۶۲) اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے بنانے اور یہ سب کچھ جو دلائل ونعم مذکور ہوئے اس شخص کے سمجھنے کے لیے ہیں جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہیے۔

۱۳۔ طریقت سے مقصود یہ ہے کہ دنیا و ما فیہا کی طرف سے بے رغبتی ہو اور اللہ و رسول ﷺ کی محبت دل میں جاگزیں ہو۔ بس اس سے ادھر یا ادھر نظر نہ رہنا چاہیے۔ (ایضاً، ۴۹۸)

۱۴۔ سالک کو پاکی وطہارت کا بہت خیال رکھنا چاہیے بلکہ ہمیشہ باوضو رہنا چاہیے کہ سونا بھی باوضو ہو۔ (حیاتِ خلیل، ص:۵۰۹)

۱۵۔ مذہبی تعلیم جس کا بیڑا میرے اکابر نے اُٹھایا اور جس میں تمام عمر منہمک رہے ہیں اس کو نہایت ضروری ہے اور مہتم بالشان سمجھتا ہوں۔ اور ہر اس تحریک کا سختی سے مخالف ہوں جو اس میں نقصان پہنچانے والی ہو۔

میں نے سنا ہے کہ بعض علمائے اسلام جوش کے ساتھ یہ فرماتے ہیں کہ مدارسِ دینیہ بند کر دو اور سب کے سب خلافت کی طرف متوجہ ہو جاؤ، میرے نزدیک نہایت غلط راستہ ہے۔ دونوں امر فرضِ کفایہ ہیں۔ علماء اور ہادیانِ ملت کو دونوں طرف توجہ فرمانا اور دونوں کو یکساں سمجھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ (حیاتِ خلیل، ص:۴۷۱۔ اقوالِ سلف، ج:۴، ص:۳۱۱)

۱۶۔ شریعتِ اسلامیہ کا احترام ہر مسلمان پر واجب ہے اس کے اعتقاد میں، اس کے عمل میں، صرف زبانی احترام کافی نہیں۔ تمام نئے مسائل شریعت کے تابع ہیں، اسی طرح عقلِ انسانی

بھی شریعت کے تابع ہے۔ مسلمانوں کی مشکلات کا حل، مصیبتوں اور تکلیفوں سے ان کی نجات شریعت کے اتباع میں رکھی گئی ہے۔ احکامِ قرآن اور احکامِ رسول ؐ انسانی عقل کے تابع نہیں ہیں، جو عاجز ہے۔ اور اسی طرح ہر عقلمند بھی شریعت کے اتباع کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں۔ اور ان کے اتباع سے کوئی چارہ کار نہیں۔ (تذکرۂ اسلاف، ص: ۲۸)

۱۷۔ شانِ حضور ﷺ اور اتباعِ سنت میں جتنی ترقی ہوگی اسی قدر قربِ الٰہی بڑھے گا اور برکت ہوگی۔ (تذکرۂ اسلاف، ص: ۳۱)

۱۸۔ سالک کو حلال لقمہ اپنے پیٹ میں پہنچانا چاہیے تاکہ نورانیت پیدا ہو اور حرام بلکہ مشتبہ سے بھی پرہیز کرنا ضروری ہے کیونکہ اس سے ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

۱۹۔ جن کی آمدنی کا بیشتر حرام یا مشتبہ ہو ان کی دعوت وغیرہ بھی قبول نہ کرے مگر بلاوجہ مسلمانوں کے حالات میں تجسّس بھی نہ چاہیے۔

۲۰۔ جو عبادت تھوڑی ہو مگر خلوص اور مداومت کے ساتھ ہو وہ اس کثیر عبادت سے جو خلوص یا مداومت کے بغیر ہو بدرجہا بہتر ہے کہ عبادت و ریاضت کی تمام برکات خلوص و مداومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔

۲۱۔ تہجد کا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کہ صالحین کا شعار ہے اور روحانیت کے لیے بیحد مفید ہے اگر شب میں فوت ہو جائیں تو بعد طلوعِ آفتاب بارہ رکعات ادا کرے۔

۲۲۔ ذکر باوضو ہونا چاہیے بلکہ درویش سالک کو ہر وقت باوضو رہنا چاہیے۔ اور بہتر یہ ہے کہ آخر شب میں اُٹھ کر تہجد کے بعد ذکر کرے کہ وہ برکت اور قبولیت کا وقت ہے اور طبیعت پر اس وقت سکون و انبساط بھی زیادہ ہوتا ہے۔

۲۳۔ ہدیہ اور تحفہ صرف ان لوگوں کا قبول کرنا چاہیے جو محبت یا دینی تعلق غرضِ جائز کی وجہ سے پیش کرتے ہوں اور ایسے لوگوں سے نہ لینا چاہیے جو منصب اور عہدۂ ملازمت کی وجہ سے یا ناجائز ضرورت پورا کرنے کو دیں۔

۲۴۔ سالک کے لیے دو چیزیں سخت مضر ہیں۔ بدعت کے ساتھ تعلق اور نعمتِ الٰہیہ کا کفران۔ اللہ والوں سے لپٹا رہے، اگر ان کی محبت دل میں ہوگی تو انشاء اللہ خاتمہ خراب نہ ہوگا

اور دل میں اگر اللہ والوں سے بغض ہوا تو خاتمہ خراب ہونے کا بہت اندیشہ ہے۔اس لیے کچھ بھی نہ کرے تو محض دخولِ سلسلہ بھی نفع سے خالی نہیں۔(تذکرۂ اسلاف،ص: ۳۰)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(وفات: ۱۳؍دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱؍صفر ۱۳۶۹ھ)

۱۔ تجربہ شاہد ہے کہ بیشتر نزاعات و مناقشات خود سرائی اور غرض پرستی کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں، جس کا واحد علاج یہ ہے کہ مسلمان اپنی شخصی راہوں اور غرضوں کو اللہ اور رسول ﷺ کے ارشادات کو بلند معیار مانتے ہوئے اس کے تابع کر دیں۔اس کا آخری انجام یقینی طور پر دارین کی سرخروئی اور کامیابی ہے۔(اکابر علماء دیوبند، ص:۱۰۳)

۲۔ ایمان جب ترقی کرتا ہے تو اسلام ہوتا ہے اور وہی اسلام ترقی کر کے احسان بنتا ہے۔شریعت جو ایمان اسلام کا مجموعہ ہے اس کی باقاعدہ اور متواتر مزاولت اور مشق سے احسان حاصل ہوتا ہے۔یہی طریقت ہے، پھر اس پر دنیا میں کچھ ثمراتِ باطنہ ملتے ہیں اس کو معرفت و عرفان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (مولانا غلام غوث ہزاروی،ص: ۸۸)

شیخ المشائخ عارف کامل حضرت مولانا فضل علی قریشی صاحب

عزیزو! دوستو! یارو! یہ دنیا دارِ فانی ہے
دل اپنا مت لگاؤ تم قبر میں جا بنانی ہے

تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذات دنیا میں
ہوئی اندھی عقل تیری ، تیری کیسی جوانی ہے

گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ!
کہاں گئے باپ دادا سب کہ تو جن کی نشانی ہے

کہاں گئے خوبصورت پہلواں صاحب عقل بھارے
پھرے مغرور ہو اندھا بڑی تیری نادانی ہے

تو کر نیکی نمازاں پڑھ خدا کو یاد کر ہر دم
جو آخر میں یہی نیکی تیرے خود کام آنی ہے

نہ ہو شیطان کے تابع نہ بے فرمان رب کا ہو
نبیؐ کے در کا خادم ہو مراد اچھی جو پانی ہے

شریعت کی غلامی کر گناہوں سے تو بچ یارا
بری حالت ہو ظالم چور کی جو مرد زانی ہے

تو روزی کھا حلال اپنی سراپا نور تقویٰ بن
کہ تقویٰ میں ترقی ہے یہ نعمت جاودانی ہے

پکڑلے پیرِ کامل کو کہ بیعت بھی ضروری ہے
بجز مرشد کے اچھی بات کس تم کو بتانی ہے

علامت پیر کامل کی کہ دیکھے اللہ یاد آئے
بجز مرشد کے دنیا کی محبت کس مٹانی ہے

شریعت کا غلام ہووے عجب اخلاق ہوں اس میں
عجب روشن ضمیر ہووے کشادہ جس کی پیشانی ہے

اگر تو طالب مولیٰ ہے، طالب دین وایمان کا
تو جلدی کر پکڑ مرشد نصیحت یہ ایمانی ہے

رہائش شہر کلیانہ ہوئی دن سات اے یارو
رہے سرسبز یہ قصبہ خدا کی مہربانی ہے

محمد عبد المالک مولوی آئے رہے اس میں
جو اس کے آنے میں لوگوں کو بیشک حق رسانی ہے

قریشی دست بستہ عرض کرتا ہے سنو بھائی
قسم رب کی نہ جھوٹ اس میں نہ لائق بدگمانی ہے

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے والوں کے لیے چھ معمولات کی وصیت

۱۔ فکر: (مراقبہ) چوبیس گھنٹوں میں ایک مرتبہ آدھ پون گھنٹے کے لیے دنیا سے ہٹ کٹ کے اللہ سے لو لگا کر بیٹھنا اور فیض کا انتظار کرنا۔

۲۔ تلاوت قرآن مجید: ایک پارہ روزانہ۔

۳۔ درود شریف: دوسو مرتبہ روزانہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

۵۔ استغفار: دوسو مرتبہ روزانہ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

۶۔ رابطہ شیخ: آ کر رہنا۔ خط و کتابت کرتے رہنا۔ (تذکرۂ اولیاء دیوبند، ص: ۴۳۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ

(ولادت: ۱۹ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۶/ اکتوبر ۱۸۷۹ء،

وفات: ۱۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ م ۵/ نومبر ۱۹۵۷ء جمعرات۔ مدفون مزار قاسمی دیوبند)

۱۔ اگر قبولیت عنداللہ نصیب ہو تو نجاح و فلاح ہے ورنہ سب ہیچ ہے۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے ذکر کے سلسلے کو جاری رکھو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

۳۔ مطمئن الخاطر رہ کر ان ایامِ خلوت کو غنیمت سمجھئے اور کچھ تحفۂ معرفت و قربت حاصل کیجیے۔

۴۔ تمہارا کام ہے کہ اس کریم کے دروازے کو کھٹکھٹاتے رہو کیونکہ جو دروازے پر دستک دیتا رہتا ہے لامحالہ کھول دیا جاتا ہے۔

۵۔ اپنے نفس کے کید و مکر سے کسی وقت بھی مطمئن نہ ہونا چاہیے۔

۶۔ نماز کی پابندی کا خیال رکھیں، شریعتِ مطہرہ اور سنتِ نبویہ کا جہاں تک ہو سکے خیال رکھیں، حقوق العباد سے حتی الوسع بچیں، توبہ زیادہ کریں، صبح و شام سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر ایک ایک تسبیح پڑھا کریں۔

۷۔ مخلوق کو خالق کے لیے چھوڑو، اور اپنی لَو صرف خالق سے لگاؤ۔

۸۔ زبان بند رکھو اور آنکھوں سے دیکھو۔ کچھ نہ بولو قدرت کو دیکھو کیا کرتی ہے، وہ بے نیاز اور بے پرواہ بھی ہے اور سب سے زیادہ رافت و رحمت والا بھی۔ اس کا ظاہری ہاتھ بھی ہے اور خفیہ ہاتھ بھی۔ کچھ فکر نہ کرو۔ کسی کو مت ستاؤ۔ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔

۹۔ دشمن اگر قوی است   نگہبان قوی تر است

۱۰۔ اس ذلیل و خوار عالمِ دنیا میں اگر مستحقِ لذت و راحت اربابِ خیر و تقویٰ ہوتے تو سب سے زیادہ منعم اور غنی اور راحت میں بسر کرنے والے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوا کرتے مگر انہی کی پاک زندگی دیکھیے وہ سب سے زیادہ تکالیفِ شاقہ میں نظر آتے ہیں۔

۱۱۔ دل میں جگہ اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کو دینی چاہیے۔ اس کے سوا کوئی بھی دل لگانے کے قابل نہیں ہے۔ ہاں حقوق سب کے ادا کرتے رہیں اور سب کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتے رہیں۔

۱۲۔ دیہات اور قصبات کی لڑکی سے شادی کیجیے، شہر کی اور امیروں کی لڑکیاں آرام نہیں پہنچائیں گی۔

۱۳۔ جوانی کی مبارک زندگی بہت غنیمت ہے۔ اس کو ذکر کی خوش رنگیوں سے آراستہ کرو۔ (ملفوظاتِ حضرت مدنی، چوتھا باب)

۱۴۔ ہر ایک کا معاملہ عالم القلوب والنیّات کے یہاں حسبِ نیت ہوگا۔

۱۵۔ اگر دل میں تڑپ اور سینے میں درد نہ ہو تو زندگی ہیچ ہے۔ وہ انسان بھی انسان نہیں جس کے دل و دماغ، روح، اعضائے رئیسہ محبوبِ حقیقی کے عشق اور ولولہ سے خالی ہیں۔

۱۶۔ مخلوق کو خالق کے لیے چھوڑو اور اپنی لَو صرف خالق سے لگاؤ۔ سر کا چکّر رفو چکّر ہوگا۔

۱۷۔ عبادت اور ذکر پر مداومت، اتباعِ سنت و شریعت پر قیام، یہی امور ہیں جن کے ہم مکلّف ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجات حاصل ہونا کمالِ ایمان ہے۔ خوفِ خداوندی اور رجا، دونوں کمال کی نشانیاں ہیں۔ (اکابر علماء دیو بند، ص: ۱۴۰)

یہ فرماتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو اتباعِ سنت اور سننِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی

تابعداری ہمیشہ ملحوظِ قلب و بصر رکھیے۔ ذکر میں غفلت مت کیجیے، اپنی غفلات اور معاصی پر ہمیشہ تائب و مستغفر رہیے۔ عمرِ گراں مایہ کو ضائع مت کیجیے۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست
جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست

دوست کی یاد کے سوا جو کچھ کرے سب بیکار ہے۔ عشق کے اسرار کے علاوہ جو کچھ پڑھے بیکار ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ۳/ ۶۹، ۷۰)

سعدی بشو لوحِ دل از نقشِ غیرِ حق
علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت ست

اے سعدی! غیرِ حق کو دل کی تختی سے دھو دے۔ جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے جہالت ہے۔

اس سے اگلے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ: کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آپ بتلائے ہوئے اذکار چھوڑ بیٹھے ہیں۔ کبھی جوش آیا مہینہ دو مہینہ کیا پھر چھوڑ بیٹھے۔ کیا واقعہ نہیں ہے کہ آپ پنجگانہ نمازِ جماعت کی پابندی نہیں کرتے، کیا یہ واقعہ نہیں کہ نمازِ فرض کو آپ قضاء کر دیتے ہیں۔ صبح کو اس قدر سوئے کہ آفتاب نکل آئے۔ کیا اس قسم کے واقعات سے آپ کے ہمدردوں اور خیرخواہوں کے دل پر صدمہ نہ ہوگا۔ بہرحال آپ کو لازم ہے کہ اپنی اصلاح کریں، اتباعِ شریعت اور احیائے سنت میں کوشاں ہوں، جب آپ پر مصائب کی بوچھار ہوتی ہے تو تنبہ ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ فارغ البالی عطا فرماتا ہے تو بالکل بے فکر بن جاتے ہیں۔ جس قدر بھی ممکن ہو اپنے کو ذکر کا عادی بنایئے۔ (مکتوب ۲/ ۷۰)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: جو احوال جناب نے تحریر فرمائے ہیں اطمینان بخش اور امید افزا ہیں۔ (الاستقامۃ فوق الکرامۃ) خواب یا انوار یا الہامات وغیرہ صرف دل بڑھانے کے لیے سالک کو پیش کیے جاتے ہیں، جیسے بچے کو لبھانے کے لیے گھنگھنا دے دیا جاتا ہے، اکابر کا مقولہ ہے۔ تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ۔ یعنی یہ سب خیالات ہیں جن سے سلوک کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔

عبادت، ذکر پر مداومت، اتباعِ سنت اور شریعت پر قیام یہی امور ہیں جن کے ہم مکلّف

ہیں اور جن پر استقلال سے عمل پیرا ہونا اور درجاتِ احسان کا حاصل ہونا کمال ایمانی ہے۔ خوفِ خداوندی اور رجاء دونوں ایمان کے کمال کی نشانیاں ہیں۔ بکاء اور گریہ کا غلبہ چشتیہ نسبت کا ظہور ہے۔ اللھم زد فزد۔ (مکتوباتِ شیخ الاسلام ج:۳، ۱۶۸، مکتوب ۵۷، شریعت وطریقت ۱۱۰)

نیز ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: غرض کہ یہ عالم امتحان کی جگہ ہے اور طرح طرح سے امتحانات کا سلسلہ جاری ہے اس میں پاس ہونے کی فکر ہونی چاہیے اور بجز مالکِ حقیقی دائم و باقی، کسی چیز اور کسی شخص سے دل نہ لگانا چاہیے۔ جو کام کیجیے حسنِ نیت کے ذریعے سے عبادت بنالیجیے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ۔ حتیٰ کہ سونا کھانا، پینا اور حاجاتِ بشریہ کا بجالانا سب عبادت ہوسکتا ہے، ذریعہ اور وسیلۂ عبادت یقیناً عبادت ہے۔ ذکر اور فکر سے مقصدِ اصلی رضائے محبوب حقیقی ہے۔ کسی لذت کا حاصل ہونا، قلب کا صاف ہونا، کشف وکرامات کا مل جانا، انوار و برکات کا محسوس ہونا، فنا و بقاء، قطبیت وغوثیت، سب کے سب غیر مقصود ہیں، ان کی طرف توجہ اور قصد خطرناک چیزیں ہیں۔

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر ازیں تمنائے

فراق ووصل کیا ڈھونڈتا ہے، محبوب کی رضامندی ڈھونڈھ کہ محبوب سے محبوب کے سوا کی تمنا بڑے افسوس کی بات ہے۔

مذکورہ بالا اشیاء وسائل و ذرائع ہیں۔ مقصدِ اصلی صرف رضائے الٰہی ہے، بندہ کا فریضہ آدابِ عبودیت بجالانا ہے۔ اس میں جدوجہد جاری رکھیے۔ اور اخلاص وللّٰہیت کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ص:۱۲۹)

ف۔ اس کے علاوہ بھی حضرت الشیخ نے مکتوبات کے اقتباسات نقل فرمائے ہیں۔ جن میں شریعت وطریقت پر چلنے اور ذکر وفکر اور نسبت احسان کی تحصیل کی طرف ترغیب ہے جو سالکینِ راہ کے لیے بے حد مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (مرتب)

اب ہم 'معارف وحقائق' مؤلفہ مولانا سید رشید الدین صاحبؒ (جو مکتوبات شیخ الاسلامؒ

کے منتخب مضامین کا مجموعہ ہے) سے چند مضامین نقل کرتے ہیں۔

بیعتِ توبہ اور بیعتِ ارشاد میں فرق

بیعتِ توبہ اور بیعتِ ارشاد میں فرق ہے۔ بیعتِ توبہ یہ ہے کہ کسی شخص کو الفاظِ توبہ تلقین کرائے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظِ ایمان کہلوائے جائیں اور اس کو اتباعِ شریعت کی تاکید کی جائے ۔ یہ توبہ کرانا ہر شخص کے لیے صحیح ہے جو عالمِ باعمل ہو۔ خواہ اس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہو یا نہیں، خواہ اس نے سلوکِ تصوف طے کیا ہو یا نہیں، خواہ اس کو مرشد سے اجازت ہو یا نہیں۔

بیعتِ ارشاد اس شخص کا حق ہے جس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد منازلِ سلوک طے کر کے ملکۂ یادداشت حاصل کرلیا ہو اور مجاز بیعت ہو گیا ہو۔

(معارف وحقائق ، ص: ۱۳۳)

آپ حضرت شیخ الاسلامؒ کے بڑے داماد اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کے خلیفہ اور مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے مہتمم تھے۔ آپ سے ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ میں مسجد نبوی میں آخری ملاقات ہوئی تھی۔ ماشاء اللہ حسنِ نظم وحسنِ خلق کے جامع تھے۔ ۱۰/ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ کو مدینہ منورہ میں رحلت فرما گئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (مرتب)

ذکر پر مداومت کیجیے چاہے جی لگے یا نہ لگے

آپ کا ذکر پر مداومت کرنا باعثِ شکر ہے خواہ جی لگے، حضورِ قلب ہو یا نہ ہو۔ اَنَـا مَعَ الْعَبْدِ مَا تَحَرَّكَتْ بِیْ شَفَتَاهُ حدیث قدسی کے الفاظ ہیں۔ اگر قلب ذاکر نہ ہو تو جسم اور زبان تو ذاکر ہیں۔ اگر چہ یہ ذکر لسانی ذکر قلبی کے سامنے نہایت کمزور ہے جیسے کہ ذکر قلبی، ذکر روحی کے سامنے کمزور ہے مگر تاہم اس ذکر لسانی کو بھی حقیر نہ سمجھنا چاہیے۔ بسا غنیمت ہے۔ بہت سے اشخاص اس سے بھی محروم ہیں۔ اگر چہ ضروری ہے کہ حتی الوسع کوشش کی جائے کہ حضورِ قلب ہو۔ سیلاب میں دریا کا پانی بہتا ہے اور اس پر جھاگ اور کوڑا کرکٹ ہوتا ہے۔ تاہم پانی اپنے فوائد زمینوں، کاشت کے رقبوں اور حیوانات وغیرہ کو پہنچاتا ہے۔ اللہ کی اس نعمت کا کفران نہ ہونا

چاہیے۔ازدیاد کی فکر کرنی چاہیے۔(معارف وحقائق، ص:۱۴۰)

ابتداء میں سالک کے لیے تنہائی ضروری ہے

سالک کے لیے بالخصوص ابتدائی ایام میں تنہائی نہایت ضروری ہے۔تمام لوگوں سے دور رہنا ہی مفید تر ہے۔قرب و جوار میں کسی کمرے کا انتظام کرلیجیے۔حالت بحمداللہ امید افزا ہے۔ مگر ذکر کی مداومت شرط ہے۔

تضرع وزاری مطلوب ہے

بارگاہِ الٰہی میں جس قدر رونا و گداز ہو بہتر۔ مایوسی نہ ہونی چاہیے۔نسبت چشتیہ کا ظہور ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے۔ اس کا خیال رکھیے کہ بجز محبوبِ حقیقی کچھ مقصود نہیں۔ احوال و کیفیات ذرائع ہیں، مقاصد نہیں ہیں۔ (معارف وحقائق، ص:۱۰۷)

ملفوظات

۱۔ فرمایا: سالک کو جو واقعات پیش آئیں ان کو نامحرموں سے ہرگز ظاہر نہ کرنا چاہیے۔ اپنے شیخ سے ظاہر کرے یا ایسے شخص سے جو طریقت کا ہمراز ہو اور سالک کا ہمدرد ہو۔ اور بس، یہ چیز سالک کے لیے ضرر رساں ہوتی ہے اور بسا اوقات فیض ربانی کے انقطاع بلکہ کبھی کبھی سلب کا باعث بن جاتی ہے۔

۲۔ فرمایا: محبوبِ حقیقی ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہر چیز کو سنتا ہے، اس پر کوئی چیز مخفی نہیں، وہ شدید الغیرت ہے۔ اس کے سامنے بجز خشوع وخضوع اور رازہائے سربستہ کے اخفاء اور اظہارِ عبودیتِ کاملہ اور اتباعِ سیّد العشاق علیہ السلام کے کوئی چیز کارآمد نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (سورۂ کہف)

سو جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ

طَاغُوتٌ یعنی جو چیز تم کو حق سے باز رکھے وہ تمہارا طاغوت ہے۔ (بیس بڑے مسلمان)

۳۔فرمایا: اگر آپ کو اپنی دعاؤں اور اذکار میں نقصانات نظر آ رہے ہیں تو ان کو مکمل کرنے کی جدوجہد رکھنی چاہیے مگر واقعہ یہی ہے کہ ہم کتنی ہی کامل عبادت کریں شانِ الٰہی کے سامنے وہ نہایت حقیر اور ناقص ہے۔

جبکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: وَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ اے اللہ ہم نے آپ کی عبادت کا حق ادا نہ کیا اور نہ آپ کی کما حقہ معرفت حاصل کی۔

تو ہم کس قطار میں ہیں۔ اس لیے اپنے آپ کو ہمیشہ ذلیل و خوار سمجھنا اور اپنے اعمال واخلاق کو ناقص سمجھنا ضروری ہے، اور اس پر ناز کرنا اور کامل سمجھنا خوفناک ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے: لَنْ يَنْجُوَ اَحَدُكُمْ بِعَمَلِهِ اِلَّا اَنْ يَتَغَمَّدَهُ بِرَحْمَتِهِ ۔ (اوکما قال علیہ السلام) یعنی کوئی شخص اپنے عمل سے نجات نہیں پا سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی رحمت میں نہ چھپا لے۔

ف۔ سبحان اللہ کیا ہی خوب صوفیانہ تعلیم و تربیت ہے۔ یہی اصل طریق بلکہ روحِ دین ہے اور یہی درحقیقت معرفتِ نفس ہے جس پر معرفتِ حق مرتب ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ عَرَفَ رَبَّهُ ۔یعنی جس نے اپنے نفس کو (ضعف و ذلت و جہالت سے) پہچان لیا اس نے اپنے رب کو (قوت و علم اور عزت سے) پہچان لیا۔ (مرتب)

۴۔ فرمایا: ہم عبید ہیں (یعنی بندے ہیں)، ہمارا کام عبودیت (بندگی) اور امتثالِ حکم ہے، عاجزی اور نیازمندی ہے، خواہ ہمت افزائی اور اجابت ہو یا نہ ہو۔

یابم او را یا نیابم جستجوئے می کنم
بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم

یعنی اپنے محبوب کو پائیں یا نہ پائیں طلب و تلاش تو جاری رکھیں گے اور وہ ہماری بات سنے یا نہ سنے ہم اپنی بات تو کرتے ہی رہیں گے۔

ف۔ بندے کا کام عجز و نیاز ہی ہے نہ کہ فخر و ناز۔ اس لیے اپنی سرحد میں رہنا چاہیے ورنہ سوائے ضلالت و ہلاکت کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ (مرتب)

۵۔ فرمایا: اثنائے ذکر میں ہر پندرہ یا بیس یا پچیس مرتبہ کے بعد 'سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے محبوبِ حقیقی ہیں۔ اس حد تک پہنچنے کے لیے وسیلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لیے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے لیے درود شریف بطور ہدیہ پیش کرتا ہوں۔

ف۔ ماشاء اللہ کیا خوب بات ارشاد فرمائی کہ دراصل اللہ ہی مقصود ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیلہ اور طریق ہیں۔ مگر افسوس کہ اب تو مشائخ تک کو مقصود بنالیا جاتا ہے یعنی ان کے اقوال کے سامنے شریعت کے احکام تک کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے۔ (مرتب)

۶۔ فرمایا: واقعہ یہ ہے کہ حضرات چشتیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی خاص نسبت گریہ و بکا، تڑپ و بے قراری، عشق و ولولہ ہے۔ جب اس کی نسبت کا کسی پر اثر پڑتا ہے تو بے اختیار گریہ کا غلبہ ہوتا ہے اور جس قدر زیادہ ہوتا ہے وہی مفید سمجھا جاتا ہے۔

ف۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے والی آنکھوں کی دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عَیْنَیْنِ ھَطَّالَتَیْنِ الخ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی آنکھیں اور چشتیہ کی اس نسبتِ خاص سے بہرہ ور فرماکر اپنے خواص میں سے بنائے۔ آمین (مرتب)

۷۔ فرمایا: وساوس گزرتے ہیں، آپ اپنا کام جاری رکھیں۔ سیلاب چلتا ہے اور اس پر خس و خاشاک چھائے رہتے ہیں اس لیے پرواہ نہ کیجیے۔ ہاں نماز میں یہ کوشش کیجیے کہ جو کچھ زبان سے پڑھا جارہا ہے وہ کیا ہے؟ اس کے مطابق دھیان رکھتے ہوئے جناب باری عزاسمہ کو سامنے سننے والا دیکھنے والا تصوّر کیجیے۔ (۵۲۹)

ف۔ سبحان اللہ وسوسہ اور نماز دونوں کے متعلق نہایت کارآمد نصیحت فرمائی۔ (مرتب)

۸۔ فرمایا: متصوّفین پر کنٹرول کرنا اور ان کو قیودِ شرعیہ اور کتاب وسنت کی حدود میں رکھنا از بس ضروری ہے ورنہ عام مسلمانوں میں سخت گمراہی اور الحاد کے پھیل جانے کا قوی امکان ہے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ جوشِ عشقِ خداوندی اور غلبۂ سکر میں صوفیہ سے ایسے افعال و اقوال

صادر ہو جاتے ہیں جن کی شریعت کے احاطہ میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگران کی روک تھام نہ کی گئی تو انتہائی فتنوں کا سامنا ہوگا۔ علماء کا فریضہ ہے کہ ظاہری شریعت کی مکمل حفاظت کریں۔ (۵۳۰)

ف۔ سبحان اللہ حضرت مدنیؒ کا کیا ہی خوب مجاہدانہ کلام ہے جو بغیر خوف لومۃ لائم ارشاد فرمایا۔ ایسا ہی امیر الروایات میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ اس لیے صوفیہ کو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ ان کے کسی قول و فعل یا حال سے کسی بدعت کا شیوع نہ ہو۔ (مرتب)

۹۔ فرمایا: دعا میں دل لگنا ضروری ہے، حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے 'اِنَّ اللّٰہَ لَا یَقْبَلُ الدُّعَاءَ بِقَلْبٍ لَاہٍ' یعنی اللہ تعالیٰ غافل قلب سے نکلی ہوئی دعا کو قبول نہیں فرماتے۔

لہٰذا دعا میں دل لگنا ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مظلوم (اسی طرح والدین) کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے، (اسی طرح بد دعا بھی) کیوں کہ وہ خلوصِ دل سے نکلتی ہے۔ تاہم اگر دل نہ لگے تب بھی فائدے سے خالی نہیں، لیکن کوشش کرنا ضروری ہے۔

۱۰۔ فرمایا: ائمہ اہلسنّت والجماعت مشاجراتِ (جنگیں) صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاء اجتہادی قرار دیتے ہیں۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کے ارتکابِ اکل شجرہ (درخت کھانے) کو ارشاد باری تعالیٰ ﴿فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت: ۱۱۵) ذنب خفیف اور غیر موجب مواخذہ اور داخل فی العصمت قرار دیتا ہے تو حضرت معاویہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے مشاجرات کو ان کے مناقب کی آیات اور احادیثِ صحیحہ کیوں نہ ہلکی اور غیر قابل مواخذہ اور داخلی فی المحفوظیت قرار دیں گی؟ اور کیوں نہ ان کے دامن کو خطائے اجتہادی قرار دے کر منزّہ و پاک سمجھا جائے گا۔

ف۔ ماشاء اللہ تعالیٰ! کیا ہی خوب استدلال فرمایا جو عوام و خواص سبھی کو پیشِ نظر رکھنے کے قابل ہے۔ (مرتب)

۱۱۔ فرمایا: اگر کوئی رسول یا نبی نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ قطعی و قدیم میں اس شخص کے متعلق خبر دیتا ہے کہ ہم اس سے راضی ہیں تو یقینی بات ہے کہ اس سے قصداً کوئی گناہ سرزد نہ

ہوگا ورنہ اس کے علم قدیم میں جو کہ ﴿لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ﴾ (سورۂ سبا، آیت:۳) کا مصداق ہے، خلل لازم آئے گا یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ قصداً گناہ کرنے والے سے بھی راضی ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا یَرْضٰی لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں فرماتے۔ اس لیے کسی ایسے شخص کے معیارِ حق ہونے پر تامل کرنا ہرگز جائز نہ ہوگا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے کلام اللہ میں اپنے راضی ہونے کی خبر دی ہو جیسے سابقین اوّلین، مہاجرین اور انصار اور تابعین بالاحسان کے لیے سورۂ توبہ میں اور اصحابِ حدیبیہ کے لیے سورۂ فتح میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۳۳)

ف۔ چونکہ ایک بڑی جماعت کے سربراہ نے لکھا تھا کہ صحابہ معیارِ حق نہیں۔ میرا خیال ہے اسی مسئلہ کی توضیح بلکہ تفہیم کے لیے یہ کلام فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زیغ و ضلال سے محفوظ رکھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت و فضیلت کو ذہن نشین کردے۔ (مرتب)

۱۲۔ فرمایا: عشاء کے بعد کسی وقت نماز پڑھنا تہجد ہے کیونکہ اس میں ترکِ نوم ہے۔ اگر مطالعہ سے فراغت پانے کے بعد قبل استراحت دو رکعت پڑھ لیں تو یہ بھی تہجد ہو جائے گی۔

ف۔ ماشاء اللہ تہجد کا مرحلہ کتنا آسان فرما دیا جس پر عمل کرنا اب کچھ مشکل نہ رہا۔

۱۳۔ فرمایا: حضرت امام شافعیؒ سے جب پوچھا گیا کہ عمر ابن عبدالعزیز افضل ہیں یا معاویہؓ، تو فرمایا کہ امیر معاویہ کے اس گھوڑے کی نتھنوں کی خاک جس پر سوار ہوکر انھوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کیا ہے، عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

(بیس بڑے مسلمان، ص:۵۳۸)

ف۔ حضرت امام شافعیؒ کی یہ بات حضرات صحابہؓ کی غایت معرفت و عقیدت پر دال ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی صحابیؓ کے بارے میں ایسی بات ہرگز ہرگز نہ کہے نہ لکھے جس سے کسی قسم کی تحقیر و تصغیر کا بھی شائبہ لازم آئے۔ واللہ ولی التوفیق۔

وصال کے قبل نصیحت و وصیت برائے اہلیہ

بعد نمازِ ظہر اہلیہ کو ذیل کی وصیت کی

۱۸) سب سے حُسن خلق کا معاملہ ہونا چاہیے۔ چند دن کی زندگی میں کسی سے ناراض ہونا

ٹھیک نہیں۔ ہر ایک کے کام آنا چاہیے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے توقع اور امید نہ رکھی جائے۔ اگر کسی سے امید نہ رکھو گے تو کسی سے شکایت نہ ہوگی اور نہ کبھی کسی سے تکلیف پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو۔

اس نصیحت کے بعد بستر پر لیٹ گئے اور لحاف اوڑھ لیا۔ روح پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (اقوالِ سلف، ص:۴، ص:۸۶)

کسی نے خوب کہا ہے ؎

حسین لوٹ لیا کیف بندگی تو نے
نماز موت کے دامن میں جب پڑھی تو نے

حضرت مدنیؒ کے پسندیدہ اشعار

عشق میں تیرے کوہِ غم سر پر لیا جو ہو سو ہو — عشق و نشاطِ زندگی چھوڑ دیا جو ہو سو ہو
ہم نے اپنا آپ کیا ہے چاک — اس کو سِیا سِیا نہ سِیا پھر کسی کو کیا

بابا رشتہ سب سے توڑ
بابا رشتہ رب سے جوڑ
بابا رشتہ حق سے جوڑ

بجز تو شاہا دگر ندارم
بجز درِ تو درے ندارم

اِلَیْكَ اَسْعٰی وَ مِنْكَ اَرْجُوْ وَ اِنْ سَأَلْتُ بِكُمْ سُؤَالِی

سہارنپور کی جامع مسجد میں حضرت مدنیؒ کی مسلمانوں کو وصیت

۱۔ تمھاری نااتفاقیاں تم سب کو مصائب میں مبتلا کر دے گی۔ اگر تم نااتفاقی کے جال میں پھنسے رہے تو تم ہمیشہ غلام رہو گے، اور پوری دنیا تم کو ذلیل سمجھے گی۔ (بیس بڑے مسلمان)

دشمن کو کمزور کریں

۲۔ میرے عنایت فرما بزرگو! ہم کمزور ہیں۔ ہم میں اتفاق نہیں۔ ہم ہتھیار نہیں رکھتے۔

ہم مال نہیں رکھتے۔ ہمارا دشمن قوی ہے۔ اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے۔ ہم کو اسے سیدھا کرنا اور اس سے بدلہ لینا ہے۔ مگر ہمیشہ مقابلہ سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ یہی طریقہ قرآن، حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے، اس لیے ہم کو جب تک ہمارے مقصد حاصل نہ ہو جائیں یعنی خلافت کی آزادی ....وغیرہ اس وقت تک ہم کو نہ چین سے بیٹھنا ہے اور نہ بیٹھنے دینا ہے۔ آپ سوال کریں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ میں کہوں گا کہ آپ پر شرعاً فرض ہے کہ اگر ایک مری ہوئی چیونٹی کی طرح آپ کاٹ سکتے ہیں تو ضرور کاٹ لیجیے۔ اس کے یہ معنی نہ سمجھئے کہ خلافِ امن کوئی بات کریں۔ خونریزی کریں۔ نہیں نہیں۔ صلح اور مشورہ کے ساتھ جس قدر ممکن ہو نقصان پہنچائیں۔ دوسروں کو آمادہ کریں۔ دشمن کو کمزور کریں۔ ان کی تجارت کو گھٹائیں۔ ان کی محبت ان کے خوف کو دلوں سے دور کریں۔ لوگوں میں جرأت پیدا کریں۔ سچ کہنے سے نہ جھینپیں۔ لوگوں کو نرمی اور حکمت سے سمجھائیں۔ شدت کو کام میں نہ لائیں، ٹوٹے ہوئے دلوں کو ملائیں، ملے ہوؤں کو نہ توڑیں، اسی دھن میں رات دن لگے رہیں۔

(بیس بڑے مسلمان، ص: ۵۰۲)

مولانا حکیم سیّد فخر الدین کی وصیت بنام ڈاکٹر سیّد عبد العلی حسنی

(۱) صبح کو پہلے تلاوت قرآن شریف مکتب میں جا کر کرو۔ ربع سے کم نہ ہو۔

(۲) اپنا خط درست کرو اور فارسی رقعے لکھو۔ ان سب باتوں میں ایسی محنت کرو کہ ان سے جلد فراغت ہو جائے، پھر عربی شروع کرائی جائے گی۔

(۳) واقعات نویسی کی مشق بھی کرنا اور وصلی پر خط کی بھی مشق کرنا، باقی عربی وحساب مولوی محمد احسن سے پڑھنا وسیکھنا۔ بریلی کے لڑکے بڑے کھلنڈرے ہیں۔ تم دل بہلانے کو کھیلنا، مگر اتنا نہیں جس سے حرج ہو۔ (حیات عبد الحی، ص: ۳۴۹)

عبد الحی کی نصیحت فرزند ارجمند سیّد ڈاکٹر عبد العلی کو

جانِ پدر! معلوم نہیں کہ تم نے پنج گنج اور انوارِ سُہیلی کتنی پڑھ لی، مطالعہ میں دل لگتا ہے یا نہیں؟ اس کا پورا خیال رکھو کہ دورانِ مطالعہ مطلب پوری طرح واضح ہونا چاہیے، استاد پر تکیہ کرنا

نادان بچوں کا کام ہے۔تم کو حق تعالیٰ نے حوصلہ بلند عطا کیا ہے اس لیے ایک مطلوب پر قناعت نہ کرنا بلکہ ہمیشہ مافوق پر نظر رکھنا، اور عورتوں اور لڑکوں کی صحبت سے پرہیز کرنا۔ مرشد کی اولین نصیحت یہ ہے کہ صحبتِ ناجنس سے ہمیشہ دور رہنا۔

جگر پارۂ من! ادب کو ہر کام میں ملحوظ رکھنا چاہیے کہ یہی اقبال مندی وترقی کی کلید ہے۔ اپنے کو بے ادبی و بدتمیزی کا عادی بنانا بہت معیوب اور شریف زادوں سے معیوب تر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ اس کی دعا کرتے رہنا چاہیے کہ ادب کی توفیق دے۔ خوشخطی، تصحیحِ املا اور انشاء تمھارے لیے بہت اہم چیز ہے اس سے غفلت نہ ہونی چاہیے۔ (حیات عبدالحی، ص: ۳۵)

تم کو وہاں (دیوبند) بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ مجھ سے علیحدہ رہو اور زمانے کے نشیب و فراز کو سمجھو۔

دوسرے مولانا محمود حسن (شیخ الہند) کی صحبت مغتنمات میں سے ہے، اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ تیسرے درسیات کا اختساب بطریقۂ احسن۔ چوتھے تمھاری بے زبانی کم ہو اور وعظ کہنے کی جرأت وسلیقہ پیدا ہو۔ اگر ان مقاصد کے حاصل کرنے میں تم کو کامیابی نہ ہوئی تو میرے لیے بڑی کوفت اور رنج وصدمہ کا باعث ہوگا۔

سحر خیزی اور جماعت کا التزام محبت وشوق سے کرو یہ بڑی نعمت ہے۔

بعد مطالعہ و مذاکرہ کے زیادہ وقت طلبہ سے مختلف مسائل پر مباحثہ کرتے رہو، اس سے فائدہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور وعظ کہنے کی مشق کرو۔ نماز پڑھانے کی عادت ڈالو۔ تمھیں وہاں (دیوبند) بھیجنے کا مقصد یہی ہے کہ ہیاؤ نکل جائے۔ خدارا مجھے ناامید نہ کرنا۔ میں نے اللہ کے بھروسہ پر بہت سی توقعات تم سے وابستہ کرلی ہیں۔ مولانا محمود حسن (شیخ الہند) کی ذات قدسی نمونۂ سلف ہے۔ ان کے اخلاق کا مطالعہ رکھو۔ (حیات عبدالحی، ص: ۳۵۴)

سیّدہ خیر النساء والدہ مفکرِ اسلام مولانا علی میاں ندویؒ

(ولادت ۱۳۰۵ھ/۱۸۷۸ء۔ وفات ۶ر جمادی الآخر ۱۳۸۸ھ بروز سنیچر)

علی! دنیا کی حالت انتہائی خطرناک ہے، اس وقت عربی تعلیم حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں، تو انگریزی دانوں سے کیا امید۔ علی! اگرچہ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی

والے مرتبہ حاصل کر رہے ہیں کوئی ڈپٹی ہو رہا ہے تو کوئی جج کم از کم بیرسٹر اور وکیل ہونا ضروری ہی ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی دانوں کو جاہل اور اس علم کو بے سود اور بالکل بے کار سمجھتی ہوں۔

علی! اگر میرے سو اولادیں ہوتیں، تو میں انھیں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں، اور میں دارین میں سرخرو اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں۔ آمین ثم آمین یارب العٰلمین

توفیقِ دعا کا مطلب

فرماتی تھیں کہ دعاء کی توفیق ملنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس سے خوب جی کھول کے اور جی بھر کے مانگے، اس لیے ایسے موقع پر کوتاہی بے نیازی اور مایوسی یا بے دلی اور کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ دعاء کی توفیق درپردہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ہم دینا تو چاہتے ہیں تم مانگنا تو سیکھو۔ (اقوال سلف، ۵/۳۸۰)

بچوں کی تربیت کس طرح ہو اس کے چند اصول بیان کرتی ہیں۔ بری صحبتوں سے دور رکھو، ہر وقت خیال رکھو کہ ان کی طبیعت کسی اور طرف مائل نہ ہو، ان کی ضد پوری نہ کرو، مانگنے سے پہلے ان کی خواہش پوری کر دو کہ ضد پیدا نہ ہو، ان کے ساتھ ایسا انداز رکھو کہ وہ تم سے بے خوف نہ ہوں، تمھارا اشارہ ان کو کافی ہو، بہت مارنے اور بار بار کہنے سے بچے بے حیا، ہو جاتے ہیں، بس اشارہ سے کام لو، سب بچوں کو ایک نظر سے دیکھو، ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دو کہ ایک دوسرے کو ذلیل سمجھیں۔

لڑکیوں کو نصیحت کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتی ہیں: ''دو شخص جب برابر ہوں اور تم کچھ دینا چاہو تو برابر دو، زیادہ کم دینے میں تم بے وقوف کہلاؤ گی، اور کم حصہ والی کی سبکی ہوگی، دو شخصوں کے سامنے ان میں سے ایک کی تعریف نہ کرو، کسی کی دل شکنی نہ کرو، جس سے محبت کرو اللہ کی خوشی کے لیے کرو، جو بات کہو موقع پا کر کہو، اگر کھانے کا ذکر ہو تو تم کپڑوں کا تذکرہ نہ کرو کہ مثل صادق آئے: مارو گھٹنا پھوٹے آنکھ، ایک کی بات ختم ہو جائے تو تم کہو، کوئی تمھاری مروّت ومحبت یا کسی اور خیال سے تمھارا کچھ کام کر دے تو اس کام میں برائی مت نکالو، ہر شخص کا احسان مانو۔''

دعاء اور معمولات کا بیان کرتے ہوئے آخری مشورہ دیتی ہیں۔ کہ تم دنیا کے سارے کام کرتی ہو اور دن بھر دنیا کے دھندے میں لگی رہتی ہو، محنت کرتی ہو اور تھکتی ہو، اگر تھوڑا وقت دعاء کے لیے نکال لو تو تمھیں دین و آخرت کا فائدہ حاصل ہو جائے گا، اور تم اللہ کے ذمہ ہو جاؤ گی، انھیں دعاؤں کی برکتوں سے وہ وہ حاصل ہوا کہ میرا دل جانتا ہے میں اس منعم حقیقی کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں ۔

میں کس قابل تھی اے لوگو! جہاں میں　　　مگر سب کچھ دیا اس نے بلاکر

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کی وصایا

(ولادت: ۶ر محرم ۱۳۳۲ھ/ ۱۵ر دسمبر ۱۹۱۳ھ۔ وفات: ۲۲ر رمضان ۱۴۲۰ھ/ ۳۱ دسمبر ۱۹۹۹ء۔ بروز جمعہ۔ مدفون: دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی)

۱۔ اس زمانے میں جوانوں کا اسلام پر اعتماد قائم رہ جائے یہی بڑی بات ہے۔

۲۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمۃ اصول سے کام کرتے تھے، اس لیے کام ہوا۔ پہلے اس کی اہمیت ذہنیت میں نہ آتی تھی مگر اب اپنے اوپر ذمہ داری آئی تو اس کی قدر ہوتی ہے کہ بغیر اصول کی پابندی کے آدمی کچھ کام نہیں کرسکتا۔

۳۔ مسلمان چونکہ اپنے ضروری وظائف کی ادائیگی سے غفلت برت رہے ہیں اس لیے سارے عالم میں فساد ہی فساد برپا ہے، لہٰذا آج اگر مسلمان اپنے دین پر عمل کریں تو دوسری قوموں پر بھی اچھا اثر پڑے۔

۴۔ ہر شخص ملک سے فائدہ تو اُٹھانا چاہتا ہے مگر اس کی حفاظت کی کسی کو فکر نہیں ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی گائے ہو اس سے دودھ سب لوگ لینا چاہتے ہوں مگر اس کے گھاس چارے کا کسی کو خیال نہ ہو تو بتلایئے اس گائے کا کیا حشر ہوگا۔

۵۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری جو اس اُمت کو اللہ ربّ العزّت نے سپرد فرمائی ہے۔ اگر اس خدمت کو اُمت کے افراد آدابِ شریعت و سنت کی رعایت کے ساتھ انجام دیتے رہیں گے تو ان کو بھی نفع ہوگا اور دوسروں کو بھی ورنہ دونوں ہی کا خسارہ

ہوگا۔(اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۵۱۵)

کتاب 'پاجا سراغِ زندگی' سے چند اقتباسات

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف 'پاجا سراغِ زندگی' (جس میں طلبائے علوم نبوت کا منصب و مقام، ملت کی ان سے توقعات، عصرِ حاضر میں ان کی ذمہ داریوں سے روشناس کرایا گیا ہے) سے چند اہم و مفید مضامین درج کرتا ہوں۔اُمید ہے کہ ان کا مطالعہ انشاء اللہ طلبہ کے لیے ہی نہیں بلکہ علمائے کرام کے لیے بھی نفع بخش و بصیرت افروز ثابت ہوگا۔وہ یہ ہیں

طلبہ و فضلائے مدارس کی ذمہ داریاں

دوستو! مدرسہ کے طالب علم کی حیثیت سے آپ کا کام سب سے زیادہ نازک اور سب سے زیادہ عظیم ہے۔میں نہیں جانتا کہ اس وقت دنیا کی کسی جماعت یا کسی گروہ کا کام اتنا نازک، وسیع اور اہم ہو۔ان الفاظ پر آپ دوبارہ غور کیجیے کہ آپ کا ایک سرا نبوتِ محمدیؐ سے ملا ہوا ہے، دوسرا اسرا زندگی سے۔یہی آپ کے کام کی نزاکت کی وجہ اور آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔نبوتِ محمدیؐ سے وابستگی اور اتصال جہاں ایک بہت بڑی خوش نصیبی اور سرفرازی ہے، وہاں ایک عظیم ذمہ داری بھی ہے۔آپ کے پاس حقائق اور عقائد کی سب سے بڑی دولت اور سب سے عظیم سرمایہ ہے، اس وابستگی سے آپ پر چند ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔آپ میں غیر متزلزل یقین اور راسخ ایمان ہونا چاہیے، آپ میں یہ حوصلہ اور ہمت ہونی چاہیے کہ ساری دنیا ملتی ہو، تو اس کے ایک نقطہ سے بھی دستبردار ہونے کے سوال پر غور نہ کرسکیں، آپ کے دلوں میں اس کی حمایت ونصرت کا جذبہ موجزن ہونا چاہیے۔آپ کا دل اس بے بدل دولت پر فخر اور شکر سے لبریز ہو، آپ کو اس کی صداقت، اس کی معقولیت، اس کی ابدیت، اس کی ہر زمانہ میں صلاحیت، اس کی بلندی و برتری اور اس کی معصومیت پر غیر متبدل یقین ہو۔آپ اس کے مقابل ہر چیز کو پورے اطمینان کے ساتھ جاہلیت اور جاہلیت کی میراث سمجھتے ہوں۔آپ جہاں احکامِ ربانی اور تعلیماتِ اسلام کو سن کر "سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا" کہیں، وہاں جاہلیت کے نظام اور جاہلیت کے

علمبرداروں کو مخاطب کر کے کہیں کہ ﴿كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ﴾ (سورۂ ممتحنہ، آیت:۴) آپ اسلام ہی کی رہنمائی اور اسوۂ محمدیؐ ہی کی روشنی میں دنیا کی نجات کا یقین رکھتے ہوں، اور آپ کا اس پر عقیدہ ہو کہ اس طوفانِ نوح میں سفینۂ نوح صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور امامت ہے۔ آپ یقین کرتے ہوں کہ افراد اور اقوام کی سرفرازی اور سربلندی کی شرط صرف رسول اللہ ﷺ کا اتباع ہے اور یہ بالکل حقیقت ہے، کہ ؎

محمدؐ عربی کہ آبروئے ہر دو سرا ست
کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

(محمد عربی ﷺ جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں، ان کے در کا جو خاک نہ ہوا اس کے سر پر خاک ہو)

آپ تعلیماتِ نبوت کو علم کا لب لباب اور حقیقۃ الحقائق سمجھتے ہوں۔ آپ اس کے مقابلے میں تمام دنیا کی الٰہیات اور فلسفۂ مابعد الطبیعات اور قیاسات و روایات کو افسانہ و خرافات سے زیادہ وقعت دینے کے لیے تیار نہ ہوں۔ آپ توحید کی حقیقت سے واقف اور اس پر مصر ہوں اور شرک اور تمام دنیا کے علم الاصنام کو خواہ وہ کیسے ہی پرجلال علمی اصطلاحات اور فلسفہ کی زبان میں بیان کیا گیا ہو، حقارت کی نظر سے دیکھتے ہوں، اور "زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا" سے زیادہ مرتبہ دینے کے لیے آمادہ نہ ہوں۔ آپ سنت کے اتباع کے حریص اور "خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ" پر یقین رکھتے ہوں، اور بدعات کے مضر اور نامقبول ہونے پر آپ کو شرحِ صدر ہو۔ غرض آپ اعتقادی، ذہنی، فکری، قلبی، ذوقی اور عملی حیثیت سے نبوت محمدیؐ کی جامعیت اور عملیت کے قائل ہوں اور اس کی عملی تفسیر ہوں۔

طلبہ وفضلاء کا امتیاز

دوستو! دنیا کے دوسرے مسلمانوں کے مقابلے میں آپ کا امتیاز یہ ہے کہ ان حقائق پر دوسروں کا اجمالی ایمان کافی ہے مگر آپ کو اس پر پورا ذہنی اطمینان اور شرحِ صدر ہونا چاہیے۔ آپ کا صرف قائل ہونا کافی نہیں، اس کا داعی ہونا ضروری ہے، دوسروں کا یقین لازمی ہو تو کافی

ہے، آپ کا یقین متعدی ہونا چاہیے، جو سیکڑوں ہزاروں انسانوں کو یقین سے لبریز کردے۔ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک آپ کا یہ سرور خوشی و سرمستی اور بے خودی کی حد تک نہ پہنچا ہو اور آپ میں 'یَکْرَہُ اَنْ یَعُوْدَ اِلَی الْکُفْرِ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُقْذَفَ فِی النَّارِ' کی حقیقت نہ پائی جاتی ہو۔ تعلیماتِ نبوت سے دوسروں کی سرسری واقفیت کافی ہے، مگر آپ کے لیے علومِ نبوت میں رسوخ، علومِ نبوت سے عشق، علومِ نبوت میں مقامِ فنائیت، علومِ نبوت پر اصرار ضروری ہے۔ اس کے بغیر دعوت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، بلکہ دعوتوں اور تحریکوں کے اس طوفانی دور میں اس کے بغیر اپنی خصوصیات اور سرمایہ کی حفاظت بھی مشکل ہے۔

کیفیاتِ باطنی

یہ بھی یاد رکھیے کہ نبوتِ محمدی نے جس طرح علوم و احکام کا ایک بے پایاں دفتر اور وسیع ترین ذخیرہ چھوڑا 'فَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّ لَا دِرْھَمًا وَ لٰکِنَّ وَرَّثُوْا ھٰذَا الْعِلْمَ' یہ ذخیرہ قرآن و حدیث، فقہ و احکام کی صورت میں محفوظ ہے۔ اور آپ کا مدرسہ بحمد اللہ اس کی خدمت و اشاعت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ اسی طرح نبوتِ محمدی نے کچھ اوصاف، خصوصیات اور کیفیات بھی چھوڑے، جس طرح پہلا سرمایہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہا، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت و اشاعت کا انتظام کیا، اسی طرح دوسرا سرمایہ بھی برابر منتقل ہوتا رہا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا بھی انتظام فرمایا ہے، یہ اوصاف اور خصوصیات کیا ہیں؟ یقین و اخلاص، ایمان و احتساب، تعلق مع اللہ، انابت و رجوع، خشوع و خضوع، دعا و ابتہال، استغناء و توکل، اعتماد علی اللہ، درد و محبت، خود شکستی و خودداری، علومِ نبوت و احکام اور اوصاف و کیفیات دونوں کی جامع تھی۔ ﴿ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْ عَلَیْھِمْ آیَاتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَ الْحِکْمَۃَ﴾ (سورۂ جمعہ، آیت:۲) نبوتِ محمدی سے صرف علوم و احکام لینا اور کیفیات و اوصاف کو ترک کردینا ناقص وراثت ہے اور نامکمل نیابت۔ دنیا میں جن لوگوں نے نبوت کی نیابت کی اور اسلام کی امانت ہم تک پہنچائی، وہ صرف ایک حصہ کے امین نہ تھے، وہ دونوں دولتوں سے مالامال تھے، اب بھی اسلام کی دعوت اور اسلامی انقلاب صرف پہلے حصے سے برپا نہیں کیا جاسکتا، آپ کو جن اسلاف کی طرف نسبت کا شرف حاصل ہے، وہ بھی ان

دونوں خصوصیتوں کے جامع تھے۔ آپ اگر حقیقی نیابت کے منصبِ بلند پر سرفراز ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو اس جامعیت کی کوشش کرنی پڑے گی، اس کے بغیر علم وفن کی صناعی کاغذی پھول ہیں، جن میں نہ خوشبو، نہ تازگی۔ آج دنیا کے بازار میں کاغذی اور ولایتی پھولوں کی کمی نہیں، ہم اور اس میں کوئی قابلِ ذکر اضافہ نہیں کر سکتے۔ یہاں تو نبوت کے باغ کے شاداب پھول چاہئیں، جو مشامِ جاں کو معطر کر دیں اور جن کے سامنے دنیا کے پھول شرما جائیں۔ ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾۔ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۱۸)

مدارس کا باطنی انحطاط

آپ برا نہ مانیں، کہنے والا بھی آپ ہی میں سے ہے۔ عرصہ سے ہمارے مدارس ان شاداب پھولوں سے خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ ان اوصاف میں روز افزوں انحطاط ہے، ہم کو دل پر پتھر رکھ کر سننا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کہنے والے نے کہاں تک صحیح کہا ہے کہ؎

اُٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے نمناک
نہ زندگی نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے جس تعداد میں لوگ فارغ ہو کر نکلتے ہیں اس سے پہلے کبھی اس تعداد میں نہیں نکلتے تھے لیکن زندگی پر کوئی اثر نہیں ڈال رہے ہیں۔

(فائدہ: یہ بات حضرت مصلح الامتؒ بھی برابر فرماتے رہتے تھے، کاش کہ ہمارے طلبہ اس طرف توجہ کرتے تو آج مسلمانوں کا یہ حالِ زار نہ ہوتا۔)

انقلاب انگیز شخصیتیں

پہلے اسی ملک میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ یا سیّد علی ہمدانی کشمیریؒ جیسا ایک فقیر بے نوا آیا اور پورے کے پورے ملک کو اپنے قلب کی حرارت اور اپنے ایمان کے نور سے بھر دیا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے حکومتِ مغلیہ میں انقلاب برپا کر دیا۔ انہی کی خاموش مساعی کا نتیجہ تھا کہ ہم اکبر کے تخت پر اورنگ زیب جیسے فقیہہ ومتشرع بادشاہ کو دیکھتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس طویل وعریض ملک کا رجحان بدل دیا اور پورے نظامِ فکر اور نظامِ تعلیم پر گہرا اثر ڈالا۔ مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک عام مایوسی اور پسپائی کے دور میں اتنا بڑا اسلامی قلعہ تعمیر کر دیا اور علومِ

شریعت کو ایک نئی زندگی بخش دی۔ ابھی پچھلے عرصہ میں مولانا محمد الیاسؒ نے ایمان اور دینی جدوجہد کی ایک نئی روح پھونک دی۔ غرض : ع

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

(یعنی ایک مردِ خود آگاہ نے دنیا کا رنگ ہی بدل دیا۔)

ایک فیصلہ کن بات

آپ نے ابھی فیصلہ ہی نہیں کیا ہے کہ آپ کو اس ملک میں ہر حال میں مسلمان بن کر رہنا ہے۔ آپ ایسی زندگی سے بیزار ہیں جس میں سب کچھ ہو مگر عقیدہ اور ایمان کا تحفّظ نہ ہو، آپ نے فیصلہ نہیں کیا ہے کہ آپ نے ان پالتو اور ناز پروردہ جانوروں اور پرندوں کی طرح زندگی گزار دیں گے جن کو راتب کا ملنا کافی ہے۔ ہم محض راتب پر ہی اس ملک میں نہیں، کسی عرب یا خالص مسلمان ملک کی سرزمین پر بھی رہنے کے لیے تیار نہیں جہاں راتب کے سوا ہم کو باعزت آزاد اور ضمیر وعقیدہ کے مطابق زندگی گزارنے کی دولت میسر نہیں۔ سارا شکوہ اور سارا گلہ اسی بات کا ہے کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں نے ابھی سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ نہیں کیا ہے کہ ہم ہر چیز کی قربانی کے لیے تیار ہیں، ایمان اور عقیدہ کی قربانی کے لیے نہیں۔

اس آدھی رات کو جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں اور جس میں جھوٹ بولنے والا بھی جھوٹ بولنے سے ڈرتا اور پناہ مانگتا ہے، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس دن آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو ایمان سب سے بڑھ کر عزیز ہے، ایمان کے بغیر بچوں کا جینا بھی آپ کو مطلوب نہیں، اسی وقت سے آپ کے حالات میں تبدیلی آ جائے گی اور مشکلات کے پہاڑ (اگر وہ مشکلات خیالی نہیں بلکہ واقعی ہیں) اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے، ایمان وعقیدہ کے تحفّظ کے بغیر اور اس اطمینان کے بغیر کہ ہماری آئندہ نسل بھی مسلمان رہے گی، ہم ایک منٹ بھی زندہ رہنا نہیں چاہتے اور یہ تحفّظ اور انتظام ہمارے لیے پانی اور بجلی کی سپلائی، راشن کی دکانوں، حفظانِ صحت اور علاج کی سہولتوں اور جان و مال کی حفاظت سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

(چراغِ راہ، ص: ۳۷۸)

افرادِ خاندان کے نام وصیت

ایک تو یہ کہ عقیدے کے سلسلے میں کوئی لچک نہ ہو۔ دوسری یہ کہ دل آزاری، ظلم و زیادتی سے پورے طور پر بچا جائے۔ تیسرے یہ کہ کھانے پینے میں بڑی احتیاط سے کام لیا جائے۔ اس میں اسراف سے بچنے کی بھی تاکید کرتے تھے اور حرام و مشکوک مال سے بالکلیہ دور رہنے کو فرماتے تھے۔

تعلیم کے تعلق سے اپنے ایک فردِ خاندان کو انتقال سے چند روز پہلے یہ فصیت فرمائی کہ ''مطالعہ میں تعمق، توسع اور تنوع پیدا کرو۔ یہ ندوہ کا امتیاز ہے۔'' طلبہ کو ایک فن میں کمال پیدا کرنے اور تعلق مع اللہ قائم کرنے اور اپنے ادارے سے جہاں انھوں نے تعلیم حاصل کی ہے رابطہ رکھنے اور ادارے کے بانیوں، ذمہ داروں اور اساتذہ کا حق سمجھ کر ان کے لیے دعا کرنے کی بھی وصیت فرماتے۔

سلوک و معرفت اور تزکیہ واحسان کے طالبین اور اپنے مسترشدین کیلئے وصیت فرمائی کہ:

۱۔ سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ بیعت اور سلسلہ میں داخل ہونا، کلمہ کی تجدید اور اسلامی عہد و معاہدہ اور اللہ و رسولؐ کے احکام کے مطابق دینی و ایمانی زندگی شروع کرنے اور اسی کے مطابق زندگی گزارنے کا قصد و ارادہ اور عہد و معاہدہ سمجھا جائے۔

۲۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ عقیدہ درست اور پختہ کیا جائے اور اس بات کا اقرار اور اس پر ایمان ہو کہ اللہ کے سوا کسی کے ہاتھ میں جلانے مارنے، صحت اور شفا دینے، اولاد دینے، روزی دینے اور قسمت اچھی بری کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس کے سوا کوئی بندگی کا مستحق نہیں، نہ اس کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کیا جاسکتا ہے، نہ بندگی کی کوئی شکل اختیار کی جاسکتی ہے، نہ حاجت روائی اور مشکل کشائی کا سوال کیا جاسکتا ہے۔

۳۔ سیّد المرسلین و خاتم النّبیین محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا آخری نبی بذریعہ ہدایت، وسیلہ شفاعت اور سب سے زیادہ محبت اور اتباع و پیروی کا مستحق سمجھا جائے اور زیادہ سے زیادہ آپؐ کی سنتوں پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے اور دینی و دنیوی زندگیوں میں آپؐ کی ہدایات، آپؐ کے معمول اور دستور پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ آپؐ کی سیرت

پاک کے مطالعے کا اہتمام کیا جائے اور آپؐ کی احادیث کے مجموعوں اور سیرت کی کتابوں کے مطالعے کا شوق پیدا کیا جائے۔

۴۔ زندگی کو اسلامی قالب میں ڈھالنے اور صحیح مقاصدِ زندگی معلوم کرنے کے لیے راقم کی کتاب 'دستورِ حیات' کو مطالعے میں رکھا جائے۔ نیز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔

۵۔ سب سے اہم فریضہ اور ضروری چیز نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنا اور اہتمام اور سنتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس میں غفلت اور تساہلی کی تلافی کوئی چیز نہیں کرسکتی۔ نمازیں جماعت کے ساتھ حتی الامکان مسجد میں ادا کی جائیں۔ مستورات ان نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھنے کی کوشش کریں۔ جو عام طور پر کاموں کی مصروفیت اور ذمہ داریوں کی وجہ سے فوت ہوجاتی ہیں یا ان کا وقت نکل جاتا ہے۔

۶۔ دینی و دنیوی دونوں کاموں میں ثواب اور رضائے الٰہی کی نیت کی مشق کی جائے۔ اخلاق و معاملات اور زندگی کے معمولات میں بھی اس کا اہتمام کیا جائے تاکہ ان پر عبادت کا ثواب ملے اور ان کو حتی الامکان شریعت اور سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کی جائے۔ اخلاقی ومزاجی کمزوریوں، حسد وکینہ، حد سے بڑھے ہوئے غصّے، بدگوئی اور بدزبانی اور مال ودولت اور دنیا کی حد سے بڑھی ہوئی محبت سے بچنے کی امکانی کوشش کی جائے۔

۷۔ قرآن مجید کی جس قدر سہولت کے ساتھ ممکن ہو تلاوت کا معمول بنایا جائے۔

۸۔ فجر کی نماز سے پہلے یا بعد یا مغرب، عشاء کے بعد (جس وقت آسانی سے ممکن ہو اور پابندی ہوسکے) ایک تسبیح درود شریف کی، ایک کلمہ سوم کی اور ایک استغفار کی پڑھ لی جائے اور اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اخیر شب میں کچھ رکعتیں تہجد کی بھی پڑھنے کی کوشش کی جائے اور اپنے سلسلے کے مشائخ اور تعلق والوں کے لیے دعا کی جائے۔

(ماخوذ از سلاسل اربعہ، مرتبہ: سیّد محمود حسن حسنی ندوی)

عوام الناس کے لیے وصیت

عوام الناس کے لیے توحید پر مضبوطی سے قائم رہنے، عقیدہ کی پختگی اور رسول اللہ ﷺ سے تعلق ومحبت کی ہی وصیت رہی۔ عام مجمع میں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت یاد دلا کر جس کو قرآن نے نقل کیا ہے کہ:

﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءُ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِىْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ آبَاءِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَ اِسْمَاعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۳۳)

وصیت فرمائی اور بیعت لیتے وقت یا اور کسی موقع پر اور عام مجمع میں بھی ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ﴾ کی حقیقت کی طرف متوجہ فرما کر وصیت فرمائی کہ کائنات کا، سارے عالم کا پیدا کرنا، بنانا بھی اسی کا کام ہے اور نظام بھی وہی چلا رہا ہے۔ حکم اسی کا چل رہا ہے۔ کسی کو اس میں دخل نہیں۔ اس کے استحضار کو خاص طور پر وصیت کے طور پر فرمایا۔

مفکرِ اسلامؒ کا آخری پیغام مسلمانانِ ہند کے نام

''ہم مسلمانوں نے پورے عزم کے ساتھ سوچ سمجھ کر اپنے وطن ہندوستان میں رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ہمارے اس فیصلے کو ارادۂ الٰہی کے سوا کوئی طاقت نہیں بدل سکتی، ہمارا یہ فیصلہ کسی کم ہمتی، مجبوری یا بے چارگی پر مبنی نہیں ہے۔ ہم نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کیا ہے۔

ہمارا دوسرا فیصلہ یہ ہے (جو اپنے عزم اور قطعیت میں پہلے فیصلے سے کسی طرح کم اور غیر اہم نہیں) کہ ہم اس ملک میں اپنے پورے عقائد، دینی شعائر، قانونِ شریعت اور اپنی پوری مذہبی وتہذیبی خصوصیات کے ساتھ رہیں گے۔ ہم ان کے کسی ایک نقطہ سے دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔

اس ملک کے باشندے کی حیثیت سے ہمیں یہاں آزادی اور عزت کے ساتھ رہنے کا پورا حق حاصل ہے۔ یہ اس ملک کی جمہوریت اور دستور وآئین کا بھی فیصلہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنی خصوصیات، قانونِ شریعت، احکامِ دین، اپنے عقائد وشعائر، اپنی تہذیب اور اپنی ان چیزوں کو چھوڑ کر جو ہم کو عزیز ہیں، اس ملک میں رہیں۔ اس طرح رہنے سے

یہ وطن، وطن نہیں بلکہ ایک جیل خانہ اور قفس بن جاتا ہے جس میں گویا پوری قوم کو زندگی کی عزتوں اور لذتوں سے محروم رکھ کر سزا دی جاتی ہے۔ ہمارا خمیر ضرور اس ملک سے تیار ہوا ہے اور یہ خاک ہم کو بہت عزیز ہے لیکن ہماری تہذیب ابراہیمی ہے اور مسلمان جس ملک میں رہے گا اس کی وطنیت خواہ کچھ ہو، اس کی تہذیب ابراہیمی ہوگی۔ ہم یہاں زندہ اور باعزت انسانوں کی طرح رہنا چاہتے ہیں۔ ہم اس ملک میں آزاد ہیں، اس کی تعمیر و ترقی اور دستور سازی میں شریک ہیں۔ اس لیے اس کا کوئی سوال نہیں کہ ہم دوسرے درجے کے شہریوں کی طرح زندگی بسر کریں۔ اپنے ملک میں آزادی کے ساتھ زندگی گزارنا ہر شخص کا فطری، انسانی، اخلاقی اور قانونی حق ہے اور اس حق کو جب بھی چھیننے کی کوشش کی گئی تو اس کے ہمیشہ سنگین نتائج نکلے۔''

(سوانحِ مفکر اسلامؒ، ص: ۴۷۹)

سیّدہ امۃ العزیز بڑی ہمشیرہ صاحبہ مولانا علی میاں ندویؒ

(ولادت ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء۔ وفات ۲۳ شب رمضان ۱۴۱۶ھ)

حقیقی سکون نہ دولت میں ہے، نہ لباس و زیور میں، نہ خوبصورتی اور زیب و آرائش میں اور نہ محل میں۔

حقیقی سکون اور چین صرف اللہ کی یاد سے حاصل ہوتا ہے، ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾۔ یاد رکھو اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

اور فرماتیں، وہ بڑا خوش نصیب ہے جس کو دل کا چین نصیب ہو، اور فرماتیں، وہ مجلس بڑی نامبارک ہے، جس میں سب کچھ ہو مگر اللہ کا ذکر نہ ہو۔

دل کی قناعت کو اللہ کا بڑا مقام اور بڑی دولت سمجھتیں، فرماتیں: دل کی قناعت سب سے بڑی دولت ہے، جس کو یہ دولت حاصل ہے وہ موتیوں سے تولے جانے کے قابل ہے۔

حرص و ہوس اور خود پرستی کو مہلک ترین بیماری خیال کرتیں۔ فرماتیں کہ: سب سے بڑا اور مہلک مرض حرص و ہوس اور خود پرستی ہے، جس کو یہ روگ لگ گیا، وہ آدمی نہیں جانور سے بدتر ہے، ایسا شخص کبھی بھی چین سے نہیں رہ سکتا، اور نہ دوسروں کو چین سے زندگی گزارنے دیتا ہے۔

فرماتیں: حرص و ہوس کا پیٹ صرف موت بھر سکتی ہے۔

آپ صبر و عمل کا پیکر تھیں، دوسروں کو بھی اسی کی نصیحت کرتیں۔فرماتیں: جب کوئی مصیبت آئے تو بجائے گڑگڑانے اور واویلا مچانے کے خدا کی جناب میں دعاء کرنے، نماز پڑھنے اور صبر و تحمل کرنے سے کام لینا چاہیے۔

اسی طرح آپ سراپا دعاء و خشیت تھیں، اعتراف ذنب وقصور کے ساتھ بڑے الحاح و زاری کے ساتھ یہ دعا پڑھتیں: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت:۲۳)

اور فرماتیں: حضرت آدم علیہ السلام وحوّا علیھا السلام نے یہ دعاء مانگ کر ہم سب پر کتنا احسان کیا، انتقال سے چند گھنٹے پہلے بھی یہ دعاء آپ کی زبان پر جاری تھی اور پورے استحضار کے ساتھ اور ویسے بھی کثرت سے اس دعاء کا وِرد رکھتیں۔

ایک اور دعا

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَ عَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ الخ کا بھی کثرت سے پڑھنے کا معمول بنائے رکھا۔

سیّدہ امۃ اللہ تسنیم صاحبہ ہمشیرہ مولانا علی میاں ندوی

(ولادت ۱۸/ جون ۱۹۰۸ بروز جمعرات)

ملفوظات

۱۔ ماؤں کو تاکید کرتی تھیں کہ اپنی بچیوں اور بچوں کو پہلے دین کی ہر بات سے واقف کرادو، قصّے کہانیاں بھی کہو تو اس کا لحاظ رکھو کہ کوئی غلط بات نہ کہو۔

۲۔ فرماتی تھیں کہ پہلے اپنے میں اچھائیاں پیدا کرو، پھر دوسرے کو نصیحت کرو۔

۳۔ پہلے دین کی باتیں بتاتیں پھر سنتیں پھر عورتوں سے فرماتیں: یہ سب اسے (بچہ کو) خود سے نہیں آ گیا ہے، یہ سب بتانے سے آیا ہے، اسی طرح اگر آپ اپنے بچوں کو بتاتیں تو کون بچہ ہوگا جو نہ سیکھ سکے۔

۴۔ فرماتیں: جو چیز تمھارے نبی ﷺ کو پسند ہوا کرے اس سے کبھی انکار نہ کیا کرو۔

۵۔ فرماتی تھیں: کہ علم حاصل کرلو، مجھے دیکھو میں نے کس طرح عربی پڑھی، اپنے شوق سے پڑھی، جس سے موقع ملا اس سے پڑھا، بھائی صاحب سے (مولانا عبدالعلی صاحب) علی سے، (مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ) اور جو ملا اس سے پڑھا۔

٦۔ فرماتی تھیں کہ دل مارنے کی عادت ڈالو۔ جو جی چاہے وہ کر گزرنا ٹھیک نہیں ہے۔

۷۔ غلط بات پر تنبیہ کرتیں۔ دعاؤں کے یاد کرنے کی تلقین کرتی تھیں۔

۸۔ ان کی یہ نصیحت تھی کہ اگر غیبت کی عادت چھڑانا ہو تو غیبت کے بعد دو رکعت نفل توبہ کی بطور جرمانہ ضرور پڑھ لیا کرو۔ یہ بری عادت انشاء اللہ جاتی رہے گی۔

۹۔ فرماتی تھیں: کبھی کسی سے سوال نہ کرو، صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو، وہی دینے والا ہے۔

۱۰۔ فرماتی تھیں: سوائے اللہ کے کسی سے امید نہ رکھو، غیبت نہ کرو، برا بھلا نہ کہو، صبر میں بڑی بھلائی ہے۔

۱۱۔ فرماتی تھیں: کہ دعاؤں کے ذریعہ مدد چاہو، یہی دعائیں کام آئیں گی۔

۱۲۔ فرماتی تھیں: کہ حدیث پاک میں ہے کہ قرب قیامت میں کوئی چیز مدد نہ دے گی، سوائے کلام اللہ کے، رسول اللہ ﷺ سے منقول ساری دعائیں یاد کرنے کی گھر والوں کو تلقین کرتیں۔

۱۳۔ مصیبت اور پریشانی کے وقت عذاب الٰہی سے پناہ مانگنے کی تلقین کرتیں۔

ان کے اشعار پڑھیے جو دریائے رحمت میں کیسا تلاطم پیدا کیا ہے۔

کب سے کھڑی ہوں یا رب امید کے سہارے
یہ دن نہ جانے میں نے کس طرح سے گزارے
بے چین و مضطرب دل جاکر کسے پکارے
وہ کون ہے جو حالت بگڑی ہوئی سنبھالے
ہے باب یہ کرم کا خالی نہ پھیر یارب
دینا اگر تجھے ہے پھر کیوں ہے دیر یارب

کنج قفس سے بدتر اپنا ہے آشیانہ
اس قید بے کسی میں گزرا ہے اِک زمانہ
مغموم دل پر یارب لازم ہے رحم کھانا
کرتی ہوں میں تجھ سے شکایت یہ عاجزانہ

بارِ الم ہے دل پر طاقت نہیں ہے دل میں
کیوں کر ہو صبر مجھ سے ہمت نہیں ہے دل میں

اس نظم کے دوشعر دل تھام کراورسن لیجیے!

کب سے لیے کھڑی ہوں میں کاسۂ گدائی
اب تک نہ ملا مجھ کو اور شام ہونے آئی

اور یہ دوسرا شعر ہے اورکون بڑے سے بڑا صاحبِ علم اور صاحبِ درد ہے جو اس شعر کو پڑھ کر بندگی اور عاجزی کا مزانہ لے۔

بندہ نواز! میری منّت کی لاج رکھ لے
میری نہیں تو اپنی رحمت کی لاج رکھ لے

اور ایک شعر سنیے۔

عمر گزری ہے تیرے دربار میں آئے ہوئے
گڑ گڑاکے مانگتے اور ہاتھ پھیلائے ہوئے

اس کی رحمت کا فیصلہ ہوا کہ اپنی اس عاجز، درماندہ، دردمند، پرسوز بندگی کو اِس دارُالمحن سے اُس جوارِ رحمت میں بلالے، جس کے مکینوں کے لیے اس کا ارشاد ہے:

﴿لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَ لَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ﴾

۲۸/جنوری ۱۹۷۶ء کو انتقال ہوا۔ (اقوالِ سلف، ج:۵،ص:۳۹۳)

حضرت مولانا شیخ احمد علی آسامیؒ خلیفہ حضرت مدنیؒ

(ولادت:۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۵ء۔ وفات:۸/ربیع الاوّل ۱۴۲۱ھ م ۱۱/جون ۲۰۰۰ء)

اللہ کرے کہ ایسا ہو کہ کوئی آبادی اور کوئی گھرانہ بلکہ کوئی فرد باقی نہ رہے۔ جس کو دین کی دعوت نہ پہنچے اور انسان تغافل کے شکنجے سے نکل کر الدّین القیّم کی روشنی میں آکر اپنی دنیا و آخرت کو سدھارے۔ مدارس کی خدمات اگر نہ ہوں تو دین کے محافظ، علم وفقہ سے مسلح سپاہی تیار نہیں ہوں گے۔ خانقاہی نظام نہ ہو تو باطنی دنیا کی نگرانی کرنے والے حضرات پیدا نہیں ہوں گے۔ (اقوالِ سلف، ج:٦۔ ص:۳۷۷)

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ صاحبِ معارف السنن

(ولادت:۱۳۲٦ھ/ ۱۹۰۸ء۔ وفات:۳/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ/ ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء۔)

عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب

مسلمان قوم کو تن آسانی، آسائش پسندی اور عیش پرستی کبھی راس نہیں آئی۔ اُندلس اور بغداد کی تباہی سے لے کر ترکی اور بخارا تک کی تاریخ پڑھیے اور سبق لیجیے۔ اسلام کے خیر القرون میں جب اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید کی طلب میں ذراسی غفلت یا اللہ و رسول (ﷺ) کے ارشاد کی تعمیل میں معمولی سی کوتاہی ہوئی یا ظاہری ساز وسامان پر نظر گئی تو فوراً تنبیہ کی گئی اور بعض اوقات ناکامی کا سامنا کرنا پڑے......غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قوم اور مسلمان حکومتیں حسبِ ذیل امراض میں مبتلا ہیں جن کا ازالہ جلد از جلد ہونا چاہیے:

۱۔ اسلامی اخوت کی بجائے قومیت کا غرہ۔

۲۔ اقتدار اور طاقت کے باوجود اسلامی قوانینِ الٰہیہ کو نافذ نہ کرنا۔

۳۔ تن آسانی، تن پروری، عیش وعشرت اور لہو ولعب پر مال و دولت کا برباد ہونا اور اخلاق سوز ادب کا رواج پانا۔

۴۔ خدا فراموشی کے ساتھ ظاہری تدابیر، فوجی عسکری قوت اور جدید ترین جنگی اسلحہ سے

مجرمانہ تغافل۔

۵۔ صرف مصنوعی، سطحی اور وقتی نعروں پر قوم کی تنظیم کا خبط۔

۶۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اسلامی و دینی جہاد کی روح کو ختم کر کے ہوس ملک گیری اور شخصی قیادت کی بقا کے جنون میں گرفتار ہونا۔

۷۔ اسلامی معاشرت کی جگہ ملعون قوموں کی تہذیب و معاشرت کو اپنانا۔

۸۔ اسلامی اخوت، ایثار و قربانی اور غریب پروری کے جذبے کا ختم ہو جانا۔

۹۔ غلط نظامِ معیشت کی وجہ سے ایک طبقے کا دولت کی فراوانی کے ہیضے میں مبتلا ہو جانا اور دوسرے طبقے کا نانِ شبینہ کے لیے بلکنا۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ مالک الملک، خالق و رازق اور قادر المطلق سے غفلت برتنا اور دنیائے کفر کی طاغوتی طاقتوں کو قبلۂ حاجات سمجھنا اور ان سے ہمدردی اور خیر کی توقع رکھنا۔

۱۱۔ اسلامی نظامِ معیشت کی جگہ بینک کے موجودہ کافرانہ نظامِ مالیات کو اختیار کرنا اور اسی کو ذریعۂ نجات اور مشکل کُشا سمجھنا۔

۱۲۔ اسلامی فلسفۂ تعلیم کی جگہ اللہ بیزار اور آخرت فراموش نظامِ تعلیم کو اپنانا اور اسی کو معراجِ ترقی سمجھنا۔

میں سمجھتا ہوں کہ عصرِ حاضر میں مسلمانوں کی تباہی کے حقیقی اسباب یہی ہیں۔ کاش ان کے ازالہ و اصلاح کی طرف مسلمان اور عالمِ اسلام کو متوجہ ہونے کی توفیق ہو جائے۔

(ماہنامہ بیّنات، کراچی، ربیع الثانی، ۱۳۸۷ھ۔ ص:۴) (بحوالہ: چراغِ راہ، ص:۲۹۶)

حضرت مولانا محمد یوسف کی مزید وصایا

۱۔ تقریباً ایک صدی کے بعد ایک حصہ متحدہ ہندوستان کا دوبارہ پاکستان کے نام سے مسلمانوں کے اقتدار میں دیا گیا۔ یہاں ابتدائی دور کے چند سالوں کے بعد ایسے حکمران آتے گئے ہیں جن کی طرف سے دین اسلام کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا رہا جیسے کوئی دشمن اسلام طاقت اسلام سے دیرینہ انتقام لینا چاہتی ہو۔

۲۔ ہر ڈکٹیٹر مزاج حکمراں کے لیے مقامِ عبرت ہے۔ ظلم وتشدد کے ہتھیار کی عمر بہت کم ہوتی

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی ظالم و جابر حکمراں کو اپنی خدائی نہیں دی ہے کہ جو چاہے کرتا رہے۔ گزشتہ ادوار میں یورپ و ایشیا میں جو ظالم و سنگ دل حکمراں آئے ان کا عبرتناک انجام دنیا نے دیکھ لیا ہے۔

۳۔ ملک پر جو نظام اب تک مسلط رہا ہے اور جو نظام مسلط کیا جارہا ہے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ ناکام دلوں میں اب اضطراب ہے، دماغوں میں بےچینی ہے۔ امن و امان مفقود ہے، کسی کی جان و مال و آبرو محفوظ نہیں۔ عیاشوں اور بدمعاشوں کو آزادی مل گئی ہے۔ شراب نوشی اور قمار بازی سے اللہ کی مخلوق تنگ آ چکی ہے۔ عریانی و بے حیائی نے پاکستان کو رسوا کر دیا ہے۔ اللہ کی مخلوق پر رحم کرو اور اپنی جانوں پر رحم کرو۔ (بینات، جنوری ۱۹۷۷ء)

۴۔ دنیا ایک عبرت کدہ ہے۔ رات دن اور صبح و شام عبرت انگیز واقعات آنکھوں کے سامنے آتے ہیں۔ ظالموں کا انجام بھی دیدۂ عبرت سے مخفی نہیں۔ عاد و ثمود کے واقعات تو جانے دیجیے عصر حاضر کی تاریخ بھی نو بہ نو واقعات سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل و فہم نصیب فرمائے۔ (بینات فروری ۱۹۷۷ء) (اقوالِ سلف، ۵/۳۳۸)

فلموں کو مخربِ اخلاق عناصر سے پاک کر کے تبلیغی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ حضرت بنوری کا موقف......

اصولِ تبلیغ:

اس سلسلے میں ایک اصولی بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکّا مسلمان بنا کر چھوڑیں۔ ہاں اس بات کے ضرور مکلّف ہیں کہ تبلیغ دین کے لیے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کر کے اپنی کوشش صرف کریں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں۔ ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں۔ اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے۔ لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کر کے لوگوں کو دین کی

دعوت دیں اور آدابِ تبلیغ کو پسِ پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم جائز وسائل کے ذریعے اور آدابِ تبلیغ کے ساتھ ایک شخص کو بھی دین کا پابند بنادیں گے تو ہماری تبلیغ کامیاب ہے اور ناجائز ذرائع اختیار کر کے ہم سو آدمیوں کو بھی اپنا ہمنوا بنالیں گے تو ایسی کامیابی کی اللہ کے یہاں کوئی قیمت نہیں۔ کیونکہ دین کے احکام پامال کر کے جو تبلیغ کی جائے گی وہ دین کی نہیں کسی اور چیز کی تبلیغ ہوگی۔ فلم اپنے مزاج کے لحاظ سے بذاتِ خود اسلام کے احکام کے خلاف ہے۔ لہٰذا ہم اس کے ذریعے تبلیغ دین کے مکلّف نہیں ہیں۔

اگر کوئی شخص جائز اور باوقار طریقوں سے ہماری دعوت قبول کرتا ہے تو ہمارے دیدہ و دل اس کے لیے فرشِ راہ ہیں لیکن جو شخص فلم دیکھے بغیر دین کی بات سننے کے لیے تیار نہ ہو اسے فلم کے ذریعے دعوت دینے سے ہم معذور ہیں۔

اگر ہم یہ موقف اختیار نہ کریں تو آج ہم لوگوں کے مزاج کی رعایت سے فلم کو تبلیغ کے لیے استعمال کریں گے تو کل بے حجاب خواتین کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جائے گا اور رقص و سرود کی محفلوں سے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کی کوشش کی جائے گی۔

اس طرح ہم دین کے نام پر خود دین کے ایک ایک حکم کو پامال کرنے کے مرتکب ہوں گے۔ (اقوالِ سلف۔ ج:۵،ص:۳۲۴)

مولانا عثمانی لکھتے ہیں: ''یہ تمام دعوتِ دین کا کام کرنے والوں کے لیے آخری وصیت تھی جو لوحِ دل پر نقش کرنے کے لائق ہے۔ (یادِ رفتگاں،ص: ۱۰۵)

محسن و مشفق، مربی و مرشدی و مخدومی فقیہ الاُمت

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

(۱) طلبہ اور کتابوں کا پورا پورا حق ادا کرنے کی کوشش کریں۔ طلبہ کو اپنا محسن سمجھیں کہ انھوں نے آپ کے علوم کی تخم ریزی کے لیے اپنے قلوب کو پیش کیا اور اس طرح آپ کے علوم متعدی ہوئے، ورنہ محدود ہو کر رہ جاتے۔ اس لیے صلبی اولاد کی طرح طلبہ پر شفقت کریں۔

آپ کی خامیوں کو آپ کے اساتذہ کرام نے دور کیا ہے، اپنے طلبہ کی خامیوں کو آپ دور کریں۔ جو کتاب پڑھائیں پورے مطالعہ کے بعد پڑھائیں۔ اگرچہ متعدد بار پڑھا چکے ہوں۔ حق تعالیٰ شانہ ہر مطالعہ میں کچھ نہ کچھ نیا فیض عطا فرماتے ہیں۔ میں دل سے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ علم وعمل میں برکت دے۔ (ملفوظاتِ فقیہ الامت، ج:۲،ص:۲۰۶)

(۲) جب کوئی قوم جمع ہوکر اس طرح دعا کرتی ہے کہ بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو اللہ تعالیٰ شانہ ان کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اجتماعی دعا مشروع ہی نہیں بلکہ قریب الی الاجابت ہے۔ کنز العمال میں یہ روایت ہے۔ (ایضاً، ج:۱،ص:۱۷)

(۳) اَوَّلُ الْعِلْمِ اَلْاِسْتِمَاعُ ثُمَّ الْاَصْوَاتُ ثُمَّ الْحِفْظُ ثُمَّ الْعَمَلُ ثُمَّ النَّشْرُ۔ یعنی علم کی ترتیب اس طرح ہے: اوّل استاد کی بات غور سے سننا، پھر خاموش رہ کر اس کا مطلب سمجھنا پھر اس کو یاد رکھنا، پھر اس کے مطابق عمل کرنا، پھر اس کی اشاعت کرنا۔

(۴) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذوی الہیات کے عشرات سے اقالہ کرو۔ یعنی جو باحیثیت لوگ ہیں ان سے اگر کوتاہی ہوجائے تو درگزر کرو۔ صحابہؓ سے اور انصارؓ سے درگزر کرنے کی تاکید آئی ہے۔ (ملفوظات، ج:۶،ص:۱۴) (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۳۵۹)

(۵) مدرسے تو دینی تعلیم کے لیے جتنے موجود ہیں ان سے زیادہ کی ضرورت ہے، مگر اخلاص کے ساتھ ہوں۔ ایک دوسرے کے رفیق بن کر رہیں، رقیب بن کر نہیں۔ معاون بن کر رہیں، معاند بن کر نہیں، معاون بننے میں نفع ہے معاند بننے میں نقصان ہے، دینی مدرسہ کا چلانا عوام کا کام نہیں بلکہ اہل علم کا کام ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۳۶۳)

(۶) نماز سے اس کو ایسا لگاؤ پیدا ہوجائے، عبادت سے اس کو ایسا تعلق پیدا ہوجائے کہ بغیر اس کے صبر نہ آئے۔ اس کو نسبت کہتے ہیں، جو مقصودِ اصلی ہے۔ اللہ سے ایسا تعلقِ خاص پیدا ہوجائے کہ آدمی اس کی نافرمانی نہ کرے، اس کی اطاعت کرتا رہے، ہر کام میں نیتِ خالص رکھے۔ اس کو نسبت مع اللہ کہتے ہیں۔ (حیاتِ محمود، ص: ۳۲۹)

دماغ میں دو رگیں ہیں: ایک جذام (کوڑھ) کی، ایک زکام کی، زکام کی رگ جذام کی رگ پر غالب آتی ہے تو چھینک آتی ہے، اس لیے چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کی تعلیم دی گئی ہے

کہ حق تعالیٰ شانہ نے جذام جیسے موذی مرض سے محفوظ رکھا۔ (اقوال، ج:۶، ص:۳۶۵)

ہمیشہ سنت پر عمل کرو اور سنت کو خاموشی سے پھیلاؤ۔ بدعت خود بخود رخصت ہو جائیگی۔ یہ سنت کی برکت ہے۔ روشنی آئی، اندھیرا چل بسا۔

کسی مسلمان کا دل نہ دُکھاؤ۔ ہوسکتا ہے اس دل میں حق جل مجدہ ہو۔

وصیت بنام مفتی احمد خانپوریؒ

مدرّسین کے لیے زرین نصائح

۱۔ عہدہ اور منصب مت طلب کرنا کہ مجھے فلاں کتاب پڑھانے دی جائے یا فلاں منصب حوالہ کیا جائے۔

۲۔ پیسے مت مانگنا کہ میری تنخواہ اتنی کر دو یا اس میں اتنا اضافہ کر دیا جائے۔

۳۔ اگر کوئی کہے کہ یہ لائق نہیں تو دل سے اس کا اقرار کرنا اور کہنا کہ ہاں بھئی میں تو بالکل لائق نہیں؛ مگر مدرسہ والوں نے بٹھا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی لیاقت دے اور کتابوں کا حق مجھ سے کسی طرح ادا کرائے۔

۴۔ کوئی طالب علم اگر سوال کرے تو شفقت سے اس کا جواب دینا اگر چہ براہِ طعن سوال کرتا ہو۔

۵۔ کسی جگہ کتاب سمجھ میں نہ آئے تو دو رکعت صلوٰۃ الحاجۃ پڑھ کر دعا مانگنا، اور مصنفِ کتاب کو ایصالِ ثواب کرنا بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۶۔ دوسرے کی کتاب میں کسی طالب علم کو بتانے میں احتیاط کرنا۔

۷۔ طلبہ سے خدمت نہ لینا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے کسی مرید، شاگرد سے خدمت لینا حرام سمجھتا ہوں۔

۸۔ طلبہ سے اختلاط نہیں چاہیے، اس لیے کہ اس میں مختلف اغراض سے آنے والے ہوتے ہیں۔

۹۔ طلبہ کا احسان مانو کہ انھوں نے اپنے قلوب کی زمین آپ کے علم کی تخم ریزی کے لیے ہموار کی، ورنہ آپ کا علم یوں ہی رہتا۔ اپنا ان پر کوئی احسان نہ سمجھیں۔

۱۰۔ طلبہ مختلف اغراض سے اشکالات کرتے ہیں، کوئی اپنے آپ کو نمایاں کرنے کے لیے،

کوئی استاد کو پریشان کرنے کے لیے، وغیرہ وغیرہ۔ مگر سب کا جواب علی اسلوب الحکیم دینا، مناظرانہ انداز میں نہیں۔

۱۱۔ روزانہ متعلقہ درسی کتاب کے مصنف کو تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھ کر ایصالِ ثواب کرتے رہنا، بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔

۱۲۔ اگر کوئی بات سبق میں غلط کہہ دی جائے تو اس سے رجوع کرنے میں تامل نہ کرنا۔

۱۳۔ مطالعے کے بغیر کبھی کوئی کتاب نہ پڑھانا۔

۱۴۔ اسباق کی مشغولیت کی وجہ سے ذکر وتلاوت وتسبیحات وغیرہ معمولات کو ترک نہ کرنا۔

امیرِ شریعت مولانا سیّد منّت اللہ رحمانی، جنرل سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ

مسلمانوں کے زوال کا بنیادی سبب

مسلمانوں کے تنزل کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انھوں نے خیر و بھلائی کے لیے محنت و مشقت کرنا چھوڑ دیا۔ اسلام جو خیر کا سرچشمہ ہے، مسلمان چاہتا ہے کہ وہ بغیر قربانی دیے حاصل ہوجائے اور کسی قسم کی جدوجہد نہ کرنی پڑے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اچھی چیزوں کو حاصل کرنا ہے تو قربانیاں دینی ہوں گی۔ صحابہؓ نے اسلام کے لیے جان کی بازی لگا دی تھی، اسلام کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کی تھیں۔

یاد رکھیے! اسلام امن وسلامتی کا پیغامبر ہے۔ اس کی راہ عشق ومحبت کی راہ ہے اور عشق کی راہ میں رکنا اور ٹھٹکنا سب سے بڑا جرم ہے۔ یہ تو ذوق و شوق ہی کے ذریعے طے ہوتی ہے۔ تکلیف و مصیبت اس راہ کے لیے زاد ہے۔ جدوجہد اور شوقِ مسلسل اور سعی پیہم اس کا سرمایہ ہے۔ اس راہ کی مشکلات چلنے والے کے لیے باعثِ مسرت ہیں اور اس کی کٹھنائیاں مسافر کی زندگی کو تابناک بناتی ہیں۔

اس لیے میں آپ سے کہوں گا کہ تذبذب چھوڑیں۔ اعتماد بحال کریں۔ شک کے بجائے یقین پیدا کریں۔ اتنا یاد رکھیں کہ وہ مصیبتیں جو اس یقین کی وجہ سے آئیں گی ان مصیبتوں سے یقیناً کم ہوں گی جو شک کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یقین و اعتماد کے بعد آپ کا دل و دماغ مطمئن

ہوگا۔ دشواری اگر ہوگی تو جسمانی، روح مطمئن رہے گی اور شک وتذبذب کی راہ میں ہوسکتا ہے کہ آپ کو مادّی وجسمانی سہولتیں مل جائیں، مگر روح کا سکون، دل کا چین اور دماغ کا اطمینان نصیب نہیں ہوسکتا۔ اس یقینِ کامل کو توحید خالص کہتے ہیں۔ اس یقین کے بعد آپ کو صرف ایک کے سامنے جواب دہی کا احساس ہوگا، ایک کے سامنے جھکیں گے اور ایک ہی کی عبادت کریں گے۔

مسلمانو! اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرو اور اسلام کی راہ میں محنت ومشقت کرو۔ دل میں اللہ کا خوف اور اسلام کی محبت پیدا کرو۔ یہی خیر ہے۔ اس کے لیے تمھیں جدوجہد کرنی ہے۔ اسی خیر کے لیے اپنی تمام صلاحیتیں خرچ کرو، کامیابی تمھارے قدم چومے گی۔ (چراغِ راہ: ۲۹۷)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کی وصایا

آج ان سطروں کا لکھنے والا بھی یقیناً ایک دن مَرنے والا ہے۔ وہ دن، وہ گھڑی بس اللہ ہی کو معلوم ہے۔ جب بھی وہ وقت آئے گا تو اپنے بارے میں نہ کچھ لکھا جاسکے گا نہ کہا جاسکے گا۔ شاید دوسرے ہی لوگ کچھ کہیں یا لکھیں گے جو میرے حال سے پورے واقف بھی نہ ہوں گے، اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ اس وفیات نمبر الفرقان ۱۹۷۷ء میں خود ہی اپنے بارے میں کچھ لکھ دوں۔ ﴿بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ﴾

قمری حساب سے میری عمر کا ۷۴واں سال ہے اور شمسی حساب سے ۷۲واں سال چل رہا ہے۔ اس لیے بظاہر بہت وقت باقی نہیں ہے، تاہم جو کچھ باقی ہے اللہ تعالیٰ اس میں توبہ و انابت اور تلافی مافات کی توفیق عطا فرمائے۔

جیسا کہ عرض کیا گیا، قمری حساب سے میری عمر کا ۷۴واں سال چل رہا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ زندگی کے کتنے دن باقی ہیں، حدیث شریف میں وصیت کرنے کا سخت تاکیدی حکم ہے، اس عاجز نے اپنے خانگی اور مالی معاملات سے متعلق ایک یادداشت وصیت نامہ ہی کے طور پر گذشتہ رمضان المبارک میں شدید بیماری کی حالت میں جبکہ اسپتال میں داخل ہوا تھا، لکھائی تھی، لیکن وہ ناتمام اور نامکمل تھی۔ اب اس پر نظر ثانی اور ممکن حد تک اس کی تکمیل کر کے گھر والوں کے لیے محفوظ کر دینے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے علاوہ کچھ باتیں عام

دینی نصیحت اور خیر خواہی کی عرض کرنا بھی اپنا فرض سمجھ کر عمومی وصیت کے طور پر یہاں لکھتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾ اور ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ کی تعمیل کرتے ہوئے سب سے پہلے اپنے نفس اور اپنی ذات کو، اس کے بعد اپنی اولاد، اپنے عزیزوں، دوستوں اور درجہ درجہ سب اہلِ تعلق کو اور اسکے بعد ان سب اہلِ ایمان کو جن تک میری بات پہنچ سکے، میری وصیت ہے کہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و ہدایت کے مطابق خالص توحید پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور اس یقین و دھیان کے ساتھ شریعت کے مطابق زندگی گذارنے کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ حاضر و ناظر ہے۔ ہمارا ظاہر و باطن ہر لمحہ اس کے سامنے ہے، اور مَرنے کے بعد اس کے سامنے پیش ہونا اور پوری زندگی کا حساب دینا ہے۔

اہتمام کے ساتھ شریعت کے عائد کیے ہوئے فرائض کو ادا کریں، خصوصاً نماز باجماعت کی پابندی کا زیادہ سے زیادہ اہتمام کریں۔ اگر نماز نہیں تو گویا ایمان نہیں، جن چیزوں کو اللہ و رسول ﷺ نے ناجائز و حرام قرار دیا اور منع فرمایا ہے ان سب سے خاص کر کبائر اور فواحش سے اپنے کو بچانے کی کوشش کرتے رہیں۔

اگر اِغواءِ شیطانی یا اپنے شریر نفس کے تقاضے سے گناہ ہوجائے تو سچے دل سے توبہ و استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت فرمادے گا۔ اس کا ارشاد ہے: ﴿وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾۔ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱۰)

ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنے جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔

اگر خدانخواستہ توبہ و استغفار کے بعد پھر گناہ ہوجائے اور بدبختی سے بار بار ہوجائے تب بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، اگر ہزار بار گناہ کر کے بھی بندہ سچے دل سے توبہ کرے گا اور اللہ سے معافی مانگے گا تو وہ رحیم و کریم معاف فرمادے گا۔

کیں درگاہِ ما درگہ نومیدی نیست
گر ہزار بار توبہ شکستی باز آ

عمر کا بڑا حصہ غفلت اور گناہوں میں گذارنے کے بعد بھی اگر توبہ و استغفار اور اصلاحِ

حال کی توفیق ملے تو کچھ نہیں گیا۔ اولیاء اللہ میں ہزاروں وہ ہیں جن کی زندگی کا بڑا حصہ غفلت بلکہ فسق وفجور میں گذرا۔ پھر جب ان کے اندر ایمانی احساس جاگا اور انھوں نے اپنے کو شیطان کے پنجے سے نکال کر اللہ کے راستہ پر ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام ولایت تک پہنچا دیا۔ ایسے لوگوں کے لیے پہلا قدم یہ ہے کہ وہ نماز باجماعت کی پابندی کرنے لگیں، اللہ کے ایسے بندوں سے قریب ہوں جو اللہ کا خوف اور آخرت کی فکر رکھتے ہوں، انسان کی زندگی پر سب سے زیادہ اچھا یا برا اثر ڈالنے والی چیز صحبت ہے

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

جن لوگوں نے بظاہر اللہ سے بےتعلقی اور آخرت کی طرف سے بےفکری والی زندگی ہی کو اپنا لیا ہے اور اسی میں وہ مست ومگن ہیں، واللہ! وہ بدترین قسم کی خودکشی کررہے ہیں۔ اگر وہ میرے قریبی عزیز بھی ہیں تو میں ان سے بری ہوں۔ ان کو بہت ڈرنا چاہیے، کہ اللہ تعالیٰ توبہ و اصلاح کی توفیق سے بلکہ ایمان سے بھی ان کو محروم نہ کردے۔ اس کو کسی کی پرواہ نہیں وہ غنی عن العالمین ہے۔ اس کی بندگی اور فرمانبرداری خود ہماری ضرورت ہے۔

ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے شفیق اور محسن چچا تھے، لیکن جب انھوں نے اپنے لیے ایمان کو پسند نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی (رسول اللہ ﷺ کی خواہش کے باوجود) ان کے لیے ایمان پسند نہیں فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی: ﴿اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ﴾۔ (سورۂ قصص، آیت: ۵۶)

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کرسکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔

حقوق العباد:

یہاں تک جو کچھ عرض کیا اس کا تعلق حقوق اللہ سے تھا، حقوق العباد کا معاملہ اس حیثیت سے زیادہ اہم اور قابلِ ذکر ہے کہ اس میں اگر تقصیر اور کوتاہی ہوجائے، یعنی کسی بندہ کی ہم سے حق تلفی یا اس پر ظلم وزیادتی ہوجائے تو اس سے نجات کا اور سبکدوشی کا معاملہ اللہ تعالیٰ (جو رحیم وکریم ہے) نے اپنے ہاتھ میں نہیں رکھا ہے، بلکہ اس کی صورت صرف یہی ہے کہ یا تو مظلوم بندہ

کواس دنیا میں اس ظلم وزیادتی کا بدلہ اور معاوضہ دے کر سبکدوشی حاصل کی جائے یا معاف کرالیا جائے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہوسکی تو آخرت میں اللہ نہ کرے سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔

صحیح بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ایک ارشاد مروی ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے:

''جس کسی نے کسی دوسرے بندہ پر ظلم وزیادتی کی ہو، اس کی آبروریزی کی ہو یا اس کا کوئی حق مارلیا اور دبالیا ہوتو اس کو چاہیے کہ اس کی زندگی ہی میں اس سے معاملہ صاف کرلے۔ قیامت کے اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس ادا کرنے کے لیے روپیہ پیسہ کچھ نہ ہوگا، اگر اس کے پاس اعمال صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم اور حق ماری کے بقدر اس مظلوم کو دلوادیے جائیں گے، اور اگر وہ اعمالِ صالحہ سے بھی خالی ہاتھ ہوگا تو مظلوم بندہ کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے (اور وہ جہنم میں سب کی سزا بھگتے گا)۔

الغرض حقوق العباد کا معاملہ بہت زیادہ قابلِ فکر ہے لیکن زندگی اور معاشرت بگڑ جانے کی وجہ سے فی زمانناً بہت سے دیندار اور عبادت گذار بھی حقوق العباد کے معاملے میں بہت کوتاہیاں کرتے ہیں۔ یہ عاجز سب سے پہلے اپنے نفس، اپنی اولاد، اپنے عزیزوں، دوستوں اور اہلِ تعلق کو اور سب اہلِ ایمان کو اس بارے میں خصوصیت سے وصیت اور تاکید کرتا ہے۔ اگر کسی بندہ کا کوئی مال یا غیر مالی حق ہمارے ذمہ ہے تو اس کو ادا کرنے یا معافی حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا اپنے اوپر عظیم ظلم اور اپنے ساتھ شدید دشمنی ہے۔

اس عاجز سیہ کار کا زندگی میں جن حضرات سے تعلق اور واسطہ رہا ہے ان میں سے بہت سوں کی میری کسی بات یا کسی عمل سے دل آزاری ہوئی ہوگی، بہت سوں کی غیبت کی ہوگی، دل نے بہت سوں کے بارے میں بدگمانی کی ہوگی یا اسی طرح کی کوئی اور کوتاہی ان کے بارے میں مجھ سے ہوئی ہوگی تو جن حضرات تک میری یہ گذارش پہنچ جائے، اپنی اس تحریر کے ذریعے میں ان سب سے اللہ کے لیے معاف کردینے کی استدعا کرتا ہوں، وہ اللہ کے واسطے مجھے معاف فرمادیں۔ مجھ پر ان کا یہ بہت ہی بڑا احسان ہوگا اور وہ اجرِ عظیم کے مستحق ہوں گے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾۔ (بیشک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا)

اور اگر اس طرح کے حقوق کسی مسلمان بھائی پر بالفرض میرے ہوں تو میں نے اللہ سے اجر کی اُمید رکھتے ہوئے ان کو بالکل سبکدوش کردیا۔

جہاں تک مجھے یاد ہے کہ کسی عزیز یا دوست کا مجھ پر قرض یا کوئی اس طرح کا مالی حق باقی نہیں ہے۔ اگر بالفرض کسی صاحب کا ہو تو وہ مجھے بتلادیں۔ اگر اطمینان ہوگیا تو انشاء اللہ ضرور ادا کردیا جائے گا۔ اور میں ان کا ممنون ہوں گا، اور جن حضرات کے ذمہ میرا کوئی مالی حق باقی ہے اگر ان کے لیے ادائیگی مشکل ہو تو مجھ سے گفتگو یا خط و کتابت کریں، انشاء اللہ ان کے لیے سہولت کی کوئی صورت نکل آئے گی۔

الفرقان اور کتب خانہ الفرقان کے سلسلے کے حقوق

قریباً پینتالیس سال سے الفرقان جاری ہے اور اس کے ساتھ کسی نہ کسی پیمانہ پر کتابوں کی فروخت کا سلسلہ بھی رہا ہے، اور بہت مدت سے میں ان دونوں سلسلوں کے معاملات سے خود تعلق نہیں رکھتا۔ لین دین کے سارے معاملات دوسرے ہی کارکن کرتے رہے ہیں، لیکن بلاشبہ مالکانہ حیثیت سے ذمہ داری میری رہی ہے۔ قریباً نصف صدی کی اس طویل مدت میں یقیناً ہزاروں بندگانِ الٰہی 'الفرقان' یا کتابوں کے خریدار رہے ہوں گے۔ اگرچہ میں کارکنوں کو ہمیشہ تاکید کرتا رہا ہوں، کہ کسی کا کوئی حق ہمارے ذمہ باقی نہ رہ جائے، لیکن غالب گمان یہی ہے کہ کم از کم نادانستہ یا غفلت و لاپرواہی سے بہت سے بندگانِ الٰہی کے ساتھ معاملہ میں کوتاہی یا ان کی کوئی حق تلفی ہوئی ہوگی، اور ان کا کوئی حق رسالہ یا کتب خانہ کے سلسلے میں باقی رہ گیا ہوگا۔

اس لیے میں ایسے سب حضرات سے جن کا کوئی حق دفتر 'الفرقان' یا کتب خانہ الفرقان کے ذمہ باقی رہ گیا ہو، گذارش کرتا ہوں کہ وہ مجھے مطلع فرما کر اپنا حق وصول کرلیں، یہ ان کا مجھ پر احسان ہوگا، اور اگر شرافت و مروّت کی وجہ سے اس میں ان کو تکلّف ہو تو ارادہ کے ساتھ لوجہ اللہ معاف فرمادیں اور آخرت کے مؤاخذہ سے مجھ کو سبکدوش کردیں۔

میری ایک وصیت یا گذارش یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد میرے نجی خطوط شائع نہ کیے جائیں۔ اگر کسی خط کی اشاعت میں کوئی خاص افادیت سمجھی جائے تو میرے بڑے لڑکے مولوی عتیق الرحمٰن کو خط دِکھا کر ان کی اجازت سے شائع کیا جائے۔

دعائے مغفرت کی التجاء

عزیزوں، دوستوں اور سب مسلمان بھائیوں سے جن تک میری بات پہنچ سکے، آخری گذارش اور التجاء یہ ہے کہ دعائے مغفرت کا مجھے انتہائی درجے میں حاجت مند سمجھ کر جب بھی توفیق ہو میرے لیے مغفرت ورحمت کی دعا کریں، انشاء اللہ اس کے صلے میں آپ کے لیے اللہ کے مقرب فرشتے مغفرت ورحمت کی دعا کریں گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب کوئی بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے لیے غائبانہ دعا کرتا ہے تو فرشتے 'آمین' کہتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ کہتے ہیں کہ "وَ لَکَ مِثْــلُ ذَالِکَ"، یعنی تجھے بھی اللہ تعالیٰ وہ عطا فرمائے جو تو اپنے مومن بھائی کے لیے مانگ رہا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ۔

(ماہنامہ الفرقان، وفیات نمبر، شمارہ اپریل تا جون ۱۹۷۷ء ص: ۶-۱۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ کی وصایا

ایک آخری نصیحت اور وصیت کرتا ہوں۔

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند

جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

کہ جہاں کہیں کسی ناجائز امر کو دیکھو اور اس کے روکنے پر قدرت ہو اس میں دریغ نہ کرو، اور جہاں قدرت نہ ہو، وہاں نزاع وفساد پیدا نہ کرنا، یہ دو امر نہایت اہم اور دقیق ہیں۔ اس میں ہم لوگ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں، بہت سے ایسے امور کو جو ہماری قدرت میں ہیں، ہم اپنے تعلقات کے زور، اولاد واحباب کی محبت میں ان پر سکوت کرتے ہیں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

" مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ"۔ (رواہ مسلم وغیرہ)

جو شخص تم میں سے کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے مثلاً

کوئی ناجائز چیز بنتے ہوئے دیکھے، اگر قدرت ہوتو توڑ ڈالے، کسی شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھے ہاتھ پکڑ کر لے جائے، اس پر کچھ زور ہوتو مار کر روک لے۔ اگر اس کی قدرت نہ ہوتو زبان سے بدل ڈالے (یعنی ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہوتو زبان سے روک دے یا کم از کم زبان سے اس کے ناجائز ہونے کا اعلان کردے) اگر اس کی بھی قدرت نہ ہوتو دل سے برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔

دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب دل سے بھی اس کو برا نہیں سمجھا ہے تو گویا دل سے اس کو پسند کرلیا، پھر ایمان کا کونسا درجہ رہ سکتا ہے، اسی لحاظ سے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ کَلِمَةُ حَقٍّ عِنۡدَ سُلۡطَانٍ جَابِرٍ"

افضل ترین جہاد حق بات کا ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا ہے۔

چونکہ ہاتھ سے روکنے پر قدرت نہیں ہے اس لیے زبان ہی سے کہہ دے شاید اثر کر جائے یا کم از کم اس کے علم میں تو یہ بات آجائے کہ میں فلاں کام ناجائز کر رہا ہوں، اپنی جہالت سے ناجائز کو جائز اور باطل کو حق نہ سمجھتا رہے کہ پھر اس سے روکنے کی یا توبہ کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَا مِنۡ رَجُلٍ يَكُوۡنُ فِیۡ قَوۡمٍ يَعۡمَلُ فِيۡهِمۡ بِالۡمَعَاصِیۡ يَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی اَنۡ يُغَيِّرُوۡا عَلَيۡهِ وَ لَا يُغَيِّرُوۡنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبۡلَ اَنۡ يَمُوۡتُوۡا"۔

(رواہ ابوداؤد وابن حبان وغیرہما)

جو شخص کسی جماعت میں ہو اور کوئی ناجائز کام کرتا ہو اور وہ جماعت اس کے روکنے پر قادر ہو پھر بھی نہ روکے تو ساری جماعت کو مَرنے سے پہلے پہلے اس کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔

کس قدر سخت وعید ہے، ہم لوگ اپنی اولاد کو اپنے چھوٹوں کو علی الاعلان ناجائز امور کرتے دیکھتے ہیں، ہر طرح سے ان پر قدرت ہے، زور ہے لیکن پھر بھی ان کی محبت کی وجہ سے یا دین سے غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے نہیں روکتے۔ یہ حقیقت میں نہ ان کے ساتھ خیر خواہی ہے، نہ اپنے ساتھ، ان کو بھی مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں اور اپنے کو بھی۔ آج اولاد، ملازم،

بیوی، بہن کوئی مالی نقصان کر دے، ہماری اپنی شان کے خلاف کوئی بات کہہ دے اس کی جان کو آ جائیں، مار پیٹ سے بھی دریغ نہ کریں۔ گالی دینے اور برا بھلا کہنے کا تو ذکر ہی کیا ہے، لیکن وہ نماز نہ پڑھتا ہو، جوا کھیلتا ہو، ڈاڑھی منڈھاتا ہو، غرض اللہ جل جلالہ اور شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہو، تو مارنا تو درکنار زبان سے بھی کچھ نہیں کہا جاتا، بلکہ دل میں بھی خیال نہیں آتا، کوئی حکومت کا مجرم ہو اس کا باغی ہو، قتل کا ملزم ہو وہ ہمارے پاس آ جائے تو زبان سے اگر کسی وجہ سے نہ کہا جائے تو بھی دل میں بار بار خیال آئے گا کہ یہ مجرم میرے پاس ہے کہیں میں اس کے ساتھ نہ پکڑا جاؤں۔

لیکن اللہ کا باغی، اللہ کا نافرمان، کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرنے والا، ہمارے پاس آتا ہے تو زبان سے کہنا تو بڑی بات ہے دل میں بھی اس کا وسوسہ نہیں آتا کہ یہ اللہ کا مجرم ہے۔ کہیں اس کی نحوست میں میں بھی گرفتار نہ ہو جاؤں۔ قرآن حکیم اور احادیث بار بار اس چیز کی مذمت کرتے ہیں، اس پر جگہ جگہ تنبیہیں وارد ہیں، اور پھر اللہ جل شانہ جیسا قادر کہ دنیا اور آخرت کی بادشاہت اس کی ہے، دنیا کے سارے بادشاہ اور حاکم اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں، لیکن ذرا بھی اس مالک کا خوف ہمارے دل میں نہ آئے اور علی الاعلان اس کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر ان پر بلائیں اور مصیبتیں نہ نازل ہوں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الْعَامَّۃَ بِعَمَلِ الْخَاصَّۃِ حَتّٰی یَرَوُا الْمُنْکَرَ بَیْنَ ظُھْرَانِیْھِمْ وَ ھُمْ قَادِرُوْنَ عَلٰی یُنْکِرُوْہُ فَلَا یُنْکِرُوْا، فَاِذَا فَعَلُوْا ذَالِکَ عَذَّبَ اللّٰہُ الْعَامَّۃَ وَ الْخَاصَّۃَ"۔ (مشکوٰۃ)

اللہ جل شانہ چند مخصوص لوگوں کے گناہ کرنے کے سبب عام لوگوں کو عذاب نہیں دیتے، جب تک کہ وہ لوگ ان مخصوص لوگوں کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں، اور جب ایسا ہو کہ وہ روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو پھر عام خاص سب کو عذاب میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

میں اسی مضمون کو اپنے ایک رسالے میں جو رسالہ تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، مفصل لکھ چکا ہوں۔ اس لیے یہاں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ جس جگہ آدمی کو قدرت حاصل ہے، وہاں نہ روکنا اپنے آپ کو مصیبت اور پریشانیوں کے لیے پیش کرنا ہے اور منجملہ اور

پریشانیوں کے اسباب کے جو آج چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں یہ بھی بڑا سبب ہے کہ ہم دین کی کسی بات پر اپنے کسی مخالف اور دشمن کو تو ضرور اس کی آبرو ریزی کی نیت سے اس کا وقار گرانے کی فکر میں ٹوکیں گے، اور کچھ نہ ہو سکے گا تو اظہارِ حق اور احقاقِ حق کے نام سے اس کے خلاف ایک فتویٰ لے کر شائع کر دیں گے، لیکن اپنے عزیز کو، اپنے دوست کو، اپنے چھوٹے کو کبھی بھی ٹوکنے کا ارادہ نہ کریں گے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیَ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَ اِذَا تَرَکَتْ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْیَ عَنِ الْمُنْکَرِ حُرِّمَتْ بَرَکَةُ الْوَحْیِ وَ اِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سُقِطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ"۔

جب میری اُمت دنیا کو عظیم الشان اور اونچی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلامی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور بُرے کاموں سے روکنا چھوڑ دے گی تو وحی کی برکتوں سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی'' (رسالہ تبلیغ)

ایک حدیث میں وارد ہے کہ تمھیں دو نشے گھیریں گے، ایک نشہ زندگی کی محبت کا، دوسرا نشہ جہالت کی محبت کا (یعنی علم حاصل کرنے سے پہلوتہی کرنا) اس وقت تم نیک کاموں کا حکم کرنا چھوڑ دو گے اور بری باتوں سے روکنا چھوڑ دو گے، اس وقت قرآن وحدیث پر مضبوطی سے جمنے والے ایسے ہوں گے جیسے اونچے درجہ کے مہاجرین وانصار۔ (جامع)

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی حدود پر قائم ہیں (یعنی دین میں خوب پختہ ہیں) اور جو لوگ ان میں گرنے والے ہیں (یعنی معاصی میں مبتلا ہیں) ان دونوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو ایک جہاز میں سوار ہوئی جس میں کچھ لوگ نیچے کے حصے میں ہیں، نیچے والے پانی لینے کے لیے بار بار اوپر آتے ہیں، وہ اس دِقّت کی وجہ سے کہ اوپر بار بار جانا پڑتا ہے جس سے ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جو اوپر ہیں اس لیے وہ لوگ جہاز کے نیچے کے حصے میں ایک سوراخ کرنے لگیں تاکہ وہیں سے پانی آنے لگے، تو ایسی صورت میں اگر اوپر کے حصے کے لوگ ان کو سوراخ کرنے سے نہ روکیں گے تو جہاز میں سوراخ ہو جانے سے اندر پانی بھر جائے گا، اور

دونوں فریق ڈوب جائیں گے۔ (الترغیب والترہیب عن البخاری)

اس لیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ قدرت ہونے کے باوجود نہ روکنا صرف گناہ کرنے والے ہی کو نقصان رساں نہیں ہے اپنے آپ کو بھی عذابِ الٰہی میں مبتلا کرنا ہے اور عام عذاب کے لیے تیار ہونا ہے، آج کل لوگ دیندار کہلاتے ہیں اور بہت سے ان میں واقعی دیندار ہیں بھی، وہ اپنے آپ کو بالکل ہی سبکدوش سمجھتے ہیں "لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ" (جب تم ہدایت یافتہ ہوجاؤ تو کسی کا گمراہ ہوجانا تم کو نقصان نہیں پہنچاتا) کا پروانہ اپنے اطمینان کے لیے کافی سمجھتے ہیں، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، اللہ تعالیٰ ان پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمادیں، دین کے کسی جزو کو بھی غیر مکمل نہیں چھوڑا ہے۔

متعدد صحابہؓ سے اس آیت شریفہ کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کرنا اور حضور ﷺ کا جواب میں یہ ارشاد فرمانا تفاسیر میں منقول ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ عام عذاب میں مبتلا ہوجاؤ گے، اور اس آیت شریفہ کا محمل یہ ہے کہ جب اس کی طاقت نہ رہے اور فتنوں کا دروازہ کھل جائے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس آیت کو بے محل پڑھتے ہو، میں نے خود حضورؐ سے سنا ہے کہ جو لوگ ناجائز کام کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں قریب ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہوجائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تشریف فرما تھے، دو آدمیوں میں کچھ نزاع ہوا، پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک نے ارادہ کیا کہ اُٹھ کر اس کو روک دیں، دوسرے کسی صاحب نے ان کو اُٹھنے سے منع کیا اور یہ آیت تلاوت کی، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ابھی اس آیت کا وقت نہیں آیا ہے۔ (درِمنثور)

الغرض جہاں قدرت ہو، وہاں نکیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح دوسری جانب جہاں قدرت نہ ہو نکیر پر فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو کسی دینی مضرت اور نقصان کا خیال ہو، وہاں خواہ مخواہ خم ٹھوک کر کھڑے نہ ہونا، بلکہ اس مجمع سے یکسوئی اختیار کرنا اور لوگ تمہاری یکسوئی پر برا بھلا کہیں، گالیاں دیں، طعن وتشنیع کریں، اس کو برداشت کرنا، ہمت ہو تو ان کے لیے دعائے خیر

کرنا، ''اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ'' نبی کریم ﷺ کا کس قدر پاک اور اونچا اُسوہ ہے، لیکن یہ نہ ہوسکے تب بھی ایسے مواقع میں جھگڑے سے علیحدہ رہنا اصلاح کی فکر میں نہ لگنا، اپنے کو سنبھالے رہنا بہت غنیمت ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اِذَا رَأَیْتَ النَّاسَ قَدْ مَرَجَتْ عُھُوْدُھُمْ وَ خَفَّتْ اَمَانَاتُھُمْ وَ کَانُوْا ھٰکَذَا وَ شَبَّکَ بَیْنَ اَنَامِلِہٖ، فَالْزِمْ بَیْتَکَ وَ امْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَ خُذْ مَا تَعْرِفُ وَ دَعْ مَا تُنْکِرُ وَ عَلَیْكَ بِخَاصَّةِ اَمْرِ نَفْسِكَ وَ دَعْ عَنْكَ اَمْرَ الْعَامَّةِ''۔ (رواہ الحاکم عن ابن عمرؓ و کذا فی الجامع و قال العزیزی صحیح)

جب تو دیکھے کہ آدمیوں کے عہد و پیمان گڑبڑ ہوگئے اور امانتیں ہلکی پڑ گئیں (یعنی ان کا اہتمام نہیں رہا) اور ایک ہاتھ کی اُنگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر (ارشاد فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ) لوگ اس طرح آپس میں گڑبڑ ہوگئے، (کنایہ حق ناحق بھلے برے کے آپس میں مخلوط اور غیر ممتاز ہوجانے سے) تو اپنے گھر میں بیٹھ جانا اور زبان کو روک لینا، جائز امور کو اختیار کرنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا اور عوام کو (ان کے حال پر) چھوڑ دینا۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کا بہترین مال چند بکریاں ہوں جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور ایسے مواقع پر جا پڑے جہاں بارش ہوتی رہتی ہو کہ اپنے دین کی وجہ سے فتنوں سے بھاگتا ہو۔ (بخاری)

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے فتنوں کے زمانہ میں یکسوئی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے البتہ جو شخص ایسا ہو کہ اس کو فتنہ کے روکنے پر قدرت ہو، اس کے لیے اس کے روکنے میں سعی کرنا واجب ہے، جو حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرض عین یا فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کوئی دوسرا شخص اس کو روکنے والا نہیں ہے تو فرض عین ہے اور اگر اور لوگ بھی ایسے ہیں جو اس کو روک سکتے ہیں تو فرض کفایہ ہے) اور بغیر فتنہ کے زمانہ کے علماء میں اختلاف ہے کہ یکسوئی افضل ہے یا لوگوں کے ساتھ اختلاط افضل ہے، امام نوویؒ کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ اور دیگر بہت سے علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت میں اختلاط افضل ہے، اس لیے کہ اس سے بہت سے دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اسلامی شعاروں میں شرکت کی نوبت آتی ہے، مسلمانوں

کی جماعت کی کثرت ظاہر ہوتی ہے اور ان کو بہت سی بھلائی کے پہنچانے کا موقع ملتا ہے، مریضوں کی عیادت، جنازوں کی شرکت، سلام کا شائع کرنا، بھلی باتوں کا حکم کرنا، بری باتوں سے روکنا، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنا، محتاج کی مدد کرنا، مسلمانوں کی جماعتوں میں شریک ہونا وغیرہ وغیرہ جتنے امور بھی ہو سکتے ہیں سب کا امکان ہے۔

اور جو شخص عالم ہو یا زاہد اس کے لیے اختلاط کا استحباب اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے لیکن ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ باوجود ان سب کے بھی تنہائی افضل ہے، اس لیے کہ اس میں سلامتی یقینی ہے بشرطیکہ تنہائی کی عبادت اور ان چیزوں سے جو تنہائی کی حالت میں اس کے ذمہ ضروری ہیں، واقف ہو۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ مذہب راجح یہی ہے کہ جس شخص کو اس کا غلبہ نہ ہو، کہ وہ خود معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا اس کے لیے اختلاط ہی افضل ہے۔ علامہ کرمانیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں تو یکسوئی ہی افضل ہے، اس لیے کہ مجالس گناہوں سے بہت ہی کم خالی ہوتی ہیں، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ میں بھی کرمانی کے موافق ہوں، اس لیے کہ اس زمانہ میں اختلاط سے برائیوں کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ فقط

امام نوویؒ کی وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی ہے اور علامہ کرمانی ۷۸۶ھ میں، تقریباً سو برس کے فرق میں زمانہ کا یہ تغیر ہے کہ امام نوویؒ اختلاط کو افضل بتلاتے ہیں اور امام کرمانیؒ سو برس کے بعد فرماتے ہیں کہ آج کل مجالس اس قابل نہیں رہیں۔ علامہ عینیؒ کی وفات ۸۵۵ھ میں ہوئی، وہ علامہ کرمانی کی تائید کرتے ہوئے شرور کا اضافہ ہی بتاتے ہیں، ایسی صورت میں اب چودھویں صدی کے نصف آخر میں جتنا اضافہ ہو قرین قیاس ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر زمانہ اپنے ماسبق سے شر میں بڑھا ہوا ہوگا، اس کے علاوہ نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو، البتہ جب تم یہ دیکھو کہ بخیل کی فرمانبرداری کی جاتی ہے اور خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (دین پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو بہتر سمجھتا ہے (یعنی خودرائی عام ہو جائے) اور ایسی حالت کو دیکھو کہ (سکوت کے بغیر) چارہ کار نہیں، تو اپنے نفس کی

خبر گیری کیجیے، (مبادا کسی فساد میں مبتلا ہو جائے) اور عامۃ الناس کو چھوڑ دیجیو، عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ (اپنے دین پر) صبر کرنا ایسا ہو گا کہ آگ کی چنگاری ہاتھ میں لے لی۔ (مشکوٰۃ)

یعنی آگ کی چنگاری ہاتھ میں لے کر اس پر صبر کرنا اور اس کو ہاتھ میں روکے رکھنا جیسا مشکل ہے ایسا ہی دین کا تھامنا مشکل ہو جائے گا، چنانچہ اس زمانہ میں دینی امور کا پھیلانا ان کی جانب متوجہ کرنا، بلکہ خود اپنے آپ دین پر عمل کرتے رہنا جس قدر مشکل بن گیا ہے، وہ ہر دیندار شخص جانتا ہے۔ اہم سے اہم دینی امر اور ایمان کے بعد سب سے اونچی چیز نماز ہی کو دیکھ لو کہ عوام کے طبقہ سے زیادہ شرفاء اور امراء، اور وہ لوگ جو اپنے کو اسلام کا علمبردار سمجھتے ہیں، ان کو نماز کے لیے کہنا، ان کو مسجدوں میں جانے پر جماعت کے اہتمام پر آمادہ کرنا کتنا مشکل بن گیا ہے گویا کہنے والے کی اپنی غرض اس سے وابستہ ہے جس کو کہا جاتا ہے اس کا تو کوئی نفع اس میں ہے ہی نہیں۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے کوئی آگ (چراغ وغیرہ) روشن کی، اور پروانے وغیرہ جانور اس پر آ کر گرتے ہیں۔ اور وہ ان کو ہٹاتا ہے کہ خواہ مخواہ جل جائیں گے، مگر وہ ہٹتے ہی نہیں اور اس میں جلے جاتے ہیں، بعینہٖ یہی میری مثال ہے کہ تم لوگوں کو پکڑ پکڑ کر (جہنم کی) آگ سے ہٹاتا ہوں مگر تم لوگ اس میں گھسے جاتے ہو۔ (مشکوٰۃ)

اسی طرح علماء کیلئے بھی افضل یہی ہے کہ حتی الوسع منکرات سے روکنے کی سعی کریں لیکن اس کے بعد اگر وہ مغلوب ہو جائیں یا کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو پھر فتنہ سے علیحدہ رہنا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج (مشہور ظالم) کو خطبہ میں ناجائز امور کہتے ہوئے سنا، میرے دل میں آیا کہ اس کو ٹوکوں، مگر مجھے حضور اقدس ﷺ کی ایک حدیث یاد آ گئی (اس لیے چپ ہو گیا) وہ حدیث یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ مومن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کرے۔ میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ ﷺ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل کرے گا؟ ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت میں داخل ہو جائے جس کا تحمل نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ نے بھی حضور اقدس ﷺ کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ (جائز) نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کریں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل

کرے گا؟ ارشاد ہوا کہ ایسی بلا میں داخل ہو جس کا تحمل نہیں کرسکتا۔ (مجمع الزوائد)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جلیل القدر صحابہ میں ہیں، جس زمانہ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں لڑائی ہورہی تھی، یہ اپنے اونٹوں کو لے کر جنگل میں چلے گئے تھے۔ ان کے صاحبزادہ عمرو اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ انھوں نے دور ہی سے 'اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الرَّاکِبِ' (اے اللہ میں اس سوار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں) پڑھنا شروع کردیا۔ یہ تشریف لے گئے، سواری سے اُترے اور عرض کیا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کو لے کر یہاں تشریف لے آئے اور لوگوں کو چھوڑ دیا کہ وہ سلطنت پر لڑتے رہیں۔ حضرت سعدؓ نے ان کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور فرمایا چپکے رہو، میں نے خود حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ جل شانہ اس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو متقی اور مخفی ہو۔ (ترغیب بروایۃ مسلم)

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کو بہترین شخص بتاؤں کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتائیے، ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہے جو گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اللہ کے راستے میں رہے یہاں تک کہ مَر جائے یا شہید ہوجائے۔ پھر ارشاد فرمایا، میں بتاؤں اس کے بعد کون شخص بہترین ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور بتائیے۔ ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جو کسی گھاٹی میں الگ جا پڑا ہو، نماز کو قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، لوگوں کے شرور سے محفوظ ہو۔

ایک حدیث میں وارد ہے کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو اپنی زبان پر قدرت رکھتا ہوا اپنے گھر میں پڑا رہتا ہو اور اپنی خطاؤں پر روتا ہو۔

حضرت عقبہؓ کہتے ہیں، میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا: نجات کی کیا صورت ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنی زبان روکے رکھو، گھر میں پڑے رہو، اپنی خطاؤں پر روتے رہو، لیکن ان سب صورتوں میں ایک قابلِ اہتمام ہے کہ ناجائز اور بری بات کو دیکھ کر دل سے اس چیز کو برا سمجھنا، دل سے اس پر رنجیدہ ہونا، دل سے اس پر نفرت کرنا ازبس ضروری ہے جس کو سب سے پہلی حدیث میں ایمان کا اضعف درجہ کہا گیا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو ہلاک کردو، انھوں نے عرض کیا کہ اس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے تیری ذرا سی بھی

نافرمانی نہیں کی، ارشاد ہوا کہ اس کے باوجود ہلاک کردو، میرے بارے میں اس کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں پڑا۔ (مشکوٰۃ) بل نہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ میری نافرمانیاں دیکھتا رہا اور کسی وقت ذرا بھی اپنی ناگواری اور گرانی کا اظہار نہ کیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر میں شریک ہو، مگر اس کو برا سمجھتا ہو (دل سے نفرت کرتا ہو گو کسی مجبوری سے اس میں شریک ہو) وہ ایسا ہے جیسا کہ اس میں شریک نہیں ہے، اور جو شخص اس میں شریک نہ ہو اور اس کو پسند کرتا ہو وہ ایسا ہے جیسا اس میں شریک ہے۔ (مجمع الزوائد)۔ گناہ کی بات خواہ کسی میں بھی ہو اس پر خوش ہونا راضی ہونا سمِ قاتل ہے اور پھر سب گناہوں کی جڑ کفر ہے، اس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ نے اپنے مکاتیب میں ایک قابلِ عبرت قصہ لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ: میں ایک شخص کی عیادت کو گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ انتقال کا وقت قریب ہے۔ میں نے اس پر توجہ ڈالی تو اس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا۔ ہر چند میں نے توجہ کی کہ اس کے دل پر سے یہ ظلمتیں دور ہوجائیں مگر دور نہ ہوئیں۔ بڑی دیر توجہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ ظلمتیں اہلِ کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ یہ توجہ سے زائل نہ ہوں گی (مکتوب دفتر اول حصہ چہارم) کس قدر خوف وعبرت کا مقام ہے کہ بعض کدورتیں دل پر ایسی پیدا ہوجاتی ہیں کہ اللہ والوں کا تعلق جو اکسیر ہے وہ بھی ان کے مقابلے میں بیکار ہوجاتا ہے۔

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ اہلِ معاصی کے بغض کے ساتھ اللہ کے یہاں تقرب حاصل کرو اور ان سے ترش روئی سے ملو، اور ان سے ناراضی میں اللہ کی رضا تلاش کرو، اور ان سے دور رہنے میں اللہ کا تقرب حاصل کرو۔ (جامع الصغیر) سنداً اگرچہ ضعیف ہے مگر مضمون کی دوسری احادیث سے تائید حاصل ہوتی ہے۔

عزیزی نے لکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ اس معصیت سے بغض رکھو نہ کہ اس شخص کی ذات سے اور یہی مطلب ہے ان سب احادیث کا جہاں اس قسم کے مضامین وارد ہوئے ہیں کہ آپس کے تعلقات اور کسی سے محبت کی وجہ سے اس میں جو معصیت ہے وہ بھی ہلکی نہ بن جائے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس معصیت کی وجہ سے اس میں جو صفتِ اسلام ہے وہ نظر انداز

نہ ہو جائے۔ اس لیے ان دونوں افراط وتفریط کے درمیان میں اعتدال ہے۔ یہی اصل تعلیم ہے، اور یہی ہر چیز کو اس کے درجے پر رکھنا ہے جس کے ہم لوگ مامور ہیں۔

حق یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی ہی تھی کہ ﴿وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا﴾ (اور آپ لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں۔ سورۂ نصر، آیت: ۲) کا مصداق تھی مگر ہم نے اس سے منہ موڑا، اس پر عمل کرنا درکنار اس کو معلوم کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اسی کے یہ خمیازے ہیں جو بھگت رہے ہیں۔ ہماری مثال شتر مرغ کی سی ہے، جس کے متعلق ایک ضرب المثل ہے کہ جب اس سے اُڑنے کو کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں شتر ہوں، بھلا اونٹ بھی اُڑ سکتا ہو، اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ باربرداری کر تو کہتا ہے میں مرغ ہوں باربرداری کیسے کروں۔

ہم لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ جب اعمال کے کرنے کا ذکر آتا ہے تو ہم لوگ چودھویں صدی کے رہنے والے ناکارہ اور ضعیف بن جاتے ہیں، بھلا صحابہ کرامؓ جیسے اعمال ہم سے کہاں ہو سکتے ہیں۔ وہ قوی لوگ تھے، وہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھنے والے تھے، وہ خیر القرون کے افراد تھے، بھلا ان کی کیا حرص کر سکتے ہیں۔ دنیا دار ہیں، دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، مجبوریاں ساتھ ہیں۔ لیکن جب ان حضرات کی ترقیات کا ذکر آتا ہے، ان کے ملکوں پر فتح اور قبضہ کا ذکر آتا ہے، ان کی عزت و وجاہت کا سماں بندھتا ہے تو ہم بھی مسلمان ہیں، حضور ﷺ کے نام لیوا ہیں، صحابہؓ کے جانشین ہیں، ان کے اخلاف ہیں اور ترقیات میں ان کی ہمسری کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے کہ ایسے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتے۔ اگر ہمیں ان ترقیات کی اُمنگ ہے تو ان کے سے اعمال کر کے ان ثمرات کا اُمیدوار بننا چاہیے۔ لوبیا بو کر سیب کا پھل آنے کی امید کرنا سراسر حماقت ہے۔

بس اب وقت ختم ہو چکا ہے، رویت ہلال کا وقت قریب ہے، دعا کرو کہ حق تعالیٰ شانہ مجھ ناکارہ کو بھی ان حضرات اکابر کے اُسوہ سے کچھ حصہ نصیب فرما دیں۔ میری مثال اس ساری تحریر میں اس نابینا کی ہے جو چراغ ہاتھ میں لیے دوسروں کو کہتا ہے کہ روشنی کے فوائد حاصل کرو، اور بے چارہ خود محروم ہے۔ ''وَ مَا اسۡتَقَمۡتُ فَمَا قَوۡلِیۡ لَکَ اسۡتَقِمۡ''

اس کے علاوہ میں نے جو کچھ لکھا ہے میرا خیال ہے کہ سب اشکالات کے لیے مجملاً کافی ہے اور سب امور کا اس میں حل ہو گیا ہوگا، لیکن یہ میرے ناقص خیالات ہیں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ سب اس کو قبول کریں اور مانیں، اگر سمجھ میں آئے بہتر ہے، قبول کرلیں ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ ظُلۡمًا کَثِیۡرًا وَ لَا یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ اِلَّا اَنۡتَ فَاغۡفِرۡ لِیۡ مَغۡفِرَۃً مِنۡ عِنۡدِکَ وَ ارۡحَمۡنِیۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ. وَ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلٰی اَفۡضَلِ خَلۡقِہٖ سَیِّدِ الۡبَشَرِ وَ عَلٰی آلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ اَتۡبَاعِہٖ حَمَلَۃِ الدِّیۡنِ الۡمَتِیۡنِ بِرَحۡمَتِکَ یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ. فقط والسلام، زکریا عفی عنہ کاندھلوی۔

حضرت حسن البنّا شہیدؒ کی پُرسوز نصیحتیں

حالات کیسے ہی ہوں جب اذان کی آواز تمھارے کانوں میں پڑ جائے تو نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

تم قرآن مجید کی تلاوت کرو یا اس کا بغور مطالعہ کرو یا اسے کسی دوسرے سے سنو، بہرحال تم اپنے وقت کا کوئی بھی حصہ بے فائدہ کام میں صرف نہ کرو اور قرآن مجید سے اپنے گہرے تعلق اور وابستگی کا ثبوت دو۔

فصیح اور صاف ستھری عربی زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بھی شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

خواہ کسی نوعیت کا معاملہ ہو تم اس میں زیادہ بحث ومجادلہ سے کام نہ لو کیونکہ بحث ومجادلہ سے بہتر نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

زیادہ نہ ہنسو، جو دل اللہ حق جل مجدہ سے وابستہ ہوتا ہے وہ بے حد پرسکون اور غرقِ طمانیت ہوتا ہے۔

مسخرہ پن اختیار نہ کرو، مجاہد اور محنتی قوم سنجیدگی کے سوا کسی چیز سے آشنا نہیں ہوتی۔

سننے والے کی ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرو ورنہ اس میں رعونت بھی ہوگی اور دوسروں کے لیے اذیت بھی۔

لوگوں کی غیبت اور جماعتوں پر طعن تشنیع سے بچو اور بھلی بات کے سوا تمھاری زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے۔

جس رفیق سے بھی تمھاری ملاقات ہو تم اس سے اپنا تعارف کراؤ، خواہ اس نے اس خواہش کا اظہار کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اسلامی دعوت کی بنیاد محبت اور تعارف پر استوار ہے۔ حدیث میں بھی صراحتاً اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اوقات کم اور فرائض زیادہ ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں رفقاء کا تعاون کرو تاکہ وہ وقت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لاسکیں اور اگر تمھارے اوپر کوئی ذمہ داری ہے تو اسے جلد سے جلد اور حسن وخوبی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے سرگرم ہو جاؤ۔ (چراغِ راہ، ص: ۳۴۱)

حضرت نعمت اللہ خاں جھنڈا نگری نیپالی کو والد کی وصیت

میں اپنی زندگی میں مسجد کی تعمیر نہ کرسکا، مگر اس نیک کام کے لیے تین سو روپئے گھر کے فلاں گوشہ میں مدفون ہیں ان سے تم مسجد تعمیر کر دینا نیز دوسرے گوشہ میں سات سو روپئے کی رقم رکھی ہے یہ تم تینوں بھائیوں کے لیے ہے اس سے تم سب اپنے کاروبار کو فروغ دینا۔

(ماہنامہ السراج، مئی ۲۰۰۰ء)

مولانا عبدالرؤف کو زمانۂ طالب علمی میں دادا نعمت اللہ کی وصیت

(۱) تم کو چاہیے کہ اپنا کام محنت اور نہایت دلچسپی سے انجام دو۔

(۲) ہر کام میں سادگی و کفایت شعاری کا خیال رکھو کسی قسم کی نزاکت و تکلف کا خیال تک نہ آئے۔

(۳) استاد اور بزرگوں کا ادب کرو۔ استاد صاحبان کا بڑا درجہ ہے، ان کے ادب و خدمت کا خیال رہے۔

(۴) کتب بینی کا مشغلہ زیادہ رہے۔

(۵) ساتھیوں کے ساتھ میل محبت اور اخلاق ومحبت سے پیش آؤ۔

(۶) باادب بانصیب بے ادب بے نصیب

(۷) ہر ایک سے اخلاق ومحبت سے پیش آ ؤ۔ کتب بینی اپنا فرض منصبی کام سمجھو۔

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کی وصیت بسلسلہ مدرسہ سراج العلوم

مدرسہ کے سارے احوال و کوائف کو دیکھتے ہوئے مجھ کو صحیح طور پر اندازہ ہے کہ اس مدرسہ کے ساتھ پرخلوص تعلق اہلِ خاندان ہی کو ہوسکتا ہے اور ہونا چاہیے اس لیے تمام اہلِ خاندان سے عرض ہے کہ جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کی جائداد کو وقف کردیا اور اس پر متولی اپنے خاندان کے بڑے کو مقرر کیا اور فرمایا: یَتَوَلّٰی لَهَا اَکَابِرُ وُلْدِ عُمَرَ (سیرۃ عمر لابن الجوزی ومسلم شریف، جلد ثانی، ص: ۴۱) ابن عمر کی اولاد میں جو بڑا ہے وہی اس وقف کا متولی رہے گا۔ اس سیرتِ فاروقی کی روشنی میں میری وصیت ہے کہ اس وقف کی نگرانی اور مدرسہ پر جو وقف کا مال خرچ کیا جائے گا اس کی نگرانی اور تولیت خاندان میں رہے گی اور ایک منظّم کمیٹی کے ذریعے انجام پائے گی، خاندان کے لوگوں کو اس میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ کیونکہ یہ پودا ان کے اجداد کا لگایا ہوا ہے اور اس کی آبیاری بھی انھیں لوگوں کے ذمہ ہے۔ اللہ سب کو توفیق دے، آمین۔ (ماہنامہ السراج، مئی ۲۰۰۰ء)

مولانا عبدالستار صاحب معروفی

(ولادت: ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء۔ وفات: ۲۲ رجب ۱۴۱۴ھ/ ۶ جنوری ۱۹۹۲ء بروز پنج شنبہ)

(تاریخ ولادت: چراغ حسن - ۱۳۲۲ھ ...... فروغ حسن - ۱۴۱۴ھ)

(۱) ترکِ تقلید آزادی اور بے راہ روی پیدا کرتی ہے۔

(۲) بہادر بنو بہادر آدمی جھوٹا نہیں ہوتا۔

(۳) سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے بھی خوف مت کرو۔

(۴) محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی کتابیں بھی مطالعہ میں رکھو۔

(۵) علم حدیث میں مجھے جتنا نفع محدث جلیل کی کتابوں سے ہوا کسی سے نہیں ہوا۔

(۶) تحصیلِ علم کے بعد علم کی گہرائی میں غوطہ لگاؤ۔ لاملغی (بے کار) مت بنو۔

(۷) علم کے بعد دین بزرگوں کی صحبت میں حاصل کرو۔ (اقوال سلف، ۶/ ۲۲۱)

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی

(ولادت: ۱۳۴۳ھ۔ وفات: ۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸ر نومبر ۲۰۰۱ء)

دورانِ تراویح حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی کی نگرانی میں غسل دیا گیا اور قبل نمازِ وتر جنازہ مسجد نبوی میں پہنچا دیا گیا، چنانچہ نمازِ وتر کے بعد امام حرم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ لاکھوں مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی اور حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے قریب تدفین ہوئی۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرَاقِدَھُمْ وَ بَرَّدَ اللّٰہُ مَضَاجِعَھُمْ

ملفوظات...... مرتبہ صاحبزادہ مولانا عبداللہ البرنی المدنی مدظلہ

(۱) فرمایا: مخلوق کو راضی رکھنے کی فکر نہ کرو، بلکہ خالق و مالک کو راضی رکھو، جس نے وجود بخشا اور زندگی دی ہے۔ آج کل لوگ مخلوق کو راضی کرنے کے لیے خالق و مالک کی نافرمانی کرتے ہیں۔ صرف اس لیے ڈاڑھی منڈاتے اور پتلون پہنتے ہیں کہ کوئی انھیں ملا نہ سمجھے، بیوی کو اس لیے پردہ نہیں کراتے کہ کوئی دقیانوسی نہ کہہ دے۔ بس اتنی سی بات کے لیے اللہ کی نافرمانی کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ارے مخلوق کی بھی کوئی حیثیت ہے، جسے اللہ کی نافرمانی کر کے راضی کیا جائے۔ صرف خالق و مالک کو راضی کرو اس کو راضی رکھتے ہوئے جو راضی ہو جائے ٹھیک ہے۔

(۲) فرمایا: علماء سابقین میں اخلاص تھا۔ ان حضرات میں سے جو شخص اپنے اجتہاد کی وجہ سے کسی دوسرے کا موافق نہ ہوا اس نے دوسرا مسلک اختیار کر لیا، جو اسے راجح معلوم ہوا۔ لیکن اپنے ہم عصر یا سابق مجتہدین کی عزت برقرار رکھتے ہوئے اور انھیں رحمت کی دعا دیتے ہوئے اور یہ واضح کرتے ہوئے کہ ہم نے غیر منصوص امور میں اجتہاد کیا ہے۔ اس لیے ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سمجھ میں جو آیا ہے وہی صحیح ہے ان حضرات کے پیش نظر محض اللہ تعالیٰ کی رضا تھی نہ عوام ان کے پیش نظر تھی کہ ان کے لیے حرام کو حلال کر دیں اور نہ حکومتوں سے ان کا گٹھ جوڑ تھا کہ ان کے لیے تحلیل حرام کا ارتکاب کریں۔

ان حضرات میں اخلاص اور تقویٰ تھا اور سارا عمل رضائے مخلوق سے بالاتر تھا، نہ انھیں دشمن استعمال کر سکتے تھے، نہ اصحاب اقتدار خرید سکتے تھے۔ نہ وہ اپنی شان بڑھانا چاہتے تھے، نہ

شہرت کے طالب تھے۔

(۳) فرمایا: انسان کے اندر حب جاہ کا جذبہ یہاں تک ہے کہ جو کام نہ کیا ہو، اس پر بھی اپنی تعریف چاہتا ہے، اسی کو قرآن مجید میں فرمایا﴿وَ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا﴾ اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کاموں پر ان کی تعریف کی جائے جو انھوں نے نہیں کیے۔ یہ بات قرآن مجید میں یہودیوں کے بارے میں فرمائی گئی ہے، مگر اس مرض میں بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں۔

(۴) فرمایا: عدم الریاء کے دعوے میں بھی 'ریا' ہوتی ہے، تنہائی میں عمل کر کے لوگوں سے کہتے ہیں کہ الحمد للہ بڑی پابندی سے اتنے برس سے یہ عمل جاری ہے، لوگوں کو دکھانا تھوڑا ہی ہے، جو سامنے کیا جائے اس کا ڈھنڈورا پیٹا جائے۔ دیکھو ریا کاری سے بیزاری ظاہر کرنے میں دوہری ریا کاری کر گئے، ایک تو عمل ظاہر کر دیا کہ اتنے عرصہ سے پابندی کر رہا ہوں اور دوسرے یہ کہہ دیا کہ میں ریا کار نہیں ہوں، (اس لیے میرے اخلاص کے معتقد بن جاؤ۔)

(۵) فرمایا: حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے ساٹھ سال کی عمر دے دی اس کے لیے عذر کا کوئی موقع نہیں چھوڑا، (یعنی اس عمر تک آدمی کو اپنی اصلاح ضرور کر لینی چاہیے،) ساٹھ سال کی زندگی بہت ہوتی ہے، اس میں انسان دادا، پڑدادا بن جاتا ہے، دنیا کماتا ہے، ہزاروں کی ریل پیل میں مشغول ہوتا ہے، دنیا کے لیے چاق و چوبند، بیدار مغز، فکر مند اور آخرت سے غفلت یہ بڑی بے وقوفی ہے۔

سورۂ فاطر آیت ۳۷ میں فرمایا: ﴿وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ﴾ اور لوگ دوزخ میں چیخ و پکار کرتے ہوئے یوں کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ہمیں نکال دیجیے ہم جو اعمال کیا کرتے تھے، اب ان کے علاوہ عمل کریں گے اور وہ نیک عمل ہوں گے''۔) اس کے جواب میں ارشاد ہوگا: ﴿اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِیْرُ﴾ (سورۂ، آیت:۳۷) (کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا اور تمھارے پاس ڈرانے والا بھی آیا تھا۔)

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ نذیر (ڈرانے والے) سے سفید بال مراد ہیں۔ جب

سفید بال آ گئے تو آخرت کی فکر بہت زیادہ کرنی چاہیے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ 'نذیر' سے اولاد کی اولاد مراد ہے۔ سمجھ لو کہ اب چل چلاؤ ہے۔ اگلی زندگی کی فکر زیادہ کریں۔

(۶) فرمایا: کیا ہی مبارک ہیں وہ لوگ جو قرآن وحدیث کی تعلیم وتدریس میں مشغول ہیں۔ یا کسی بھی اعتبار سے دینی کاموں میں لگے ہوئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان جب دنیا میں آیا ہے تو اسے کچھ تو کرنا ہی ہے اور کسی نہ کسی کی خدمت میں تو لگنا ہی ہے۔ کوئی اپنی خدمت میں مشغول ہے، بناؤ سنگھار کپڑوں کی استری، گھر کی آرائش اور زیبائش میں لگا ہوا ہے۔ کوئی زمین کی خدمت کرتا ہے، بوتا ہے اور جوتتا ہے۔ کوئی بکریاں چراتا ہے، کوئی اونٹوں میں مشغول ہے، کوئی دفتر میں چپراسی ہے، کوئی جوتوں میں پالش کا کام لیے بیٹھا ہے، کوئی کپڑے سی رہا ہے کوئی گورنر ہے، مگر وہ بھی نوکر ہے، کوئی وزیر ہے، وہ بھی عوام کی خدمت کا لیبل لگائے ہوئے ہے۔ کچھ لوگ گاڑیاں دھو رہے ہیں، مکینک ہیں، گاڑیوں کے نیچے لیٹ کر مرمت کر رہے ہیں، حد یہ ہے کہ دنیا میں فضلہ اٹھانے والے بھی ہیں، بلدیہ کے ملازم سڑکوں پر جھاڑو دے رہے ہیں، اور بہت سے لوگ اسی دنیا میں کتوں کو نہلانے پر اور بہت سے لوگ خنزیروں کے چرانے پر مامور ہیں، اور یہ سب کچھ دنیاوی ضروریات پورا کرنے کیلئے ہے، بہت سے بندے وہ ہیں جو اللہ کی کتاب پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں، نمازیں سکھاتے ہیں لوگوں کو اللہ کی یاد میں مشغول کرتے ہیں، بہت سے لوگ حدیث وفقہ کا درس دیتے ہیں، اللہ کی مخلوق کو احکام ومسائل بتاتے ہیں۔

اور بہت سے حضرات خانقاہوں میں فروکش ہیں، یہ تزکیۂ نفوس کا کام کرتے ہیں اور کثرتِ ذکر کی تلقین کرتے ہیں، بہت سے حضرات مسجدوں کی امامت اور خطابت میں اور بہت سے حضرات اذان دینے کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، یہ حضرات اللہ کے دین کے خادم اور دین کی دعوت اور اشاعت میں مشغول ہیں۔

میں اپنے لڑکوں سے کہتا ہوں کہ اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہو، خدمت تو کرنی ہی ہے، پھر اعلیٰ خدمت کو کیوں نہ اختیار کیا جائے جس میں دنیا اور آخرت کی خیر ہے اور یہی مومن کا مقصود حیات ہے۔

میں علمِ دین حاصل کرنے والے طلبہ سے کہتا ہوں کہ تم نہایت عمدہ مشغولیت میں ہو، اگر

قرآن وحدیث کی خدمت میں مشغول نہ ہوگے تو کسی نہ کسی کی خدمت تو کرنا ہی ہوگی۔ بعض طالب علموں نے درمیان میں چھوڑ دیا، پھر دنیا اور اہل دنیا کی خدمت میں لگنا پڑا۔ ایسی سینکڑوں نظیریں نظروں کے سامنے ہیں۔

(۷) فرمایا: بعض لوگ اپنے بچوں کو قرآن وحدیث نہیں پڑھاتے اور کہتے ہیں، کیا اپنے بچوں کو ملاّ بنانا ہے اور مسجد کی روٹیاں کھلانا ہے؟ یہ لوگ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نام پر نام رکھنے پر تو فخر کرتے ہیں لیکن حضرت بلال کا جو کام تھا یعنی اذان دینا اس کام میں اپنی اولاد کو لگانا عار سمجھتے ہیں۔ امامت وخطابت۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین میں حضرات ابو بکر وعمر وعثمان اور علی رضی اللہ عنہم کا کام تھا۔ اس کام سے اپنی اولاد کو بچاتے ہیں اور اپنے متعلقین کو مسجد کی روٹیاں کھانے کا طعنہ دیتے ہیں، مگر سمجھ لو!

مسجد کی روٹیاں کھانا رشوت، سود اور حرام کاروبار کے پیسہ سے روٹیاں کھانے سے کہیں بہتر ہے، جب لوگ اپنی اولاد کو مسجد سے دور رکھتے ہیں تو زندگی بھر وہ دوری رہتی ہے۔

(۸) فرمایا: ذکر وفکر، صبر وشکر مومن کی زندگی کی گاڑی کے پہیے ہیں۔ اللہ کی یاد میں بھی لگا رہے اور ترقیٔ درجات کے لیے بھی فکرمند رہے۔ تکلیف پر صبر بھی کرے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار رہے۔

(۹) فرمایا: دنیا دار المصائب ہے، صبر کے بغیر زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں۔ بس اتنا فرق ہے کہ مومن صبر کا ثواب بھی حاصل کر لیتا ہے اور کافر کو یہ بات نصیب نہیں ہوتی اور جو شخص مدعیٔ اسلام ہو لیکن بے صبرا ہو، مصیبت کے وقت واویلا کرتا ہو، اجر وثواب کی امید نہ رکھتا ہو، وہ بھی ثواب سے محروم رہتا ہے، اور درحقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جسے تکلیف بھی پہنچی اور ثواب بھی نہ ملا۔ اسی کو فرمایا ہے: اِنَّمَا الْمُصَابُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ. یعنی درحقیقت مصیبت زدہ وہی ہے جو ثواب سے محروم ہے۔

(۱۰) فرمایا: تکلیف کے وقت صبر بہت کڑوا ہوتا ہے، لیکن اس کا نتیجہ میٹھا نکلتا ہے، اردو میں تو مثل مشہور ہے کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے۔ عربی میں بھی کسی نے کہا ہے "اَلصَّبْرُ اَمَرُّ مِنَ الصِّبْرِ وَ اَحْلٰی مِنَ الثَّمَرِ" (صبر ایلوے سے زیادہ کڑوا ہے اور پھل سے زیادہ میٹھا ہے۔)

درحقیقت مومن سے زیادہ کوئی آرام وراحت میں نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی رہتا ہے اور ہر حالت میں ثواب کا امیدوار رہتا ہے، طبعی طور پر اگر کسی بات پر رنج ہو تو عقلی اور ایمانی طور پر اس کا دفاع ہو جاتا ہے اور اس طرح اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

(۱۱) فرمایا: جب سے رواجی تصوف رہ گیا ہے اور مقاصد نظروں سے اوجھل ہو گئے تو خالص دنیا دار بھی پیر بن گئے۔ سلسلۂ خلافت اپنی نسل میں باقی رکھنے کی بنیاد پر ڈاڑھی منڈے بھی خلیفہ ہونے لگے۔ خلافِ شرع لباس پہنے ہوتے ہیں مگر خلیفہ ہیں، اپنے باپ کے مریدوں میں جاتے ہیں، سالانہ گشت کرتے ہیں اور اموال غصب کر کے لے آتے ہیں، دینے والوں کا دل تلملاتا رہتا ہے اور یہ وصول کر لے آتے ہیں، جو نہ شریعت میں جائز ہے، نہ طریقت میں، یہ طریقے ایسے لوگوں کے سلسلوں میں جاری ہیں جو خالص دنیا دار ہیں، پیسے گھسیٹنے کے لیے پیر بنے ہیں۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ۔

(۱۲) فرمایا: الحمد للہ ہمارے اکابر کے یہاں ایسے سلسلے نہیں ہیں، ان کے یہاں سب کچھ شریعت ہی ہے، طریقت شریعت پر ہی چلنے کے لیے ہے، حضرت مولانا گنگوہی کی خانقاہ اب تک موجود ہے، آپ کی وفات کو نوے سال ہو رہے ہیں، لیکن گدّی نہیں چلائی، دوسروں کو خلافت دی، اپنے بیٹے کو خلافت نہیں دی۔ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے تو باقاعدہ وصیت نامہ میں لکھ دیا کہ میرا کوئی جانشین نہیں ہے۔

(۱۳) فرمایا: دراصل طالبِ دنیا کا اور طریقہ ہے اور طالب حق کی زندگی گزارنے کا طریقہ اور ہے۔ یعنی اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اپنی شہرت، اپنی عظمت چمکانا، اپنا معتقد بنانا مقصود نہیں ہوتا، جس کے سامنے حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی ہے، وہ اپنی ذات کو کچھ بھی حیثیت نہیں دے سکتا، جو مصنوعی پیر ہیں وہ تو اپنے کو سجدہ کراتے ہیں اور اپنے باپ داداؤں کی قبروں کا طواف کراتے ہیں، جو سراپا شرک ہے۔ حالاں کہ شریعت وطریقت خالص اللہ کی توحید دل میں بسانے کیلئے اور اللہ کی عبادت اور اللہ کا ذکر قلوب میں رچانے کیلئے ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جب فارس کی جنگ میں شریک ہوئے تو فارس کے سپہ سالار نے پوچھا کہ تم یہاں کیوں آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ”ہم اس لیے آئے ہیں

کہ بندوں کو اللہ کا بندہ بنا دیں‘‘ جو پیر اپنے کو سجدہ کراتا ہے اور اپنی عظمت کا سکّہ قائم کرتا ہے تو ایسا شخص خود ہی اللہ کا مقبول بندہ نہیں ہے، وہ دوسروں کو اللہ تک کیا پہنچائے گا۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں، ان میں انوار البیان فی کشف اسرار القرآن بھی ہے جو نہایت واضح و آسان زبان میں لکھی ہوئی ہے۔ اس حقیر کو بہت پسند ہے۔ جس کو یہ حقیر مسجد وصی آباد، الٰہ آباد میں ہر جمعرات کو بعد نماز فجر سناتا بھی ہے۔ (اقوالِ سلف)

مولانا ابوالکلام آزادؒ

۱۔ اپنے مخالفوں کی تحسین کیا کرو کہ یہ ان کے لیے سب سے بڑی سزا ہے۔

(ابوالکلام آزاد- شورش کاشمیری، ص:۱۰۲)

۲۔ میں اعتقادِ توحید و رسالت اور عملِ صالح کو نجات کے لیے کافی سمجھتا ہوں، اس کے سوا مجھے اور کچھ معلوم نہیں۔ قرآن کریم مسلمانوں کا حقیقی امام ہے۔ ﴿وَ كُلَّ شَيۡءٍ اَحۡصَيۡنٰهُ فِيۡۤ اِمَامٍ مُّبِيۡنٍ﴾ (سورۂ یٰسین، آیت:۱۲) (الہلال، ج:۴، نمبر ۱، ۲۴، شورش، ص:۶۲)

۳۔ جو رسوم و زوائید عوام کے فلاحی عقائد میں داخل ہو گئے ہیں ان کی اصلاح کا یہ طریقہ نہیں کہ ہم عوام کے جذبات کو مشتعل کریں۔ اس سے اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ اور نئ اجتماعی مضرتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چاہیے کہ نہایت صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ جذبات کو بلاضرورت ٹھیس نہ لگے۔ اشتعال انگیز صورت نہ ہو۔ حریفانہ نزاع کی شکل حتی الامکان پیدا نہ کی جائے۔ بیان میں سختی و گرمی نہ ہونی چاہیے۔ تعین و تسمید کے ساتھ رد و طعن بالکل نہ کی جائے۔ عملاً ایسی فضاء پیدا کرنی چاہیے اور ایسے وسائل اختیار کرنے چاہئیں کہ خود بخود ان اعمال کی شگفتگی و رونق و محبوبیت ماند پڑ جائے اور اس میں کشش و دِلربائی باقی نہ رہے۔ (آزاد کی کہانی، ص:۹۲)

۴۔ قرآن تمام گمشدہ سچائیوں کا احیاء اور صداقتِ ربانی کا آخری صحیفہ ہے۔ اس کی تعلیمات معاشرۂ انسانی کی فلاح و نجات کے لیے قطعی ہیں اور وہ تمام انسانوں کو ایک اللہ کی چوکھٹ پر لانے کی دعوت ہے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کا اُسوۂ حسنہ معاشرۂ انسانی کے لیے حجتِ قاطع اور ہدایتِ اکمل ہے۔ (شورش، ص:۶۲)

۵۔ ایک معمولی شد بد کا مسلمان بھی قرآن و سیرت کے مطالعے سے اصل اسلام کی تہہ کو پہنچ سکتا ہے۔ ساری خرابی مسلمانوں نے عمل میں پیدا کر لی ہے۔ عملِ صالح سے دستبردار ہو کر انسان معاشرے میں اصلاح و انقلاب کے دروازے بند کر لیے ہیں اور اس کے ذمہ دار اکثر علماء و مشائخ ہیں۔ (شورش، ص: ۶۳)

۶۔ چند عالمگیر سچائیاں ہیں جنھیں اختیار کرنے سے آدمی بڑا بن جاتا ہے۔
(طلبہ کی جماعت میں آدمی بڑا کیونکر بنتا ہے۔)

۷۔ جو شخص سچائی سے محروم ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ راست گفتاری اور راستبازی اللہ کی غیر مترقبہ نعمت ہیں۔ جو سچ بولتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہوتا ہے اور اس کا دل ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔ سچائی پیغمبروں کا شعار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو اس سے بہرہ مند کرتا ہے جو اس کے خوف سے اپنے دل کو روشن رکھتے اور اس کے ذکر سے زبان کا جادو لگاتے ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے بار بار جھوٹے پر لعنت کی ہے۔ عالمی تجربہ بھی یہی ہے کہ جھوٹ ہمیشہ حسرتوں اور شکستوں کا شکار ہوتا اور ذہنی ویرانیوں کو جنم دیتا ہے۔ سچائی ایک طاقت ہے جو کسی لشکر سے مسخر نہیں ہوتی اور اس کے لیے کسی دَور میں کوئی زوال نہیں ہے۔ (شورش-۶۴)

۸۔ ایک روشن دل و دماغ کا آدمی اپنی زبان پر کبھی غیر شائستہ الفاظ نہیں لاتا۔ وہ الفاظ جن پر کھردرا پن ہو اور مقصود کسی کی اہانت یا تضحیک ہو ان سے طبیعت کی نفاست مجروح ہوتی ہے اور سماعت کا حسن مغموم ہوتا ہے۔ (سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو فرمایا) (شورش-۶۵)

۹۔ مناظرہ سے فائدہ کسی کو نہیں پہنچتا۔ نہ مذہب کو نہ جماعت کو، نہ ملک کو اور نہ ملت کو۔ اس سے یقین گھٹتا اور اضطراب بڑھتا ہے۔ لوگ تماشائی ہو جاتے ہیں۔ مناظرہ کیا ہے چرب زبانی ہے۔ انسان ایک دوسرے کے معتقدات کے متعلق ادب کے حدود پھاند جاتا ہے، جو لوگ اس کے رسیا رہتے ہیں وہ عموماً عمل کی تھاہ سے محروم ہوتے ہیں۔ مناظرے سے سکوت بہتر ہے۔ (شورش، ص: ۸۳)

۱۰۔ تنہائی خواہ کسی حالت میں آئے اور کسی شکل میں میرے دل کا دروازہ ہمیشہ کھلا پائے گی۔

جب کبھی قید خانے میں سنا کرتا ہوں کہ فلاں قیدی کو قید تنہائی کی سزا دی گئی ہے تو حیران رہ جاتا ہوں کہ تنہائی کی حالت آدمی کے لیے سزا کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر دنیا اس کو سزا سمجھتی ہے تو کاش ایسی سزائیں عمر بھر کے لیے حاصل کی جاسکیں۔ (غبارِ خاطر، مکتوب ۲۹، اگست ۱۹۴۲ء۔ شورش، ص:۷۵)

۱۱۔ میں نے لوگوں کے عیب چننے کے بجائے ہمیشہ خوبیاں تلاش کی ہیں۔ جو لذّت حسن تلاش کرنے میں ہے وہ کسی اور چیز میں نہیں۔ محاسن کی ڈھونڈھی سے آدمی اپنے محاسن کو بڑھا اور چمکا سکتا ہے۔ (شورش، ص: ۶۸)

۱۲۔ زندگی نہ بھڑک اُٹھنے کا نام ہے نہ بجھ جانے کا بلکہ سُلگتے رہنا ہی زندگی کا نام ہے۔ معاملہ سخن گسترانہ ہو تو ٹھیک ہے، لیکن برائی کا جواب برائی نہیں۔ لوگوں کی اپنی زبان ہے، وہ ہماری زبان نہ ہونی چاہیے۔ اگر سب وشتم بھی زبان ہے تو پھر قومی اخلاق کا خدا حافظ ہے۔ اس سے کوئی عمدہ فصل تیار نہ ہوگی۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہنے دو۔ انھیں شاید حق پہنچتا ہے لیکن اپنی زبان کو آلودۂ دشنام نہ کرو۔ کبھی سخت و سنگلاخ الفاظ سے قومی معاملات حل نہیں ہوتے۔ میں جانتا ہوں آپ لوگوں کو مجھ سے اخلاص ہے لیکن اخلاص و ارادت کی راہیں دوسری ہیں، طیش و غصّہ نہیں۔ جن لوگوں کو جذبات نے اندھا کر دیا ہے جو دماغ کے بجائے پیٹ سے سوچ رہے، اور دل کی جگہ زبان سے محسوس کر رہے ہیں انھیں ایک دن اس کا شدید احساس ہوگا اور تب وہ اپنے ہی تجربوں سے تاریخی سبق حاصل کر لیں گے۔ بہرحال یہ بات حلق سے نیچے نہیں اُترتی ہے کہ آپ برہنہ دماغوں اور آوارہ زبانوں کے سامنے باز رہیں۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو کہا

شاہ جی خطابت آپ کو عطیۂ الٰہی ہے اور جو چیز عطیۂ الٰہی ہو اس میں درشتی نہ ہونی چاہیے۔ جو لوگ حریف بذلہ نہیں ان کے ذکر سے اجتناب ہی بہتر ہے۔ طعن وطنز کمزور انسانوں کی بیمار زبانوں کا ہذیان ہیں۔ آپ ماشاء اللہ خطابت کے سمندروں سے موتی نکال لاتے ہیں۔ آپ کو ان چھوٹی موٹی ندیوں سے کیا نسبت؟ جو صرف سنگریزے اگلتی اور ریت پھنکتی ہے۔

مخالفوں سے سلوک

۱۳۔ فرمایا: وہ لوگ جنھیں قدرت محاسن و محامد سے نوازتی ہے ان کے مخالف ضرور

ہوتے ہیں۔لیکن ایسے حریف لائقِ اعتناء نہیں ہوتے۔انھیں جواب دینے سے جواب نہ دینا ہی بہتر ہے۔آدمی مخالفوں سے اُلجھ کر کچھ پاتا نہیں کھوتا ہے۔لڑائی افراد سے نہیں نظریات سے ہونی چاہیے۔جو اصول کے بجائے آدمیوں سے لڑتے ہیں وہ اپنے افکار و نتائج کو خود گزند پہنچاتے ہیں۔

فرمایا: مخالفوں سے ذاتیات کی جنگ میں ہجو ملیح یا ہجو قبیح مزہ تو دیتی ہے مگر یہ ایک ایسا نشہ ہے جیسا بعض لوگ بھنگ پی کر سرور حاصل کرتے، افیون کھا کر سرشار ہوتے اور شیشۂ شراب اُٹھا کر ماورائے کائنات چلے جاتے ہیں۔ ادھر نشہ اُترتا تو اُبکائیاں آنے لگتی ہیں۔ پھر وہ دن سرعت سے آتا ہے جب محسوس ہوتا ہے کہ صحت کی دیوار گر چکی ہے اور اعضاء ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔

مسلمانوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ نسخۂ شفا ہے۔ دشمنوں سے کیا سلوک ہونا چاہیے وہ سب حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ میں ہے۔ اس کے بعد کسی مدرسہ سے سبق لینے کی ضرورت نہیں۔آپؐ کا اتباع ہی اس مرض کا علاج ہے۔

میں نے اپنے حریفوں سے اعتنا ہی نہیں کیا۔لوگ دین کی مسند پر بیٹھ کر ژاژ خالی کرتے ہیں۔ سیاست تو دنیوی چیز ہے اور اس کی مثال میکدے کی سی ہے۔ جام ہی نہیں ٹکراتے، عمامے بھی اُچھالتے ہیں۔مخالفوں کو جواب دینے کا مطلب ہے کہ ہم نے انھیں تسلیم کر لیا۔اور یہ عشق مقصد کی نفی ہے۔ (شورش،ص:۹۷)

مسلمانوں کے لیے نسخۂ کیمیاء

۱۴۔ عزیزو! میرے پاس مسلمانوں کے لیے نسخۂ کیمیاء ہے۔ وہی پرانا نسخہ ہے جو برسوں پہلے کا ہے، وہ نسخہ جس کو کائناتِ انسانی کا سب سے بڑا محسن لایا تھا۔ وہ نسخہ ہے قرآن کا۔ یہ اعلان: ﴿وَ لَا تَهِنُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۳۹)۔آج کی صحبت ختم ہوگئی۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں اختصار کے ساتھ کہہ چکا ۔ پھر کہتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں، اپنے حواس پر قابو رکھو، اپنے گرد و پیش اپنی زندگی خود فراہم کرو۔ یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمھیں خرید کر لا دوں۔ یہ تو دل کی دکان سے اعمالِ صالحہ کی نقدی دستیاب ہوسکتی ہے۔ والسلام (بیس بڑے مسلمان،ص:۷۵۸)

دنیا گو نہیں بدلی مگر دنیا کی ہر چیز کا غلاف بدل گیا ہے

۱۵۔ دراصل یہی ہمارا جرمِ حقیقی ہے کہ قرآن نامی ایک کتاب ہے جسے ہم ترک نہیں کر سکتے۔ مسلمان کا یہی وظیفہ ہے کہ جس سچائی کا اسے علم و یقین دیا گیا ہے، ہمیشہ اس کا اعلان کرتا رہے اور ادائے فرض کی راہ میں کسی آزمائش اور مصیبت سے نہ ڈرے۔ علی الخصوص کہ جب ایسا ہو کہ ظلم و جور کا دَور دَورہ ہو جائے اور جبر و تشدد کے ذریعہ سے اعلانِ حق کو روکا جائے تو پھر یہ فرض اور زیادہ لازمی اور ناگریز ہو جاتا ہے کیونکہ اگر طاقت کے ڈر سے لوگوں کا چپ ہونا گوارہ کر لیا جائے اور دو اور دو کو اس لیے چار نہ کہا جائے کہ ایسا کہنے سے انسانی جسم مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے تو پھر سچائی اور حقیقت ہمیشہ کے لیے خطرہ میں پڑ جائے اور حق کے اُبھرنے اور قائم رہنے کی کوئی راہ نہ رہے۔

حقیقت کا قانون نہ تو طاقت کی تصدیق کا محتاج ہے نہ اس لیے بدلا جا سکتا ہے کہ ہمارے جسم پر کیا گزرتی ہے۔ وہ تو حقیقت ہے اور اس وقت بھی حقیقت ہے جب اس کے اظہار سے ہمارا جسم آگ کے شعلوں کے اندر جھونک دیا جائے۔ صرف اس لیے ہمیں قید کر دیا جائے گا۔ آگ میں ٹھنڈک اور برف میں گرمی پیدا نہیں ہو سکتی۔ (ص:۶۰ ۷)

دعوت و اعلانِ حق

۱۶۔ دعوت و اعلانِ حق کا کام کرنے والوں کو اپنے لیے نہیں مگر اپنے کام کی عزّت کی خاطر بادشاہوں کی سی نظر اور کشور ستانوں کا سا دماغ رکھنا چاہیے۔ جو لوگ اللہ کے دروازہ کے سائل ہیں دنیا میں کس کی ہستی ہے کہ وہ انھیں سامنے سائل دیکھ سکے۔ ان کی جیب میں ایک کھوٹا سکہ بھی نہ ہو لیکن ان کے دل میں وہ خزینہ مخفی ہے جس سے بڑے بڑے مغرور شہنشاہوں کو خریدا جا سکتا ہے۔

اگر دنیا میں ایسے لوگ ہیں جن کو چراغ کی روشنی دھندلی نظر آتی ہے تو یہ ان کی آنکھوں کا ضعف ہے جس کو دور کرنا چاہیے۔ ان کی خاطر چراغ گل نہیں کیے جا سکتے۔ (بیس بڑے مسلمان)

ہندوستان میں مسلمانوں کا موقف

میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں ہوں کہ اس کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں جسے میری زندگی کی حقیقتوں نے پیدا کیا۔ اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی بلکہ وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے۔ میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں ہندوستانی ہوں، میں ہندوستان کی ایک ناقابلِ تقسیم متحدہ قومیت کا ایک ایسا عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے۔ میں اس کی تکوین و بناوٹ کا ایک ناگزیر عامل (factor) ہوں۔ میں اس دعویٰ سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا۔

ہم اپنے ساتھ کچھ ذخیرے لائے تھے اور یہ زمین بھی اپنے ذخیروں سے مالا مال تھی۔ ہم نے اپنی دولت اس کے حوالے کردی اور اس نے اپنے خزانے کے دروازے ہم پر کھول دیے۔ ہم نے اسے اسلام کے ذخیرے کی وہ سب س زیادہ قیمتی چیز دے دی جس کی اسے سب سے زیادہ احتیاج تھی۔ ہم نے اسے جمہوریت اور انسانی مساوات کا پیام پہنچا دیا۔

تاریخ کی پوری گیارہ صدیاں اس واقعے پر گزر چکی ہیں۔ اب اسلام بھی اس سرزمین پر ویسا ہی دعویٰ رکھتا ہے جیسا دعویٰ ہندو مذہب کا ہے۔ اگر ہندو مذہب کئی ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب رہا ہے تو اسلام بھی ایک ہزار برس سے اس کے باشندوں کا مذہب چلا آتا ہے، جس طرح ایک ہندو فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہندوستانی ہے اور ہندو مذہب کا پیرو ہے، ٹھیک اسی طرح ہم بھی فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہندوستانی ہیں اور مذہب اسلام کے پیرو ہیں۔ (چراغ راہ، ص:۳٦٦)

مسلمانوں کے ملّی تشخص کا مسئلہ

۱۹۳۷ء میں یوپی میں جب پہلی بار صوبائی حکومت کی تشکیل ہوئی تھی تو اس وقت وزیر تعلیم سمپورنا نند جی نے اسمبلی میں تعلیم و کلچر کے موضوع پر حکومت کی پالیسی کی وضاحت کی تھی، اس کے ردعمل کے طور پر مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۹۵۸-۱۸۸۹ء) نے فرمایا تھا:

''اگر سمپورنا نند جی نے یوپی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ وہ تعلیم کے مسئلے میں ہندو مسلم کا امتیاز دیکھنا نہیں چاہتے اور نہ کلچر و تہذیب کے معاملے میں ہندو مسلم کا امتیاز پسند کرتے ہیں تو یقیناً انھوں نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا ہے جو مسلمانوں کے لیے قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔ نہ تو کانگریس ہی کا یہ مقصد ہے اور نہ مسلمان ہی اس مقصد سے تاقیامت متفق ہوسکتے ہیں کہ ہندوستان سے مسلم تعلیم، مسلم کلچر اور مسلم تہذیب کے امتیازی اوصاف فنا ہوجائیں اور وہ ہندوستان کی متحدہ قومیت میں جذب ہوکر جرمن یا انگریز کی طرح ہندوستانی قوم کے سوا کچھ نہ رہیں۔

مسلمانوں کو صاف طور پر چلا کر اور پکار کر یہ اعلان کردینا چاہیے کہ وہ ہندویت میں جذب ہونے کے لیے ایک لمحہ کے واسطے بھی تیار نہیں۔ کانگریس میں شریک ہونے اور آزادی کی جدوجہد میں اپنے ہم وطنوں کے دوش بدوش چلنے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ مسلمان اپنے امتیازی ملّی خصائص کو خیرباد کہہ دیں اور ہندوستان کی متحدہ قومیت کے سمندر میں اپنے ملّی تشخص کو محو کر کے رکھ دیں۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے اور نہ انشاء اللہ ہوگا۔''

مولانا آزادؒ نے ۱۹۴۰ء میں رام گڑھ کے اپنے خطبے میں اسی بات کو ایک دوسرے انداز سے بیان کیا تھا:

''..... میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں۔ اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثے میں آئی ہیں۔ میں تیار نہیں کہ اس کا معمولی سے معمولی حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں اپنی ایک خاص ہستی رکھتا ہوں اور میں برداشت نہیں کرسکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے۔'' (چراغِ راہ، ص: ۳۶۷)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی

(ولادت: ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء وفات ۱۳۰۷ھ، بروز اتوار)

بندے کو چاہیے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ سے اس پنج روزہ زندگی میں رجاء وامید زیادہ رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں انس والفت اور محبت زیادہ بڑھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ (سورۂ زمر، آیت: ۵۳)

آپ کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو جنھوں نے (کفر وشرک کر کے) اپنے اوپر زیادتی کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ بالیقیں اللہ تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے خوف ودہشت اتنا ہی رہے کہ وہ ممنوعات کے ارتکاب اور مہلکات پر عمل کرنے سے باز رکھے اور مامورات ومعروفات کے بجالانے پر سرگرم کر دے نہ یہ کہ خوف اتنا غالب ہو جائے کہ ربِ رحیم اور خالقِ کریم جو تمام عمر اپنے بندۂ شرمندہ سے لطف ورافت سے پیش آیا ہے اس کو دشمن سے زیادہ سخت سمجھنے لگے، اور اس قدر غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کہ دنیا میں تو اس کے ہاتھ سے محفوظ رہا مگر آخرت میں اس کے اختیار میں گرفتار ہو جاؤں گا جس کی وجہ سے مجھ پر عتاب ہوگا۔

نافہم واعظین عوام الناس کو اسی طرح ڈراتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو حق تعالیٰ سے ایسے ہی متوحش (دور) کر دیتے ہیں۔

فرمایا کہ جو کچھ بھی موجود ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت میں ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس لیے کام کے انجام میں غور کرنا چاہیے اور چشمِ عبرت آخرت کے معاملے میں کھولنا چاہیے۔

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست
مرد آخربیں مبارک بندہ ایست

یعنی ہر گریہ وزاری کے بعد ایک نہ ایک دن ہنسی وخوشی ہے اور انجام بیں بندہ مبارک بندہ ہے۔

تم چاہو یا نہ چاہو موت سے چارہ نہیں ہے اور تقدیر کے پنجہ سے رہائی ممکن نہیں ہے، بچہ مکتب جانے پر راضی نہیں ہوتا مگر اس کے ولی (ماں باپ) اس کو وہاں پہنچاتے ہیں، چاہیے کہ ہماری تمام تر توجہ وہمت امورِ آخرت کی طرف مصروف ہو اور بہ مقتضائے بشریت دنیا کی طرف توجہ بقدر ضرورت ہو اور اس قدر توجہ میں کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے اس لیے کہ یہ درحقیقت دنیا ہے نہیں بلکہ یہ منجملہ امورِ آخرت کے ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کسی پر ایسا فضل فرمادیں کہ اس کے دل میں دنیا کا خطرہ بھی نہ گزرے اور کسب معیشت میں اس کو ذرا بھی رغبت نہ رہ جائے اور وہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو جائے تو یہ ہمارے اور تمھارے قصد سے میسر نہ ہوگا۔ ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ جمعہ، آیت: ۴) ﴿وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۰۵)

فرمایا کہ اس وقت جس قدر دنیاداروں کی توجہ دنیا کی طرف ہے اسی قدر سلف صالحین کی توجہ آخرت کی طرف تھی اور جس قدر بے التفاتی اب کے لوگوں کی آخرت کے معاملہ میں ہے اسی قدر سلف صالحین کی بے توجہی دنیا کے معاملے میں تھی۔ اس سے اس زمانے کے لوگوں میں اور پہلے زمانے کے حضرات میں فرق کو سمجھا جاسکتا ہے۔ پس غربتِ اسلام اور دین سے تہی دستی کو بچشم خود دیکھ کر رونا چاہیے۔

نیز فرمایا کہ جب یہ لازوال باطنی دولت اور پائیدار اقبال مندی میسر نہ ہو ایسے شخص کی صحبت کو غنیمت کبریٰ سمجھ کر ضرور اختیار کرنی چاہیے جو اس شرف سے بہرہ ور اور اس شربت کے ذائقہ سے متمتع ہو چکا ہو۔

مگر افسوس کہ ایسے باکمال شخص کا وجود خواب وخیال سے زیادہ نہیں ہے۔

پس اگر اس نسبت کا حصول ممکن ہے تو اس طرح کہ سنت مطہرہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے، خصوصاً کتاب 'الرقائق' کا اور اگر عوارض وحوادث کی بنا پر اس بیداری میں فرق محسوس ہو تو توبۂ نصوح اور استغفار سے اس کی تلافی کی جائے۔ اور رجوع الی اللہ کا رشتہ ہرگز منقطع نہ کیا

جائے۔﴿فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ﴾ ۔اللہ کی طرف دوڑو۔اللہ کا فرمان ہے: ہرگز ہرگز نفس وشیطان کے اغواء سے مایوس نہ ہوں اس لیے کہ وہ رحیم وکریم ہے پھر عنایت فرمائے گا اور باب ہدایت کو مفتوح فرمائے گا۔

رحمتِ الٰہی سے ناامیدی شیطان کا شیوہ ہے اور مغفرتِ الٰہی کی اُمید انسان کا شعار ہے۔اللہ نہ کرے انابت الی اللہ کی مضبوط رسّی منقطع ہوجائے۔مطلق گناہ کا نہ کرنا کارِ ملائکہ ہے، اور گناہ پر اصرار کرنا ابلیس کا کام ہے اور گناہ کرنا پھر اس پر نادم ہونا اور دوبارہ اس کی طرف نہ لوٹنا یہ بنی آدم کا کام ہے۔

ف: بالفرض اگر لوٹے اور توبہ کرلے تو بھی غنیمت ہے۔کیونکہ حدیث ہے:اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ (مرتب)

نیز آپ کا ارشاد ہے کہ: جو حیات دل کو مردہ کردیتی ہے وہ موت سے زیادہ بری ہے اور جو موت ایمان کے ساتھ جنت کی طرف لے جاتی ہے وہ حیات سے بہتر ہے۔

﴿یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (سورۂ حدید، آیت:۲)

اور اللہ ہی حیات دیتا ہے اور موت بھی اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

اور جو بیداری یادِ حق سے غافل کردے اور دل کو لذاتِ فانیہ میں گرفتار کردے تو خوابِ گراں اس سے بہتر ہے۔

ظالمے را خفتہ دیدم نیم روز
گفتم ایں فتنہ ست خوابش بردہ بہ

ایک ظالم کو میں نے دوپہر میں سویا ہوا دیکھا تو کہا یہ فتنہ ہے اس لیے اس کا خواب میں رہنا ہی بہتر ہے۔(حظیرۃ القدس، ص:۱۰)

نیز فرما رہے ہیں کہ: موت کا سیلاب اچانک آجاتا ہے۔تم اگرچہ تاخیر ومہلت کے طالب ہوگے مگر وہ تم کو اچانک اُچک لے گا۔پس تم کو اس طرح زندگی گزارنی چاہیے اور اس طرح آگاہ وبیدار رہنا چاہیے کہ موت کا قاصد تمھارے پاس آئے تو تم کو اِدھر اُدھر متوجہ نہ پائے۔

اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ تم ہمہ وقت اللہ کی طرف متوجہ رہو اور اپنے اوقات کو

اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں مشغول رکھو، اور تصنع وتکلف سے دور رہو، اور'دل بیار و دوست بکار' کے یہی معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مفہوم ہے۔ ﴿رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۷) یعنی ایسے مردانِ خدا ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع لہو ولعب میں نہیں ڈالتی۔

دیکھو اللہ ہر دن رات تم پر کس طرح اتمامِ حجت فرماتے ہیں کہ ہر رات کو موت دے دیتے ہیں اور ہر صبح کو زندگی بخشتے ہیں، بس نیند مثل موت کے ہے اور بیداری مثل حیات کے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست

زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

حظیرۃ القدس، ص:۱۱

یعنی جو ہم کو زندگی حاصل ہے درحقیقت اس کو زندگی نہیں کہہ سکتے بلکہ زندہ تو وہ ہے جو دوست سے قرب ووصال رکھتا ہے۔

ف: ماشاء اللہ تعالیٰ کیا خوب ارشادات ہیں جو صفحہ قلب پر ثبت کیے جانے کے لائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت نواب صاحب کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور ہم لوگوں کو ان باتوں سے اثر لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔ (مرتب)

عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندوی کے دادا کی وصیت

وصیت نامہ منجانب عبدالرحمٰن ولد ولی محمد ساکن ہتورا پرگنہ وضلع باندہ جو کہ میرا حصہ ہتورا تنہا وآبادی میں ہے نصف محمد نظیر ونصف صدیق احمد، مکان وسکونت ومویشی مثل گائے وبیل وغیرہ نصفا نصفی منجملہ کل ومویشیوں میں ہے ایک گائے دودھ کھانے کو لیکن بی بی کو دیدیا جائے۔ اور مکان وسکونت جو میرے بڑے بیٹے کی موجودگی میں تقسیم ہوئے ہیں، اگر میکن بی بی میکہ رہے تو بخوشی رضا محمد نظیر وصدیق احمد اس کے باپ کے حصے والا مکان دیدیں اور اگر وہ اپنے سسرال میں رہے تو دونوں شخص مذکورہ آپس میں تقسیم کرلیں بعد وفات میرے کسی طرح کا جھگڑا نہ ہو ... اور بعد وفات میرے کسی طرح کے امور خلافِ شرعی مثل نوحہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ نہ ہو۔ صرف قل کا ختم پڑھا جائے اور محمد نظیر پر فرض ہے کہ برخوردار صدیق

احمد کے پڑھنے کا بخوبی انتظام رہے اور اس کو امورِ کاشتکار میں پھنسا کر تعلیم سے محروم نہ رکھے۔ اس واسطے یہ چند کلمے بطور وصیت نامہ لکھ دیے کہ سند اور وقتِ ضرورت کام آئے۔ (تذکرۃ الصدیق، ج:۱،ص:۱۳۴)

حضرت مولانا زکریا قدوسی کی نصیحت حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندوی کو

میرے شاگرد ہو اس لیے نصیحت کرتا ہوں کہ دوران سبق میں بھی خواہ کسی فن کی کتاب ہو۔ طالب علم کے لیے اصلاح کی بات ضروری کیا کرو، اساتذہ اس کا خیال نہیں رکھتے جس سے عام طور پر طلبہ کی اخلاقی زندگی خراب ہوتی جارہی ہے۔ (تذکرۃ الصدیق۔ ج:۱/ ۲۰۵)

حضرت مفتی عبدالحکیم صاحب سکھروی ؒ کی وصایا

۱- ظاہر و باطن ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اپنے ظاہر و باطن کو شریعتِ مطہرہ کے مطابق کرو اور سنت رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھل جاؤ۔

تم کو ہمیشہ شرعی علم کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور جو کچھ شریعت کا علم تم کو معلوم ہو جائے اسے دوسروں تک حکمت کے ساتھ پہنچاؤ، اور ہر بات میں محض رضائے الٰہی کے طالب رہو اور علم کو عمل میں لانے کی کوشش کرو۔ ورنہ بے جان جسم کے مانند رہو گے۔ زنہار اپنے علم سے دنیا کے طالب نہ ہونا، جو شخص عمل آخرت سے دنیا کا طالب ہوتا ہے اس کی آبرو جاتی رہے گی۔ اور جو شخص کار دنیا سے بھی آخرت کا طلبگار ہوتا ہے اس کا دنیوی حصہ کم نہ ہوگا، دنیا ایک دریا ہے آخرت اس کا کنارہ ہے۔ تقویٰ اس کی کشتی ہے۔

۲- جس نعمت کا شکر ادا کرو گے اس کو زوال نہ ہوگا اور جس نعمت کی ناشکری کرو گے اسے پائیداری نہیں ہوگی۔ جو چیز بندے کو آخرت سے روکنے والی ہے، یہی دنیا ہے۔ جس توبہ کے بعد وہ گناہ چھوٹ گیا، یہی قبولیت توبہ کی علامت ہے۔

۳- قرآن مجید کی تلاوت روزانہ قدرے مقرر کرو۔ تہجد کی نماز کی عادت ڈالو۔ اہلِ اصلاح کی صحبت اختیار کرو۔ پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ ایک دروازے کو پکڑ لو تا کہ تم پر تمام دروازے کھل جائیں۔ دنیا سے دل نہ لگائیں۔ آخرت کی فکر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے عافیت

مانگا کرو۔ رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت دل میں رکھ کر ان کی سنتوں کو ہمیشہ عمل میں لاؤ۔ تین وقت نفس کی حفاظت کرو، کہ یہ بے راہ نہ کردے، کام کرتے وقت دھیان رکھو کہ اللہ تم کو دیکھتا ہے۔ بات کرو تو سمجھو کہ اللہ تمہاری بات سنتا ہے، خاموش رہو تو جانو کہ اللہ جانتا ہے۔ کبھی کسی مومن کو اپنے سے حقیر نہ سمجھنا، خواہ کتنے ہی کمتر درجے کا کیوں نہ ہو۔ کیا معلوم اس کی عاقبت کیسی ہے۔

مخلوق کے برا کہنے سے دل برا نہ کرو کہ یہ ان کا خیال ہے اور مخلوق کی تعریف سے ہرگز مت پھولو۔ کہ اصل حال اللہ ہی جانتا ہے۔ دنیا کی فکر سے زیادہ آخرت کی فکر کرو۔ اس فکر آخرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارے کام آسان کردے گا۔ ورنہ دنیا کے فکر تباہ کر ڈالیں گے۔ جاہلوں سے بچو، برے لوگوں سے دور رہو۔ حقوق العباد اپنے ذمہ نہ رکھو۔ نیک کاموں میں جلدی کرو۔ اور گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے میں دیر نہ کرو۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ تمام تصوف کی جڑ ہے۔ ''اُعْبُدِ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ'' مکمل احسان ہے۔ اور یہی مراقبۂ احسان ہے۔ طریقت وشریعت دو متناقض چیزیں نہیں ہیں، بلکہ روح وجسد، پوست ومغز کی طرح ایک چیز ہیں۔

خوفِ الٰہی پیدا کرنے کا طریقہ ان باتوں کو سوچتے رہنا ہے کہ موت آ کر رہے گی، قیامت یقیناً واقع ہونے والی ہے اور ضرور ایک دن اللہ کے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ بدعات سے، رسوم سے بچو۔ فرمانبردار بن جاؤ۔ صبر وشکر کو شیوہ بناؤ۔ سختی کے بعد راحت آیا کرتی ہے۔ اس لیے تکلیف میں ناامید نہ ہو۔ اللہ کا ذکر کرو۔ پراگندہ طبیعت نہ بناؤ۔ گناہوں کو توبہ کے پانی سے دھو ڈالو۔ زیادہ خواہشات نہ بڑھاؤ۔ محبت یا عداوت میں جلدی نہ کرو، اپنے نفس سے بدگمان رہو۔ دوسروں پر بدگمانی نہ کرو۔ الغرض ظاہراً و باطناً شریعت کے حکموں پر چلو، اور جو کچھ بآسانی ہو سکے میرے لیے ایصال ثواب کر دیا کرنا۔

میں اپنی اولاد، اہل وعیال واصحاب اور اہل سلسلہ اور تمام اہلِ اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ زندگی کا ایک ایک سانس بڑا قیمتی ہے۔ ان سانسوں کو گناہوں اور غفلت میں گذارنے سے حتی الوسع کوشش کریں۔ جہاں تک ہو سکے رضائے حق میں یہ سانسیں نکلیں۔

گذشتہ گناہوں پر توبہ و استغفار سے آئندہ کے اعمال کی اصلاح کا عزم مصمم کرتے رہیں۔ بری صحبت سے بچیں۔من نکردم شما حذر بکنید۔

اپنی اولاد کو بھی دین پر چلائیں، ان کو دینی تعلیم دلائیں اور خود بھی علمی مشغلہ رکھیں۔ حضرت مولانا تھانویؒ و دیگر اکابر علماء کی تصانیف کا مطالعہ رکھیں۔گھر کا ماحول دینی رکھیں، خلافِ دین کوئی بات نہ آنے دیں۔اپنا علم دوسروں تک پہنچاؤ اور کسی موحد متبع شریعت شیخ سے بیعت کریں ورنہ ان سے خط و کتابت اور مجلس میں آنا جانا رکھیں۔بچوں کو قرآن ناظرہ اور ضروری علم دین جب تک نہ پڑھا لیں کسی کام میں نہ لگاؤ اور ان بچوں کے اعمال و اخلاق سب شریعت کے مطابق ہونے چاہئیں۔

جو لوگ دہریہ عقائد کے ہوں، بدعتی ہوں، روزمرہ کی زندگی میں حلال وحرام سے غافل ہوں ان سے احتراز کریں۔اپنی عورتوں اور بچیوں کو بے پردگی، عریانی اور فیشن سے بچائیں۔ ایسی فیشن ایبل عورتوں کے میل جول سے بھی بچا کر رکھیں۔

گھر میں ایسی کتابیں جو ناول اور عریاں فوٹو والی ہوں، ہرگز نہ آنے دیں بلکہ دینی کتابیں پڑھیں، اور جب خیال آجائے، میرے لیے دعائے مغفرت کر دیا کریں۔اللہ پاک عبدالحکیم کو بخش دے اور اس کی مغفرت کر دے۔اگر ہو سکے ایک بار سورۂ یٰسین یا تین بار قل ھو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر دیں۔اس کے بعد اگر کبھی اللہ توفیق دے تو مال صدقہ کر کے جس میں اخفاء ہو ایصالِ ثواب کر دیں، اس میں کسی رسم کی پابندی نہ کریں۔

اتباعِ سنت ضروری ہے، بدعات و رسومات سے الگ تھلگ رہیں، آخرت کی فکر دنیا پر غالب رہے۔امر بالمعروف، نہی عن المنکر بقدر ہمت کرتے رہنا چاہئے۔اپنے گھر کا ماحول دینی بنانے کی انتھک کوشش کریں، جس کے لیے یہ امور ضروری ہیں:

۱- خود اور اولاد کو نماز باجماعت کا پابند بنائیں۔عورتوں کو گھر پر بروقت نماز کا پابند کریں۔

۲- فجر کے بعد سب افراد کچھ تلاوت قرآن کر لیا کریں۔

۳- عریانی اور فیشن سے بہت پرہیز کیا جائے۔

۴- گانے بجانے اور کھلی ہوئی حرام باتوں سے الگ رہیں۔

جواس کے خلاف کرے اسے نرمی اور حکمت سے سمجھا کر عامل بنانے کی سعی کریں۔

حضرت مولانا عبدالحلیم عرف حُلّومیاںؒ

۱۔ قبرستان جایا کروتا کہ موت یاد رہے اور مریض کی عیادت کیا کروتا کہ صحت پر شکر کی توفیق ہو۔

۲۔ سچا مسلمان خدا پرست ہوتا ہے، اس لیے اس کے مطابق عمل کرتا ہے۔ لیکن ہندوستانی مسلمان نسل پرست ہوتا ہے اور پیر پرست ہوتا ہے۔ اس لیے پیر کی اولاد چاہے کتنی گمراہ ہو اس کو پیر ہی کی طرح مانتا ہے۔ توبہ توبہ!

۳۔ مرنے کے بعد ہمارا چہرہ کوئی سیدھا کرے یا نہ کرے اس کی فکر نہیں ہے۔ فکر تو یہ ہے کہ ہمارا دل آخری سانس تک سیدھا رہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اندھا ہو گیا ہوں جس کی وجہ سے ظالموں کا چہرہ دیکھنے سے بچ گیا۔ اور دراصل ظالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرے۔

۵۔ میرے مرنے کے بعد تیجا، چالیسواں ہرگز نہ کیا جائے۔

۶۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگ جھاڑ پھونک کے لیے نہیں جاتے تھے بلکہ ہدایت کے لیے جاتے تھے، اس کے بعد حاضرین سے فرمایا جس کو تعویذ گنڈہ لینا ہو کہیں اور جائے جہاں اس کی دکان ہے۔

۷۔ تم لوگ ہمیشہ کھانے پینے کے چکر میں رہتے ہو۔ یاد رکھو اگر ایک سالن سے دو سالن کھایا جائے تو جسم موٹا ہو جائے گا لیکن روح کمزور ہو جائے گی۔

(نوٹ: حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی کی نواسی کے فرزند تھے۔ ۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ میں وفات ہوئی اور گنج مراد آباد میں مدفون ہوئے۔) اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۱۰۳

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب معروفیؒ

(ولادت: ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء۔ وفات: شب جمعہ، یکم شعبان ۱۴۰۹ھ، ۱۰ مارچ ۱۹۸۹ء)

۱۔ ہر کام اللہ کے لیے کرو اس میں نمائش نہ ہو۔

۲۔ دنیا میں جس چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے مرنے کے وقت وہی غالب ہوجاتی ہے، اس لیے اللہ کا دھیان ہر دم رکھو۔

۳۔ دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے اس لیے بقدر ضرورت دنیا سے تعلق رکھو جیسے بقدرِ ضرورت بیت الخلاء میں وقت گزارتے ہو۔

۴۔ میرے نزدیک بغیر مطالعہ کے درس دینا درست نہیں۔ (ایضاً، ج:۶،ص:۱۲۹)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاویؒ

(ولادت: ۲۶/محرم الحرام ۱۳۳۹ھ م ۱۹۲۰ء۔ وفات: ۸/رجب ۱۴۰۹ھ م ۱۹۸۹ء)

ایسے اخلاق بناؤ کہ اگر کوئی پھینکے تم پر ڈھیلا تو تم دو اس کو کیلا۔ اور کوئی دے تم کو گالی تو تم دو مٹھائی کی تھالی۔ کوئی ڈالے تمھارے اوپر دھول تو تم ڈالو اس پر پھول۔ (ج:۶،ص:۱۳۹)

حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندیؒ

(پیدائش: ۱۹۰۴ء۔ وفات: ۱۹۸۲ء)

۱- یہ دینا آرام گاہ نہیں ہے، سیر گاہ اور تماشہ گاہ نہیں ہے یہ امتحان گاہ ہے، ہم نے اسے چراگاہ بنالیا ہے، عمل کرنے کی جگہ یہی دنیا ہے، یہ دنیا دار العمل ہے۔

۲- قرآن انسانیت کے لیے دستورِ حیات، ضابطہ حیات ہے بلکہ آب حیات ہے۔

۳- انسان دنیا میں اللہ کا قائم مقام ہے اس کا نائب اور اس کی صفات کا مظہر اتم ہے۔

۴- تیرے ہاتھ میں ہو قرآن اور تو دنیا میں رہے پریشان اور دنیا میں رہے ناکام، قرآن اپنے غلبے کا کرتا ہے اعلان، اے میرے ماننے والے مسلمان! اِقْـرَأْ وَ رَبُّكَ الْاَكْـرَمُ تو پڑھ قرآن تاکہ تیرا رب کرے تیرا اکرام۔

۵- مسلمان لوہے کے چنے ہیں۔ انھیں چبانا آسان کام نہیں۔ مسلمان سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح مضبوط ہوتا ہے۔

۶- قرآن مجید کا خلاصہ ہے بندہ سے توڑ، اللہ سے جوڑ، اللہ- اللہ کر، کسی سے نہ ڈر۔

۷- قرآن مجید کا خلاصہ ہے تعلق باللہ سے وابستگی۔

۸- ہمارے باوا آدم تو دنیا سے پردہ فرما گئے ہیں، مگر شیطانوں کا باپ ابھی تک زندہ ہے، اس لیے گمراہی زیادہ عام ہے۔ (تذکرۂ علماء دیوبند، ص: ۲۹:۷)

۹- موت تو لازماً آئے گی اور روح کو جسم سے جدا کردے گی اس لیے مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرلو۔

۱۰- بدقسمت ہیں وہ لوگ جو قرآن نہیں پڑھتے۔ تھوڑا بہت تو پڑھو۔ قرآن بہترین غذا ہے، ہائے افسوس! آج اس کی قدر نہیں اس کی قدر وہی کرے گا جو اس کو سمجھے گا اور اس کو فرمان شاہی سمجھ کر معاملہ کرے گا۔

۱۱- شخصیت بناؤ، سنگار، ٹیپ ٹاپ اور جبے قبے سے نہیں بنتی، شخصیت تعلق باللہ اور ذکر و مجاہدہ سے بنتی ہے، آج ظاہری ٹیپ ٹاپ کی طرف توجہ دی جاتی ہے اور باطن کو سنوارنے کی طرف دھیان نہیں دیا جاتا، اگر باطنی زیبائش کی طرف توجہ ہو جائے تو مزہ آجائے۔

۱۲- آج رسمیت وظاہریت رہ گئی ہے، اخلاص نکل گیا، وعظ کھوکھلے ہو گئے ہیں۔ حال یہ ہو گیا ہے کہ ایک واعظ کے لیے دو گھنٹے تہجد کے فضائل پر تقریر کرنا آسان ہے، مگر آدھی رات کو اٹھ کر دو رکعت تہجد پڑھنا مشکل ہے۔

۱۳- بندگی ہو تو زندگی زندگی ہے، ورنہ شرمندگی ہے، نفسانی اور شیطانی زندگی کوئی زندگی نہیں۔

۱۴- تعویذات وعملیات کے عامل نہ ہو، بلکہ اتباع شریعت وسنت کے عامل بنو۔ ہمیں بزرگانِ دین سے یہی تعلیم ملی ہے، یعنی اتباعِ سنت وشریعت اصل ہے۔ اس کا آدمی کو پابند ہونا چاہیے۔ یہی کمال ہے۔

۱۵- شریعت کی طرف سے دی گئی رعایت (رخصت) کا حاصل کرنا اظہار عجز ہے اور اس کو بندوں کی عاجزی پسند ہے۔

۱۶- ذکر کا مطلب یہ ہے کہ آدمی ہر وقت اپنے قلب کا دھیان رکھے اور غفلت کو قریب نہ آنے دے۔ اسی کو وقوف قلبی کہتے ہیں، جو ہمارے سلسلۂ نقشبندیہ کا اہم سبق ہے۔

۱۷- ہر وقت اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اپنے آپ کو برا اور قابلِ اصلاح سمجھنا

چاہیے۔اس سے ہدایت ملتی ہے۔

۱۸- آدمی یا تو خود بینا آنکھ والا ہو یا کسی آنکھ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے ورنہ کسی نہ کسی دن گڈھے میں گر جائے گا۔(اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۱۳۵)

۱۹- کامل کو کامل سمجھنا کافی نہیں بلکہ اس کے اقوال پہ عمل کرنا اصل ہے۔

۲۰- اہلِ خانہ کو آپ نے ایک دن جمع فرما کر کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے خوب لمبی زندگی عطا فرمائی اب میں چند روز کا مہمان ہوں تم لوگ صبر سے کام لینا ہر انسان نے بالآخر دنیا سے رخصت ہونا ہے۔(حیاتِ حبیب،ص:۳۱۱)

مرشدی ومخدومی مولانا ذوالفقار صاحب کو مرشد عالم کی نصیحت

آپ اپنے اللہ-اللہ والے کام میں لگے رہو۔نہ ان کی تائید نہ ان کی تردید (ایک دینی تنظیم کے حالات و واقعات کی طرف اشارہ ہے۔) بس اپنی نسبتِ باطنی کی نگہداشت میں کوشاں رہو۔اپنے قصور کی دید اعمال کی قیمت بڑھاتی اور قبولیت کے قابل بناتی ہے۔

(حیاتِ حبیب،ص: ۳۱۲)

داماد صاحب جناب فضل کریم مظہر کو نصیحت

کمینی دنیا کی جھوٹی چمک دمک پر شیدا نہ ہوں،اس کی زینت پر فریفتہ نہ ہوں،اس کے کرّوفر کے باعث اپنے سے باہر نہ ہوں۔یہ ایک شکر آلود زہر ہے اور ملمع کی ہوئی نجاست ہے۔ اس زہر کا مقتول دائمی موت میں اور سرمدی حسرت میں مبتلا ہے۔اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے بے فکر نہ ہوں گے اور ذکر و عبادت میں یک سو اور یک رو ہو جائیں گے۔(ایضاً ص:۳۱۳)

صاحبزادہ عبدالقدوس کو وصیت

۱) بیٹا تمہارا دل کرتا ہوگا کہ یہ کاریں بہاریں ہمیشہ رہیں۔یاد رکھو کہ یہ معاملہ مشروط ہے۔اگر میری لائن پر چلتے رہے تو کاریں تو کیا ہوائی جہازوں پر سفر کرو گے۔(ص:۴۳۰)

۲) تم لوگ حضرت قاسمی (صاحبزادہ مولانا عبد الرحمٰن قاسمی کی طرف اشارہ ہے) کی بات ماننا۔تمہاری سوچ محدود ہے،قاسمی کی نظر وسیع ہے۔ان کی بات سمجھ میں آئے نہ آئے اس

کے مطابق عمل کرنا۔ سب بھائیوں کو بار بار اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ (ص:۴۳۳)

نفاذ اسلام کنونشن

وزارتِ مذہبی امور، حکومتِ پاکستان نے ۱۹۸۵ء میں نفاذ کنونشن منعقد کیا۔ ملک کے گوشے گوشے سے علماء صلحاء شریک ہوئے۔ حاضرین مجلس نے اپنی اپنی تجاویز پیش کیں۔ آپ کی پیش کردہ پانچ تجاویز درج ذیل ہیں۔

(۱) نفاذِ شریعت کے لیے ضروری ہے کہ پورے ملک میں قاضی کورٹس کا تقرر جلد عمل میں لایا جائے اور قاضی کورٹس میں وہی لوگ قاضی مقرر کیے جائیں جو کتاب وسنت اور فقہ اسلامی پر عمیق نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے وجود سے نظام شریعت کا عملی نمونہ پیش کریں۔

(۲) نفاذِ شریعت کا کام سب سے پہلے حدود شرعیہ سے شروع کیا جائے اور ملک میں حدود توڑنے والوں کو شرعی سزائیں جاری کی جائیں، اگر شرعی سزائیں دے کر حدودِ اسلامی کا نفاذ کر دیا جائے تو ملک میں قتل وغارت، ڈاکہ زنی، چوری اور شراب جیسی اُمّ الخبائث بیماریوں کا سدِ باب کیا جا سکتا ہے۔

(۳) نفاذِ شریعت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مستقبل قریب میں معرضِ وجود میں آنے والی قومی اسمبلی میں ایسے علماء اور مشائخ کی مناسب تعداد کو نامزد کیا جائے جو کتاب وسنت کا علم رکھنے کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہوں۔

(۴) نفاذِ شریعت کے لیے ضروری ہے کہ اخبارات، ریڈیو اور ٹی وی کے کردار پر خصوصی نگاہ رکھی جائے اور جرائم کی تشہیر قطعی طور پر روک دی جائے۔

(۵) ملک میں فحاشی اور عریانیت کی روک تھام کے لیے یہ ضروری ہے کہ مستورات کے لیے پردہ کو لازمی قرار دیا جائے، قومی یا صوبائی اسمبلی یا کسی بھی ایسے ادارہ میں عورت کی بے پردہ نمائندگی کو قانوناً روک دیا جائے۔

آپ کی وصیت کے مطابق صاحبزادہ صاحب نے حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ کی درج ذیل مسدس پڑھی۔

تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مقصود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا موجود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں
تیرے سوا مشہود حقیقی کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

یاد میں تیری سب کو بھلا دوں کوئی نہ مجھ کو یاد رہے
تجھ پر سب گھر بار لٹا دوں خانہ دل آباد رہے
سب خوشیوں کو آگ لگادوں غم سے ترے دل شاد رہے
سب کو نظر سے اپنی گرادوں تجھ سے فقط فریاد رہے

اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں ، اے میرے الٰہ!
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر ترا ، اے میرے خدا !
نکلے میرے ہر بن مو سو ذکر ترا ، اے میرے خدا !
اب تو کبھی چھوڑے نہ چھوٹے ذکر ترا ، اے میرے خدا!
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا ، اے میرے خدا!

اب تو رہے بس تادم آخر وردِ زباں ، اے میرے الٰہ !
لا الٰہ الا اللہ ، لا الٰہ الا اللہ

پہلو میں جب تک قلب رہے اور تن میں جب تک جان رہے
لب پہ تیرا ہی نام رہے اور دل میں تیرا ہی دھیان رہے
جذب میں پراں ہوش رہے اور عقل میری حیران رہے
لیکن تجھ سے غافل ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے

اب تو رہے بس تادم آخر ورد زباں اے میرے الٰہ
لا الٰہ الا اللہ لا الٰہ الا اللہ

شیخ الحدیث فخر المحدثین حضرت مولانا سیّد فخر الدین احمدؒ

(ولادت: ۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء۔ وفات: ۲۱ر صفر ۱۳۹۲ھ/ ۱۶ر اپریل ۱۹۷۲ء)

(۱) اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ وہ کسی بھی شے کا مدار ظاہر پر نہیں رکھتا بلکہ وہ ہر جگہ باطن کے تزکیہ پر زور دیتا ہے۔ اسلام کی نظر میں وہ اچھا نہیں جو اچھا نظر آئے بلکہ اچھا وہ ہے جو اللہ کی نظر میں اچھا ہو۔

(۲) اعمال کسی بھی شعبۂ زندگی سے متعلق ہوں وہ جانی ہوں یا مالی، منصبی ہوں یا اخلاقی ان کی تاثیر نیت کے صدق و اخلاص پر منحصر ہے۔ (ایضاح البخاری، ج:۱، ص:۵۹)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ ابن شیخ عنایت اللہ شاہ جہانپوری

(ولادت: ۱۲۹۲ھ۔ وفات: جمعرات ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء۔ مدفون احاطہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ)

مدرسہ امینیہ کے آٹھویں سالانہ جلسہ میں مدارسِ عربیہ کی اصلاح کے لیے آپ نے ایک مقالے میں چند تجاویز پیش کیں، جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ تمام مدارسِ اسلامیہ کا مقصد ایک ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسلامی علوم کی نشر و اشاعت کی جائے۔ اس لیے تمام اسلامی اور عربی مدارس کو انتظامی حیثیت سے ایک ہی نظام میں منسلک ہونا چاہیے۔ یعنی تعاون و اتحاد کے ساتھ کام کیا جائے اور انھیں ایک دوسرے کا مخالف نہیں ہونا چاہیے۔

۲۔ یہ اسلامی مدارس اس وجہ سے ترقی نہیں کر رہے ہیں کہ ان کے کارکن یعنی اہلِ شوریٰ اور منتظمین دیندار اور عالم نہیں ہیں، بلکہ ان میں اکثر نئی وضع کے پابند اور جدید مغربی طرز کے شیدائی ہیں۔ وہ دینی علوم سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ بعض مدارس کے اہلِ شوریٰ اہلِ علم اور دیانت دار ہوتے ہیں مگر ان کے مہتمم بدنیت ہوتے ہیں۔ وہ تعلیمی معاملات کو خوب سمجھتے ہیں مگر مالی معاملات میں دیانت دار نہیں ہوتے اور مدارس کے چندوں کو اپنا مال اور اپنی جائداد سمجھتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مدارس عربیہ کے ارکان شوریٰ اہلِ علم اور دیانت

دار ہوں اور تمام انتظامی اور تعلیمی معاملات انہی کے مشوروں اور فیصلوں کے مطابق انجام پذیر ہوں، مدارسِ عربیہ کے مہتمم کے دلوں میں اللہ کا خوف ہونا چاہیے۔ وہ اپنے فرائض کو ذمہ داری کے ساتھ محسوس کریں اور مدارسِ عربیہ کے مال کا بیجا استعمال نہ کریں۔ اور اگر ضرورت مند ہوں تو اس قومی امانت کو اپنی ذات پر بقدرِ ضرورت خرچ کریں۔

۳۔ جو شخص کسی اسلامی مدرسہ کا مہتمم بنے اسے چاہیے کہ اپنی پوری توجہ اور تمام اوقات مدرسہ کے انتظام میں صرف کرے۔ مدرسے کے کاموں کے علاوہ اور کام اپنے ذمہ نہ لے بلکہ اپنی تمام زندگی اس کے کاموں کے لیے وقف کرے کیونکہ کوئی شخص پوری توجہ کے ساتھ دو کام نہیں کرسکتا۔

۴۔ مہتمم اور مدرّسین کو چاہیے کہ وہ اللہ کے ان مہمانوں (طلبہ) کے ساتھ نہایت نرمی اور خیر خواہی کا سلوک کریں، ان کی مشکلات کو دور کریں اور ان کے اندر تعلیم کا ذوق وشوق پیدا کریں۔

۵۔ طلبہ کے داخلے کے وقت نہایت احتیاط سے کام لیا جاوے۔ صرف انہی طلبہ کو داخل کیا جاوے جو دینی علوم کی تعلیم حاصل کرنے کا ذوق وشوق رکھتے ہوں، نیز انھیں داخل کرنے سے پیشتر سابقہ مدرسہ کی طرف سے ان کی نیک چلنی کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا جائے۔

۶۔ طلبہ میں عزّتِ نفس برقرار رکھنے کے لیے انھیں مدرسہ سے باہر کسی دعوت میں نہ بھیجا جائے۔ اگر اہلِ خیر طلبہ کی دعوت کرنا چاہیں تو ایک دن قبل مہتمم صاحب کو اطلاع دیں اور وقتِ مقررہ پر کھانا لاکر مدرسہ کے اندر ہی اپنے آدمیوں کے انتظام میں طلبہ کو کھلائیں۔

ف۔ سبحان اللہ، اصلاح مدارس کے لیے کتنے مفید اصول وضوابط ہیں جو یقیناً لائحہ عمل بنانے کے لائق ہیں۔ مرتب (اقوال سلف، ج:۴، ص:۵۵۳)

حضرت شاہ غلام حسینؒ کانپوری کی وصیت بنام شاہ بشارت کریم گڑھولویؒ

(وفات: ۱۳۴۱ھ)

۱۔ سوائے مطلوب احدیتِ مجردہ کے اور کوئی دوسرا مقصود آپ کا نہ ہو اور گرفتار الوان وانوار نہ رہیں اور اپنے اندر اللہ کی ذات میں فنا ہو جانے کی کیفیت پیدا کریں اور اطمینانِ قلب اور حضورِ دائمی کو بہت بڑی سعادت اور بیش قیمت دولت تصور کریں۔ (جنۃ الانوار: ۱۴۴)

۲۔ ماہتاب کو نورِ ولایتِ صغریٰ اور آفتاب کو نورِ ولایتِ کبریٰ کہا گیا ہے.... توجہ کیلئے دوری اور نزدیکی دونوں برابر ہیں۔ رابطہ کو نہ چھوڑیں، رابطہ عجیب چیز ہے۔ اس کا اثر مقناطیسی ہے۔ صاحبِ رابطہ کی مثال کاہ ربا کی سی ہے۔ پیر کے کمالات کو جذب کر لیتا ہے۔

۳۔ لطائف میں ذکر کے عدم احساس سے دل تنگ نہ ہو، اس وقت میں عدم احساس لطائف کے فنائیت کی نشانی ہے اور پوری فنائیت اس وقت حاصل ہوگی جبکہ سینہ کے میدان میں ذکر کا نام ونشان باقی نہ رہے اور بجز جمعیت اور حضور کے کوئی چیز نہ رہے۔ ابتداء میں یادکرد ہے اور انتہا میں یادداشت۔ ابتداء میں شور وفغاں اور چیخ و پکار ہے اور انتہا میں سکوت و آرام ہے۔ ابتداء میں حلاوت ہے ذوق اور شوق ہے اور انتہا میں بے حلاوتی ہے، بدمزگی ہے اور فقدان ہے۔ یہ ساری باتیں صحبت پر موقوف ہیں۔

۴۔ حادثات اور مصائب تو، اے مہربان، حوادث اور مصائب کا حال، تین حال سے خالی نہیں۔ یا تو گزشتہ گناہوں کی سزا ہیں، یا برائیوں کا کفارہ ہیں، یا ترقیاتِ مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اور یہ تینوں حالتیں مومن کے لیے اس دنیا میں اگر غور وفکر سے دیکھا جائے تو خوشی کا سبب ہونا چاہیے، نہ کہ بدمزگی کا۔ صبر اور شکر کا طریقہ اختیار کریں اور اپنے کو (یادِ الٰہی کی) مشغولی سے باز نہ رکھیں خواہ کچھ بھی ہو جائے...

لیلیٰ کے زلف میں دل باندھ اور مجنوں کی عقل سے کام کر اس لیے کہ عاشقوں کے واسطے عقل کی باتیں نقصان دہ ہیں۔

دیوانہ وہی ہے جو دیوانہ نہ ہوا
فرزانہ وہی ہے جو فرزانہ نہ ہوا

(جنت الانوار، ص: ۲۰۷)

شاہ غلام حسین کانپوریؒ بنام محمد نصیرؒ

وصیت جو لکھنے کے قابل ہے اور نصیحت جو کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے

ذکر گو ذکر تا ترا جان است

پاکیٔ دل ز ذکر رحمٰن است

ترجمہ: جب تک زندہ ہے اللہ کا ذکر کرتا رہ، اللہ کے ذکر سے دل پاک ہوتا ہے۔

کسے کو غافل از حق یک زمان است

درادم کافر است اماں نہان است

ترجمہ: جو آدمی اللہ کے ذکر سے ایک لمحہ بھی غافل ہے، وہ اس وقت کے لیے کافر ہے لیکن پوشیدہ ہے۔

ترقی بغیر ذکرِ کثیر کے ممکن نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا﴾ (جنت الانوار، ص:۱۶۱)

حضرت مولانا شاہ بدر علی صاحبؒ

(ولادت: ماہ شوال ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۲ء)

۱۔ سورۂ فاتحہ کے ستر اسماء ہیں ان میں سے ایک نام شفا ہے۔ اس کو سات مرتبہ پڑھ کر دم کر دیا کرو۔

۲۔ ہر نماز کے بعد پڑھو: اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَۃً مِّنَ السَّمَاءِ تُکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ آخِرِنَا وَ آیَۃً مِّنْکَ وَ ارْزُقْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ۔

۳۔ کبائر کی نشانی قرآن مجید میں یہ ہے کہ جن جن مقامات میں عذابِ شدید، عذابِ الیم، عذابِ عظیم وغیرہ الفاظِ وعید وارد ہوئے ہیں وہ سب داخلِ کبائر ہیں۔

(مشائخ نقشبند، ص: ۱۵۰)

۴۔ ایک صاحب نے پوچھا حضرت گناہ سے کیسے بچا جائے؟ تو ارشاد فرمایا کہ آپ چلم

میں ہاتھ تو ڈالیں۔تو میں نے کہا کہ حضرت اس میں تو آگ ہے کیسے ہاتھ ڈالیں۔تو فرمایا کہ ایسے ہی گناہ سے بچا جاتا ہے۔ (مشائخِ نقشبند،ص:۱۵۱)

۵۔ پھر پوچھا اللہ تعالیٰ کی محبت کیسے ہو؟ فرمایا کہ ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو رگڑیے۔تو میں نے رگڑنا شروع کیا تو فرمایا، کچھ گرمی محسوس ہوئی۔تو میں نے کہا ہاں۔تو فرمایا ایسے ہی اللہ کے ذکر سے قلب کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوئی۔ (مشائخِ نقشبند،ص:۱۵۱)

سبحان اللہ! کیا خوب اللہ کی محبت کی علامت بتلائی۔

۶۔ فرمایا سب سے اچھا ذکر لا الہ الا اللہ کا ہے۔سب سے اچھی تسبیح سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم ہے جس پر بخاری شریف ختم ہوئی ہے اور سب سے اچھا استغفار، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ۔

فرمایا: ہر وقت ذکر میں مشغول رہو اور یہ تسبیح بھی پڑھتے رہا کرو، دیکھو کیا کیا دیکھتے ہو۔ (ضیاء البدر،ص:۹۴۔ مشائخ نقشبند،ص:۱۵۲)

حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھیؒ

(ولادت:۱۳۱۷ھ م ۱۸۹۹ء۔وفات:۳ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ م ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۱ء)

یہ وقت گریہ وزاری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع وانابت کا ہے۔اگر مسلمان آج بھی بیدار ہو جائیں، متحد ہو جائیں تو کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔مگر مسلمانوں کو دیکھ لیجیے کہ بداخلاقی کے شکار ہیں۔ان کا معاشرہ غیر اسلامی ہوتا جارہا ہے۔محبت اُٹھتی جارہی ہے۔مولانا بہت درد کے ساتھ فرماتے ہیں۔

محبت ، مروت ، اطاعت ہے غائب
پدر دیکھ لیجئے پسر ہے غائب
محبت سے خالی بشر دیکھ لیجئے
زمانہ سراپا ہے شر دیکھ لیجئے

نہ دوزخ سے خائف نہ جنت کے شائق
عیاں ہے ضرر ہی ضرر دیکھ لیجئے
قیامت کے آنے میں اب دیر کیا ہے
ستمگر ہے اب چارہ گر دیکھ لیجئے
نہ پر کیف دن ہیں نہ پر کیف راتیں
گناہوں کا اپنے اثر دیکھ لیجئے
نہیں جن کے پرواز کی انتہا تھی
وہی اب ہیں بے بال و پر دیکھ لیجئے

ان حالات کو کیسے بدلا جائے ان کی اصلاح کس طرح ہو حضرت فرماتے ہیں۔

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر چھایئے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھایئے
خُلقِ نبیؐ کا اب تو نمونہ دِکھایئے
اغیار کو بھی اپنے گلے سے لگایئے

حضورِ اقدس ﷺ کے اخلاقِ حسنہ ہم مسلمان اختیار کریں تو ان کی برکت سے حالات خود بخود سازگار بلکہ خوشگوار ہوں گے جیسا کہ حضورِ اقدس ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے۔

اگر ہم اخلاقِ نبویؐ کو اختیار کرلیں تو اغیار بھی ہم پر مہربان ہو جائیں بلکہ عجب نہیں کہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائیں مگر افسوس کہ مسلمان غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ لہو ولعب میں مشغول ہیں۔ اگر مسلمان ایمانی اوصاف اور نبویؐ اخلاق اپنے اندر پیدا کرلیں تو آج اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کا کُھلی آنکھوں مشاہدہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ہمارے شاملِ حال ہو جائے۔ یہ کمالِ ایمان کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کے ساتھ ہی ساتھ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ کا بھی ذکر ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ کتاب اللہ سے اپنا رشتہ قوی کریں۔ اس کی تلاوت کریں۔ اس

کے احکام پر عمل کریں۔ پھر ہمارا کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اس لیے کہ قرآن پاک حضور اکرم ﷺ کا جیتا جاگتا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود لی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ﴿ اِنَّـا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوۡنَ﴾ (سورۂ حجر، آیت:۹) یعنی ہم نے ہی قرآن پاک نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجیے کہ اس کتاب کی لفظی و معنوی کیسی حفاظت ہو رہی ہے کہ اعدائے اسلام انگشت بدنداں ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی حفاظت مُسلمانوں ہی کے ذریعے ہو رہی ہے جو ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے ورنہ اللہ تعالیٰ دوسرے طریقے سے بھی حفاظت کا انتظام فرما سکتے ہیں۔ جس طرح قرآن کی حفاظت کھلے عام ہو رہی ہے ویسے ہی اس کے حفاظ و قراء و علماء بلکہ تمام مسلمانوں کی اسی قرآن پاک کے طفیل قیامت تک حفاظت ہوتی رہے گی۔

رہی یہ بات کہ آج مسلمانوں پر آفات و مصائب کی جو بھرمار ہے تو اس کی وجہ احکامِ قرآن کی خلاف ورزی اور اللہ تعالیٰ کی عام نافرمانی ہے۔ فریضۂ نماز و روزہ سے دوری و غفلت ہوتی جارہی ہے۔

اپنے سینے کو عصبیت سے پاک رکھیے۔ یہ بیماری بھی عام ہو رہی ہے۔

(فائدہ: خواہ یہ عصبیت سلسلے کی ہو یا علاقائیت کی ہو یا قومیت و نسل پرستی کی ہو، دینی ادارے کے ذمہ داروں میں بھی یہ مرض آ گیا ہے۔ اس لیے دینی اداروں سے دین کی اشاعت نہیں ہو پارہی ہے۔ حدیث و قرآن کا درس دینے والوں کو خاص خیال رکھنا چاہیے تاکہ علومِ نبوت کی روشنی عام ہو۔ (ثمین اشرف)

اصلاح باطن کے ساتھ ظاہر بھی درست ہونا چاہیے۔

فائدہ: اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡ سَرِیۡرَتِیۡ خَیۡراً مِنۡ عَلَانِیَّتِیۡ وَ اجۡعَلۡ عَلَانِیَّتِیۡ صَالِحَةً حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا فرماتے تھے۔

اس لیے کمال یہ ہے کہ جیسے باطن ٹھیک ہو ویسے ظاہر بھی درست ہو۔ اس لیے کہ ظاہر باطن کا محافظ ہے یعنی ظاہر شریعت و سنت سے آراستہ ہو اور باطن انوارِ شریعت و سنت سے معمور ہو۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۱۷۰)

محدث العصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمیؒ

(ولادت: ۱۳۱۹ھ۔ وفات: ۱۰/ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ)

۱۔ جو حضرات تقریر و بیان کرتے ہیں ان سے میری گزارش ہے کہ پورا خطبۂ مسنونہ یعنی نَحۡمَدُہٗ وَ نَسۡتَعِیۡنُہٗ وَ نَسۡتَغۡفِرُہٗ وَ نُؤۡمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَیۡهِ وَ نَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَ مِنۡ سَیِّئَاتِ اَعۡمَالِنَا ، مَنۡ یَّهۡدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنۡ یُّضۡلِلۡهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَ نَشۡهَدُ اَنۡ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِیۡكَ لَهٗ وَ نَشۡهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبۡدُهٗ وَ رَسُوۡلُهٗ، صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ تَسۡلِیۡماً كَثِیۡرًا كَثِیۡرًا .... امابعد تک پڑھا کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ اپنے بیان سے پہلے اسی خطبے کو پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ وعظ و تقریر کے دوران جو حدیث بیان کی جائے اس میں راوی صحابی کا نام ضرور ذکر کیا کریں۔ مثلاً عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ بعض لوگ دینی باتیں بیان کرتے ہیں اور تقریر کے آخر میں بطور معذرت کہتے ہیں کہ سمع خراشی کی معافی چاہتا ہوں۔ بھلا دین کی باتیں بھی سمع خراشی کا سبب ہوسکتی ہیں! یہ دینی باتوں اور وعظ و تقریر کے ساتھ بے ادبی ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۱۸۴)

۴۔ علم بہت بڑی دولت ہے جس کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ اس دولت سے جتنا بھی خرچ کیجیے اتنا ہی بڑھتی ہے۔ یہ ایسی عظیم چیز ہے کہ سردارِ انبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا ﴿قُلۡ رَّبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۱۱۴) آپ کہیے کہ اے میرے پروردگار! میرے علم میں ترقی دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم کی زیادتی مطلوب ہے اور سردارِ انبیاء بھی زیادتیٔ علم کی درخواست حق تعالیٰ کے سامنے کریں۔ اس لیے طلبہ کو میں بتانا چاہتا ہوں کہ زیادتیٔ علم جب اتنی بڑی چیز ہے تو یہ علم ہم سے تم سے بہت قربانیاں بھی چاہے گا۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ علم اپنے میں سے تم کو تھوڑا سا حصہ اس وقت تک نہیں دے گا جب تک کہ تم اپنا کل اس کو نہ دے دو۔

۲۔ صحیح بخاری میں مقولہ ہے کہ دو قسم کے لوگوں کو علم نہیں حاصل ہوسکتا، ایک وہ انسان جو شرم کرے، دوسرے وہ جو متکبر ہو، اس میں نخوت ہو، اپنے کو بڑا سمجھے۔ اس لیے علم کے لیے ضرورت ہوگی تواضع کی۔ علم کے لیے ضرورت ہوگی جھکنے کی، علم کے لیے ضرورت ہوگی نیازمندانہ پیش آنے کی۔ لہٰذا جب تم میں بڑائی ہوگی تو علم تمھارے پاس آنے سے اِباء وانکار کرے گا اور شرم ہوگی تو تم کو طلب اور سوال میں شرم آئے گی جو محرومی کا سبب ہوگی۔ حدیث میں آیا ہے اِنَّمَا شِفَاءُ الْعَيِّ اَلسُّؤَالُ۔ یعنی جہل اور عجز کا علاج سوال اور پوچھنا ہے۔ (اقوالِ سلف، ج:۶۔ص:۱۸۶)

۳۔ طلبہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ: تم جو علم دین حاصل کرنے کے لیے ان مدارس میں آئے ہو تو سمجھو کہ یہ انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔ اس کو حاصل کرنے کے لیے وہی آداب اختیار کرنے ہوں گے جو صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بحیثیت معلم و مرشد ہونے کے اختیار فرمایا تھا۔ نبوت کی خصوصیت میں تو کسی کی شرکت نہیں ہوسکتی لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے معلم اور شیخ اور مرشد بھی تھے اس لیے اس حیثیت سے جو آداب صحابہؓ نے حضور ﷺ کے ساتھ اختیار فرمائے وہی آداب اب ہم کو اپنے معلم و مرشد کے ساتھ اخذِ فیض کے لیے اختیار کرنا ضروری ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔

اِنَّ الْمُعَلِّمَ وَ الطَّبِيْبَ كِلَيْهِمَا
لَا يَنْصَحَانِ اِذَاهُمَا لَمْ يُكْرَمَا
اِصْبِرْ لِدَاءِكَ اِنْ جَفَوْتَ طَبِيْبَهُ
وَ اصْبِرْ لِجَهْلِكَ اِنْ جَفَوْتَ مُعَلِّما

یعنی معلم اور طبیب دونوں شاگرد اور مریض کی پوری خیر خواہی اس وقت تک نہیں کرسکتے جب تک کہ ان کا اکرام واحترام نہیں کیا جائے گا۔ طبیب و معلم کی توجہ منعطف کرانے کیلئے ان کا ادب واحترام لازم وضروری ہے۔ آگے کہتے ہیں کہ اگر تم طبیب پر جفا و

گستاخی کروگے تو پھر اپنے مرض کو لیے بیٹھے رہو۔اسی طرح اگر اپنے معلم پر جفا کروگے تو اپنے جہل کو لیے بیٹھے رہو۔یعنی نہ شفا حاصل ہوگی اور نہ علم۔

(اقوالِ سلف، ج:٦،ص:١٩١)

حضرت مولانا قاری حبیب احمد الہ آبادیؒ

(ولادت:٦ رجب ١٣٣٢ھ م یکم جون ١٩١٤ء دوشنبہ، الہ آباد۔وفات:٧رمحرم الحرام ١٤٢٢ھ)

لوگ مجھ سے وظائف پوچھتے ہیں حالانکہ سب سے بڑا وظیفہ قرآن مجید ان کے پاس موجود ہے،اس کی تلاوت کا اہتمام نہیں کرتے۔

(فائدہ : اگر آدمی خود کسی عذر و بیماری کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو کسی سے سن ہی لے۔ قرآن مجید سے اپنا تعلق قائم رکھیے تاکہ قرآن وصاحبِ کلام حق جل مجدہ کی ذات سے رابطہ وتعلق روزانہ بحال رہے اور قرآن پاک کے ذریعے حضورِ حق کی حضوری کا شرف حاصل ہوتا رہے۔آیت رحمت پر اپنی مراد بھی عرض کر دیجیے اور آیتِ عذاب پر اپنی پریشانی سے نجات کی اپیل کر دیجیے۔ تعلق جوڑیے اور خوب مضبوط مستحکم کر لیجیے۔اللہ ہم کو بھی توفیق بخشے۔ثمین اشرف)

حضرت مولانا انعام الحسن صاحب حضرت جیؒ

(ولادت:٨رجمادی الاوّل ١٣٣٦ھ۔مطابق ٢٠رفروری ١٩١٨ء، چہارشنبہ۔
وفات:١٠رمحرم الحرام ١٤١٦ھ مطابق ١٠رجون ١٩٩٥ء، دہلی۔)

١۔ دو راستے انسان کی زندگی گزارنے کے ہیں، ایک اعمال والا دوسرا مادیت والا۔اور دونوں راستوں پر چلنے والے دو قسم کے انسان ہیں۔اللہ تعالیٰ نے دونوں طرح کے انسان کے انجام کا ذکر فرمایا ہے۔

٢۔ اللہ کے لیے اپنی مالوفات اور مرغوبات کو چھوڑ دینا حتی کہ اپنے وطن کو ضرورت پڑنے پر چھوڑ دینا ہجرت کہلاتا ہے۔

٣۔ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم دو طبقوں میں منقسم تھے: مہاجر تھے یا

انصار۔ پہلا درجہ ہجرت کا ہے، دوسرا نصرت کا۔ لَوْ لَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ مِنَ الْاَنْصَارِ آج بھی اگر اُمت ان دو حصوں میں تقسیم ہو جائے ایک دعوت کے لیے ہجرت کرے اور دوسری نصرت کرے تو پورے عالم میں دین زندہ ہو جائے۔ ساری اُمت کی فکر کرو۔ انھیں جہنم سے نجات دلانے کی تدبیر سوچو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا میں تمھاری کمر تھام کر جہنم سے روک رہا ہوں، مگر تم ہو کہ تیزی کے ساتھ بڑھتے جاتے ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ جب کرنے پر آتے ہیں اصنام کے پیٹ سے توحید ظاہر ہوتی ہے اور باطل کے نقشوں سے حق کی آواز اُٹھتی ہے۔

۵۔ کھلانے والے میں بخل نہ ہو اور کھانے والے میں حرص و طمع نہ ہو تو اس کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

۶۔ کام خوب ہو رہا ہے، قربانی دی جارہی ہے مگر افسوس کہ رات کو رونے والوں کی کمی ہے۔

۷۔ یہ دنیاوی زندگی جو اجیرن بنی ہوئی ہے اگر احکامات کا ان میں لحاظ کر لیا جائے تو زندگی کا مزہ آجائے۔

۸۔ یہ ساری محنتیں ایک اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہوں، مادّی منفعت کے لیے ہرگز نہ ہوں۔ نہ کسی جاہ اور عہدے کا ارادہ ہو۔ (اقوالِ سلف، ج:۶، ص: ۲۴۵)

حضرت الحاج حافظ عبد الرشیدؒ عرف ابّا جی رائپوری سہارنپوری

(ولادت: ۱۹۱۰ء)

۱۔ کسی کی پیٹھ پیچھے برائی نہ کیا کرو۔ یہ غیبت ہو جاتی ہے۔ کسی کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا کہ جب اس کو معلوم ہو تو اس کو بری لگے، یہ غیبت ہے۔

۲۔ بندے کا تعلق جب اللہ تعالیٰ سے ہو جاتا ہے تو اسے زندگی کا مزہ ملنے لگتا ہے۔

۳۔ دعائیہ مراقبہ یہ ہے کہ یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور میں اس کے سامنے ہوں، اس سے اللہ تعالیٰ سے خوب تعلق ہو جاتا ہے اور دعا بھی جلد قبول ہونے لگتی ہے۔

۴۔ معصیت اور غیبت سے بچنا بہت ضروری ہے، اس سے ضرور بچو۔ اس لیے کہ اس کی وجہ سے اپنی نیکیاں چلی جاتی ہیں اور جس کی غیبت کی جاتی ہے اس کے گناہ آجاتے ہیں۔

مگر افسوس اس سے آدمی بچتا ہی نہیں۔ جہاں بھی دو آدمی بیٹھتے ہیں دوسروں کی غیبت شروع کردیتے ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر خوب کثرت کے ساتھ کیا کرو۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۲۵۷)

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ

(ولادت: ۴؍رجب ۱۳۳۴ھ مطابق ۷؍مئی ۱۹۱۶ء۔ وفات: ۲۸؍صفر ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۴؍جولائی ۱۹۹۶ء۔ مدفون: مبارکپور)

(۱) ابتدا بالسلام کرو۔ (۲) صفائی ستھرائی سے رہو۔ (۳) اپنی خودداری کو ٹھیس نہ لگنے دو۔ (۴) علماء کی قدر کرو۔ (۵) دنیادار علماء سے احتراز کرو۔ (۶) رشتے اور تعلقات کا لحاظ و پاس رکھو۔ (۷) لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملو اور ان کی خیریت دریافت کرو۔ (ایضاً)

حضرت مولانا محمد یار صاحب پرتاپ گڑھیؒ فاضل دیوبند

(ولادت: ۱۹۲۴ء۔ وفات: ۱۶؍صفر ۱۴۲۵ھ مطابق ۷؍اپریل ۲۰۰۴ء)

۱۔ حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنی اولاد کو جو وصیتیں کی تھیں وہی میں بھی تم لوگوں کو کرتا ہوں۔ پھر فرمایا دینِ حنیف پر قائم رہنا، سنتِ نبوی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا، فرائض کو کبھی ترک مت کرنا، پردے کا خاص اہتمام رکھنا، بھائی بہن آپس میں مل جل کر رہنا۔

۲۔ اور اتحاد کو باقی رکھنے کے لیے اپنے بچوں کا ایک دوسرے کے یہاں نکاح کردینا۔

۳۔ کسی نہ کسی شیخ کامل سے ضرور متعلق رہنا۔ اس سے دین پر استقامت حاصل ہوتی ہے اور اعمالِ صالحہ میں مداومت۔

۴۔ جو لوگ غیر اسلامی وضع قطع اختیار کیے ہوئے ہیں درحقیقت انگریزوں اور ہندوؤں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں۔ (اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۳۹۶)

وصیت مفتی سعید احمد بنام فرزند ارجمند مفتی مظفر حسینؒ

(وفات: ۲رصفر ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹راگست ۱۹۵۷ء۔ مدفن: سہارنپور)

دیکھو! دو باتیں یاد رکھنا؛ ایک تو تنخواہ میں اضافہ کی درخواست مت دینا، دوسری بات یہ کہ اہلِ مدرسہ سے یہ مطالبہ نہ کرنا کہ فلاں کتاب دے دی جائے۔ میں اپنے دوستوں اور ملنے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ زندگی میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کریں۔

اگر میرے بچے نیک رہے تو اللہ ان کی کفالت خود فرمائے گا۔ ﴿وَ هُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ﴾ اور وہ حمایت کرتا ہے نیک لوگوں کی۔ جب اللہ کا وعدہ ہے تو مجھے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر یہ نیک نہ رہے تو اللہ کو ان کی پرواہ نہیں۔ جب اللہ کو پرواہ نہیں تو میں کیوں ان کی پرواہ کروں۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج:۱، ص:۹۳)

حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ بن مفتی سعید احمد ناظم مدرسہ مظاہر العلوم، سہارنپور

(ولادت: ۱۱ربیع الاوّل ۱۳۴۸ھ ۱۷اگست ۱۹۲۹ء۔ وفات: ۲۸رمضان ۱۴۲۴ھ ۲۴ نومبر ۲۰۰۳ء)

۱۔ اہلِ دل اور کامل بندوں کے تذکرے اسلام کی عملی زندگی کا راستہ آسان بنانے میں بڑے مؤثر اور مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ ان کے مطالعے سے آدمی کے اندر صفاتِ ذمیمہ مغلوب و مضمحل ہوتی ہیں اور صفاتِ حمیدہ قوی و مستحکم ہوجاتی ہیں۔ نفس اور شیطان کا تسلط کمزور ہوجاتا ہے اور فکرِ آخرت کے ساتھ زندگی گزارنے کا شوق پختہ ہوجاتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی قلب ونظر میں سما جاتی ہے اور رضائے الٰہی تمام کاموں کا مقصد ومنشا بن جاتی ہے۔

۲۔ مقرباں را بیش بود حیرانی۔ جتنا قربِ الٰہی زیادہ ہوتا ہے اسی قدر حیرانی اور پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ (اپنے قول وفعل پر نظر رکھنی پڑتی ہے) ہر ہر قدم پر سوچنا پڑتا ہے کہ منہ سے کیا بات نکل رہی ہے اور جو کام ہو رہا ہے وہ جائز ہے یا ناجائز۔

۳۔ آج کل مدارس میں یہ بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ مدرّسین وملازمین اپنے فرائض کی پابندی

نہیں کرتے۔ مہتمم صاحب نے مدرّسین اور ملازمین کے لیے جو اوقات (جن کاموں کے لیے) مقرر کردیے ہیں ان کی پابندی تو ملازمین کے لیے نہایت ضروری ہے، بڑے مدارس کا حال بھی یہ ہے کہ مدرّس جب سبق پڑھانے جاتا ہے تو مقررہ وقت سے پہلے پندرہ بیس منٹ ضائع کرکے درسگاہ پہنچتا ہے۔ خوب یادرکھو مدرسہ کے اوقاتِ مقررہ کی خلاف ورزی خیانت ہے۔ مہتمم مدرسہ کچھ کہے یا نہ کہے عنداللہ تو خیانت ہورہی ہے۔
(اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۴۵۶)

حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

میری موت جہاں بھی آئے، مجھے دین پور میں دفن کیا جائے تاکہ احمد علی لاہوریؒ کے قول کے مطابق میں بھی رحمت سے محروم نہ رہوں۔ (خطباتِ دین پوریؒ، ج:۴، ص:۱۴۶)

سیّد العارفین حضرت حافظ محمد صدیق بھرچونڈیؒ کی وصایا

آپ نے طالبین سے وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم یہاں کے در و دیوار کو نہ دیکھتے رہنا بلکہ خلیفہ صاحب خانپوری کے پاس چلے جانا۔ نیز اپنے جانشین برادرزادے حضرت میاں عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی فرمایا کہ میری قبر پر پختہ گنبد یا خس وخاشاک کی جھونپڑی نہ بنانا اور قبر کا تعویذ ایک بالشت سے کم رکھنا (اور خود اپنے ہاتھ سے بالشت کا اشارہ فرمایا کہ اتنا ہو۔) پھر فرمایا کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا اور رحمتِ ایزدی میں ذرہ برابر رکاوٹ ہوئی تو قیامت کے دن تیرا دامن گیر ہوں گا۔

وفات سے ایک دن پہلے اپنے خاص خدام کو اپنے سبز کھدر کے چولے اور لباس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ فقیر قیامت کے روز اسی لباس میں اُٹھایا جائے گا۔
(تذکرہ اولیاء دیوبند، ص:۱۶۴)

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے بلبل مجھے
خوبیٔ قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

آپ تکلیف میں ذیل کا شعر پڑھتے تھے۔

لطف سجن دم بدم قہر سجن گاہ گاہ
اوں بھی سجن واہ واہ ایں بھی سجن واہ واہ

مولانا ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ، کندیا شریف

وصیت بنام مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری قاسمی

فقیر اپنا خلیفہ مجاز اور سجادہ نشین مولوی عبداللہ صاحب لدھیانوی کو مقرر کرتا ہے جن کو فقیر نے پوری توجہ اور دل سوزی سے نقشبندی سلوک طے کرایا ہے، وہ اس خانقاہ میں جس کا نام خانقاہ سراجیہ مجددیہ ہے۔ مقیم رہ کر ترویجِ سلوک اور توسیعِ سلسلہ میں ساعی رہیں گے۔ ان کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص خانقاہِ ہٰذا میں سجادہ نشینی کا مدعی نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا دعویٰ مسموع ہوگا۔ (تحفہ سعدیہ، ص:۱۴۶۔ تذکرہ اولیاء دیوبند، ص:۳۵۶)

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

داماد مولانا نور الحق قریشی قاضی عبداللطیف، مجلس تحفظِ ختمِ نبوت لاہور کے مبلغ منظور احمد اور گھر کے دوسرے افراد موجود تھے۔ قاضی صاحبؒ نے سب کو اکٹھا کر کے انگشتِ شہادت سے اشارہ کیا اور فرمایا، وہ دیکھو جنت الفردوس کا دروازہ کھلا ہے اور اللہ تعالیٰ مجھے بلا رہے ہیں۔ تم دیکھ سکتے ہو تو دیکھ لو ورنہ مجھ پر اعتبار کرو۔ فرشتے جنت کے دروازے پر میرے منتظر ہیں۔ مجھے ہنسی خوشی رخصت کرو اور کلمۂ شہادت اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً عبده و رسوله پڑھا اور آہستہ آہستہ چارپائی پر لیٹ گئے، آنکھیں بند ہوتی گئیں اور کلمۂ شہادت کا ورد کرتے ہوئے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ (اکابر کی شامِ زندگی، ص:۴۹)

قاضی صاحب کی نصیحتیں

۱۔ جدید تہذیب نے ہم سے بہت کچھ چھین لیا ہے۔ یہ سیلاب رُکتا نظر نہیں آتا۔ لباس، وضع قطع، غرض ہماری ہر چیز کی دینی اور ملّی قدریں اس طوفانِ بدتمیزی کی نذر ہوگئی ہیں لیکن برخوردار! نماز کی پابندی کرو۔ اس کے بغیر انسان رحمتِ الٰہی سے محروم رہ جاتا

ہے۔(سوانح وافکار،ص:۱۲۶)

۲۔ جب تک مذہبی ارشاد و ہدایت کی کوئی سچی حرکت مسلمانوں میں پیدا نہ ہوگی اس وقت تک تمام مساعیٔ اصلاح بے نتیجہ ہیں۔شعبۂ تبلیغ (تحفظِ ختمِ نبوت) مجلس احرار اسلام اسی اجتہادِ فکر و تفحص کا نتیجہ ہے۔(سوانح وافکار،ص: ۱۷۵)

مجلسِ احرار کے اغراض ومقاصد

(الف) ہندوستان اور بیرونِ ہند میں اسلام کے مقدس اصولوں کی اشاعت کرنا۔ یہ واضح ہے کہ اصلاحِ دینی کا کام انجام نہیں پا سکتا جب تک قوم کو اسلام کی صحیح تعلیم نہ دی جائے اور تمام طبقاتِ اُمت کے جہلِ دینی دور نہ ہو۔(سوانح وافکار،ص:۱۷۵)

(ب) مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا جذبۂ صادق پیدا کرنا اور مبلغین کی ایک سرگرم کارکن جماعت تیار کرنا۔اس کا ذریعہ صرف علمائے حق ہیں جو روز بروز ہم میں قلیل اور مفقود ہوتے جاتے ہیں، اور جن کی قلّت ہی کا نتیجہ ہے کہ قوم میں حیاتِ دینی کے نتائج و ثمرات مفقود ہیں۔(سوانح وافکار،ص:۱۷۵)

(ج) فتنۂ قادیان کے تباہ کن اثرات سے تعلیم اسلامی کو محفوظ رکھنا اور مسلمانوں کو ان کے دجل سے بچانا۔(سوانح وافکار،ص: ۱۷۵)

۳۔ زمانہ بدل گیا اور بدل رہا ہے۔ بھلائی چاہتے ہو تو مل کر کام کرنا سیکھو۔ آپس کی سر پھٹول اور تفریق کو یکسر ختم کردو۔ آپس کی مقدمہ بازیاں اور عدالتی کارروائیاں یک قلم بند کردو۔ عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹانے کے بجائے آپس میں گھر بیٹھ کر فیصل کرلیا کرو۔ بری رسومات و عادات یکسر بند کردو اور سر جوڑ کر بیٹھ جاؤ۔ اپنی اقتصادی حالت پر غور کرو، ابتری کے اسباب معلوم کرو اور بہتری کی سبیل نکالو۔ آخر کب تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو گے۔ اپنے مفاد کی خاطر لڑنا سیکھو۔ اپنے اندر تنظیم اور جتھابندی کی طاقت پیدا کرو۔(سوانح وافکار،ص:۱۸۶)

۴۔ اے ہندوستانی کسانو! اپنی خوابِ غفلت سے جاگو اور اپنی حالت کو بدلنے کے لیے خود تیار ہو جاؤ۔ اگر تم اپنی مصیبتوں کو دور کرنے کے لیے جدوجہد نہ کروگے تو کوئی تم پر رحم

کیوں کرے گا۔ افلاس و تنگدستی کی بیماریوں کو دور کرنے کے لیے تمھاری قوتِ عمل ہی بہترین دوا ہے۔ اُٹھو اور خود ہی اپنا علاج کرو۔ (خطباتِ احسان، صفحہ: ۱۸۷)

مجلسِ احرار اور برادرانِ یوسفؑ

ہمدردانِ ملت! مجلسِ احرارِ اسلام کی مقبولیت اور عوام میں اس کے اثر و رسوخ کے ہوتے ہوئے اگرچہ اس بات کی ضرورت نہیں کہ آپ کے سامنے مجلس کے وجود کی ضروریت یا مجلس کے لائحۂ عمل کی تشریح اور مجلس کے دائرۂ عمل کے متعلق کسی قسم کی وضاحت کی جائے مگر چونکہ 'برادرانِ یوسف' نے مجلس کی تخریب و تکذیب کے سلسلے میں 'اکلہ الذئب' کی قسم کے بہت سے اکاذیب و اباطیل کی بیش از بیش اشاعت کر رکھی ہے۔ 'دروغ گویم بر روئے تو' کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے مجلس کی پوزیشن واضح صورت میں ایک بار پھر آپ کے سامنے پیش کر دی جائے تا کہ اس معاملے میں آپ کی بصیرت 'لیطمئن قلبی' کا درجہ اختیار کرے اور حق الیقین کی معارف پرور وادی میں آپ گامزن ہو سکیں اور علی وجہ البصیرت میری بات کی تصدیق کر سکیں جبکہ میں مجلس کی طرف سے گوش گزار کروں ؎

مجھ سا مشتاق نہ پاؤ گے جہاں میں ہرگز
گر چہ ڈھونڈھو گے چراغِ رُخِ زیبا لے کر

میرے بزرگو! مسلمانوں میں قومی کام کرنے والے اس وقت تین حصوں میں تقسیم ہیں:

۱۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جن کی تمام دینی و دنیاوی آرزوئیں برطانوی استعمار سے وابستہ ہیں اور جو ہر حال میں راضی برضائے آقایان سفید فام ہیں۔ اسلامی ممالک کو غلام بنانے کی کوشش کی جارہی ہوں یا مقاماتِ مقدسہ فلسطین و عراق و حجاز کے باشندگان پر مظالم ڈھائے جارہے ہوں، سرحد آزاد کے اسلامی قبائل کو تحفظ انسانیت (آزادی) کے جرم بے جرمی میں فنا کے گھاٹ اُتارا جارہا ہو اور ان کے بیوت و اموال کو ہوائی تاخت کے ذریعے نیست و نابود کیا جارہا ہو، یا اسلامیان عالم کی آخری متاع سیّد دو عالم فخر امم صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت و تاج نبوت و ختم نبوت کی توہین کی جارہی ہو اور کھلم کھلا تاجدارِ مدینہؐ سے بغاوت کی تبلیغ کرائی جارہی ہو، تہذیب کے نام پر اسلامی شعائر کے استیصال کی کوشش کی جارہی ہو یا فوجی سپرٹ اور عسکریت

کی نمائش میں اسلام کی سیزدہ صد سالہ بنیادوں کو الحاد و بے دینی کے بیلچوں کے ساتھ بلایا جا رہا ہو، تو ان کی وفاداری میں سر مو فرق نہیں آتا۔ فخریہ لہجے میں حکومت کے آستان پر جبہ سائی کر کے اور ہاتھ جوڑ کے وہ لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں۔

اے در بقائے عمر تو خیر جہانیاں
باقی مباد ہر کہ نخواہد بقائے تو

ایسے لوگوں سے اُمید رکھنا کہ وہ آڑے وقت میں اسلام کے کام آئیں گے یا کسی وقت بھی اسلام کی کوئی اہم یا غیر اہم خدمت ادا کرنے کے قابل ہوسکیں گے، نہایت ہی غلط امید اور حد درجہ بے جا توقع ہے۔ ان لوگوں کا ایمان رسولِ عربیؐ اور قرآن کی بجائے اساطین دولت اور تعزیراتِ ہند پر ہے اور اساطین دولت جو کچھ چاہتے یا کرتے ہیں وہ مسٹر الفسٹن کی یادداشت کے الفاظ میں یہ ہے:

''ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانیت کے چشمے خشک کردیے اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہوا جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخائر نسیاً منسیا ہوتے جاتے ہیں۔''

بناء بریں ایسے لوگوں کا تو خاتمہ پڑھئے اور قومی کاموں کے لیے ان کا دخل نہ صرف یہ کہ ناجائز ہے بلکہ مضر بھی ہے کیونکہ وہ تو اپنی افتادِ طبیعت کے مطابق روایتی اعرابی کی طرح کعبے کی بجائے ترکستان کی راہ اختیار کرنے والے ہیں۔

۲۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو مفادِ ملت سے بے نیاز ہو کر غیر ملکی حکومت کی بجائے ملکی سرمایہ داری کی غلامی پر قانع نظر آتے ہیں، جو کبھی تو گاندھی جی لنگوٹی کے پرستار نظر آتے ہیں اور کبھی اسلام کی عالمگیر شان کا استخفاف کرتے ہوئے دِکھائی دیتے ہیں۔ ہندوستانی کہلوانا بجائے خود کتنا ہی پرشوکت اور پرمحبت کیوں نہ ہو، مگر وہ تو ہندوستانی اس لیے ہیں کہ کہیں مسلمان سمجھے جا کر ان کی قوم پرستی میں فرق نہ آجائے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کی بجائے ہندی یا ہندوستانی تہذیب وتمدن کا علمبردار ہونا ان کے لیے باعثِ فخر اور وجہِ فوز ونجات ہے۔

ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اگر مسلمانوں کی قیادت دے دی جائے تو آپ سمجھ سکتے ہیں

کہ وہ مسلمانوں کے لیے بھی یقیناً وہی راہِ عمل تجویز کریں گے جو وہ اپنے لیے کر چکے ہیں اور اس کے معنی یہ ہوں گے کہ مسلمانوں کے لیے آزادی وحریت کی انتہا یہ رہ جائے گی کہ ان کا آقا تبدیل کر دیا جائے۔ پہلے وہ سفید فام آقا کی خدمت میں مصروفِ کار تھے، تو آئندہ وہ سیہ فام آقا کے اشارۂ چشم وابرو پر رقص کا پروگرام بنائیں گے اور یہ یقینی بات ہے کہ کوئی صحیح الفطرت اس قسم کی قیادت کی اطاعت کا طوق برضا ورغبت اپنے گلے میں نہیں ڈال سکتا۔

۳۔ تیسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو نہ تو برطانوی استعمار کے آلۂ کار بننا چاہتے ہیں اور نہ ہندوستانی سرمایہ دار کے دبیل - جو ملک کو آزاد کرانا مذہبی فرض سمجھتے ہیں اور ہمسایہ اقوام کے ساتھ باعزت زندگی بسر کرنا جزوِ ایمان یقین کرتے ہیں۔ جن کا مطمحِ نظر علوِ اسلام اور آزادی وحریت کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اسلام کی راہ میں جان نثار کر دینا اور اپنے خون کے آخری قطرے تک کو بہا دینا وہ اپنا اہم ترین فرض خیال کرتے ہیں اور آزادی کی جنگ میں ہر قسم کی مساعی کو جاری رکھنا ان کا لازمہ زندگی ہے۔ ہمسایہ اقوام اگر اس راہ میں کوشاں ہوں تو باعزت سمجھوتے کے ساتھ باوقار اشتراکِ عمل کرنے کو یہ ہر وقت تیار ہیں، اور اگر خدانخواستہ ہمسایہ اقوام غلامی پر قانع رہنے کا ارادہ کرلیں تو یہ اکیلے بھی آزادی کی راہ میں مٹ جانے کو فخر خیال کر کے غلامی پر قناعت کرنے کو ننگ خیال کریں گے۔

اس جماعتِ حقہ نے سالہا سال غور وفکر سے کام لیا اور سمجھ گئے کہ ملکی وملّی مشکلات کے لیے ظواہر وفروعات سے متاثر ہونے کی جگہ کسی اصولِ حقیقی کی تلاش میں نکلنا چاہیے۔ انھوں نے دیکھا کہ اغیار کے سہارے تلاش کرنے اور محض سیاسی امور کے لیے سعی کرتے رہنا قبل اس کے کوئی اساسی واصولی اصلاح ہو جائے بیکار ہے۔ اوّل تو یہ تمام امور اصل مرض کا علاج نہیں ہیں بلکہ کسی حقیقی مرض کے نتائج وعوارض ہیں۔ اگر مسلمانوں کی تمدنی حالت درست نہیں تو اس کا نتیجہ غفلت ہے کہ انھوں نے دنیا کی تمدنی ترقی کا ساتھ نہیں دیا۔ لیکن غفلت کیوں ہے؟ قوائے عمل کیوں معطل ہیں؟ اور ذہن ودماغ کیوں بے کار ہوگئے؟ اس کا سبب دریافت کیا جائے اور پھر اس کو دور کیا جائے۔ جس کی وجہ سے بیداری کے بعد یہ غفلت طاری ہوئی۔ انتہائی غور وخوض اور مسلمانوں کے موجودہ اعمال واطوار کا مطالعہ کیا تو انھیں نظر آیا کہ ان اعمال کی موجودگی میں محال

ہے کہ حسب سنن طبیعہ کوئی قوم زندہ رہ سکے۔ وہ تمام اعمالِ صحیحہ صالحہ جو حیاتِ اجتماعی و ملّی کے لیے بمنزلہ روح و حرارتِ غریزی کے ہیں۔ مسلمانوں میں سے مفقود ہو رہے ہیں اور ہر عمل یا محرف یا مسخ شدہ ہے۔ پھر اس جماعت کے اکابر نے قوتِ روحانیہ عالیہ کو دیکھا جو آج تک مسلمانوں کے دلوں پر حکمراں ہے تو اس کے احکام و تعلیماتِ صادقہ کی روشنی میں نظر آیا کہ مسلمانوں کے تمام موجودہ اعمال و اطوار یکسر اس کی تعلیمات کے خلاف ہیں اور اس کی تعلیم میں وہ تمام ارکان و اصول اکمل و اجمل صورت میں موجود ہیں جن کا انقیاد و عمل کسی قوم کی حیاتِ اجتماعی و سیاسی اور قیام مدنی و عمرانی کے لیے ضروری ہے۔ پس اس جماعت کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے اس فہم حقیقت کے لیے کھول دیا کہ مسلمانوں کے موجودہ امراض کا علاج اسی قانون کا اتباع ہے۔ جس کے لیے قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا﴾

اور اس قانون کے سوا جو بھی عادات و اطوار ان میں رائج و ساری ہیں ان کو یکسر موقوف کر دیا جائے۔ ان مقاصد کے پیش نظر اس جماعت نے اپنا دستور العمل اس طرح بنایا کہ سیاست و مذہب ممتزج ہو کے رہ گئے اور اگر اس دستور العمل پر صدق نیت سے عمل کیا جائے تو دنیا و دین سدھر جائیں۔ اس جماعت کا نام ہے 'مجلسِ احرارِ اسلام'۔ اب یہ بات آپ کے عقل و نظر پر موقوف ہے کہ آپ پہلی دو جماعتوں میں سے کسی کو حقِ قیادت دیتے ہیں یا آخری جماعت کے نظریہ کے ساتھ متفق ہو کر ایک مسلمان اور ایک حریت طلب سپاہی کی طرح اسلام و انسانیت کبریٰ (آزادی) کی خاطر سر بکف ہو کر میدان میں آتے ہیں۔

موجودہ مسائل

بزرگانِ قوم! ان تمہیدی کلمات کے بعد جنھیں اُمید ہے کہ آپ نے غور و انہماک کے ساتھ سنا ہوگا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس وقت قوم کے سامنے کیا مسائل درپیش ہیں، ان کا حل کیا ہے اور ان کے متعلق ہمیں کیا طریقِ عمل اختیار کرنا ہے اور اس اجتماعِ عظیم میں ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم جو راہِ عمل اختیار کر رہے ہیں کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو وہ کون سے وسائل ہیں جن کے ذریعے سے ہم منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ (خطباتِ احسان، صفحہ:۱۸۲)

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا تاج امروٹیؒ

(ولادت: ۱۳۰۱ھ۔ وفات: ۱۳۸۱ھ)

۱۔ تصوف کی حقیقت اُکھاڑنا اور بونا ہے۔ حق تعالیٰ کے غیر کے تعلق کو دل سے اُکھاڑ کر حق تعالیٰ کو دل کے کھیت میں بونا ہے۔ یہی حق تعالیٰ کا راستہ ہے۔

۲۔ تصورِ شیخ کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کا تصور کافی ہے۔ ﴿مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَا اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰى﴾ (سورۂ زمر، آیت: ۳) ہم تو ان کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔

۳۔ طالب کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی طلب میں مایوسی کو راہ نہ دے اور استقامت اختیار کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مقصودِ حقیقی کو پالے گا۔

۴۔ طالب کو چاہیے کہ جو کچھ طاعت وعبادت کر رہا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جانے اور اپنے آپ کو ہر شخص سے کمتر سمجھے اور تکبر سے پرہیز کرے، جو شخص اپنے نفس کے عیوب پر نظر رکھے وہ دوسروں کے عیوب پر نظر نہیں کرے گا۔ انسان کو باطن میں عقائدِ صحیحہ اور ظاہر میں اعمالِ صالحہ سے آراستہ ہونا چاہیے۔ (تذکرہ اولیاء دیوبند، ص: ۴۱۶)

آیت ﴿اَللّٰهُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ﴾ (سورۂ نور، آیت: ۳۵) کی تفسیر میں فرمایا کہ طاق سے مراد بندۂ مومن کا سینہ اور شیشہ سے مراد مومن کا دل ہے اور چراغ سے مراد لطیفۂ قلبی ہے جو کہ رکھا ہوا ہے شیشۂ قلب کے اندر، اور زَیت (تیل) سے مراد ذکر اللہ ہے جس سے قلب مومن منور ہوجاتا ہے۔ جب ذکر اللہ سے قلبِ مومن منور ہوجاتا ہے تو تجلیاتِ حق تعالیٰ مومن کے قلبِ منور پر متجلی ہوتی ہیں، یہی نور علی نور ہے۔ (ایضاً)

حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجویؒ کی نصیحت مولانا علی مرتضیٰ کو

﴿وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴾ (سورۂ شوریٰ، آیت: ۲۱۵) "فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَقُلۡ حَسۡبِىَ اللّٰهُ" (سورۂ توبہ، آیت: ۱۲۹) آپ تعلق بنانے والے سے خوب

نرمی برتیں اور نفع پہنچائیں اور نہ جوڑنے پر حق تعالیٰ کو کافی سمجھیں۔

قَالَ عَلَيۡهِ السَّلَامُ نِعۡمَ الرَّجُلُ الۡفَقِيۡهُ فِی الدِّيۡنِ اِنۡ اُحۡتِيۡجَ اِلَيۡهِ نَفَعَ وَ اِنۡ اُسۡتُغۡنِیَ عَنۡهُ اَغۡنٰی نَفۡسَهٗ۔

فرمایا کہ دین میں سمجھ رکھنے والا وہ مرد بہت اچھا ہے کہ اگر اس کی طرف احتیاج ہو تو نفع دینے میں دریغ نہ کرے اور اگر اس سے لاپرواہی کی جائے تو وہ اپنے نفس کو غنی رکھے۔

احمد تو عاشقی بہ مشیخیت ترا چہ کار
دیوانہ باش سلسلہ شد شد نہ شد نہ شد

شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام صدیقؒ حاجی پوری ضلع ڈیرہ غازی خان

(۱) دل کے تین جوف ہوتے ہیں ایک کا نام قاعدۃ القلب ہے۔ یہی شیطان کا مسکن ہوتا ہے، اس جگہ چربی بہت ہوتی ہے۔ جب اللہ والے اسمِ ذات کی ضربیں دل پر لگاتے ہیں اور لا الٰہ الا اللہ کی صدائیں اور ضربیں جاری کرتے ہیں، ان کی گرمی سے چربی پگھلتی ہے۔ قلعہ شیطانی مسمار ہو جاتا ہے۔ شیطان کوچ کر جاتا ہے اور آنکھ منور ہو جاتی ہے۔ اس کے محسوسات بھی ہیں۔ باقی دو جوف اذنان القلب کہلاتے ہیں، ایک ان میں سے وسط قلب میں ہوتا ہے، یہاں یہی ایک آنکھ ہوتی ہے، اس کے محسوسات قاعدۃ القلب والی آنکھ کے علاوہ ہوتے ہیں۔

تیسرا جوف اسفل قلب میں ہوتا ہے۔ تیسری آنکھ اسی جگہ ہوتی ہے اور اس کے محسوسات ان دو آنکھوں کے محسوسات کے علاوہ ہوتے ہیں اور ان محسوسات کو بصیرۃ کہتے ہیں۔ جیسا کہ مفردات القرآن میں امام راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ یوسف کی آیت ۱۰۸ ﴿قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِیۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِيۡرَةٍ﴾ میں اسی بصیرۃ کا ذکر ہے مگر سوچنے کی بات اگلی ہے۔ ”اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیۡ“ یہی بصیرۃ تو مدارِ دین ہے۔ جسے ابنِ عباس رضی اللہ عنہما (کما رواہ الترمذی) نے اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ (کما رواہ امامنا ابوحنیفہؒ) نے بیان کیا ہے۔ ”اِتَّقُوۡا فِرَاسَةَ الۡمُؤۡمِنِ اِنَّهٗ يَنۡظُرُ بِنُوۡرِ اللّٰهِ“ جو کہ حدیثِ مرفوع ہے۔ بقول مرشدی حضرت امام اولیاء شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اللہ والوں کی جوتیوں سے جو غبار اُڑتا

ہے اس سے وہ موتی ملتے ہیں کہ جو بادشاہوں کے خزانوں میں بھی نہیں ملتے۔ ان موتیوں میں سے ایک یہ بھی ہے (یعنی نورِ قلب جسے نورِ بصیرت کہا جاتا ہے۔)

حجاب کے متعلق عرض ہے کہ اسلام میں چھ تحفظات ہیں: پہلا تحفظ تحفّظ النسل ہے، اس کی حفاظت کے لیے حد زنا مقرر کی گئی ہے اور قانونِ حجاب بھی مقرر کیا گیا ہے۔ دوسری حفاظت جان کے لیے حد قصاص، تیسرا تحفّظ مال کے لیے حد سرقہ، چوتھا تحفظ عقل کے لیے مسکرات کی حرمت، پانچواں تحفظ عزّت و آبرو کے لیے حدِ قذف، چھٹا تحفّظ اسلام و مسلمین، جہاد۔

اس لیے حجاب کے متعلق نص قرآن میں جہاں ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۱) کی آیت موجود ہے وہاں ﴿قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ (سورۂ نور، آیت:۳۰) کے الفاظ لاکر دونوں اصناف کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اللہ والوں کی محبت سے دین حاصل ہوتا ہے۔ (تذکرہ اولیاء دیوبند، ص: ۵۹۵)

مولانا عبدالہادی بن مولانا غلام محمد دینپوری رحمہما اللہ

(ولادت: ۶ محرم ۱۳۲۱ھ۔ ۵/اپریل ۱۹۰۴ء۔ وفات: ۷ رمضان ۱۳۹۸ھ ۱۲/اگست ۱۹۷۸ء)

شورش کاشمیری کے نام

اپنے رب کو یاد کیا کرو، سب کچھ اللہ ہی کے پاس ہے۔ میں تمھارے لیے ضرور دعا کروں گا اور مجھے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں یقین ہے کہ وہ میرے گنہگار ہاتھوں کی ضرور لاج رکھیں گے۔ (تذکرہ علماء دیوبند، ص: ۶۹۰)

آغا شورش کاشمیری کے آخری الفاظ

آغا شورش کاشمیری کی رحلت پر ان کی نمازِ جنازہ کے سلسلے میں لاہور جانا ہوا۔ آغا صاحب کی رہائش پر مظفر علی شمسی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میرے سلام عرض کرنے پر بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے صرف آواز ہی پہچان سکے۔ فرمانے لگے بھائی غلام نبی! ادھر میرے پاس بیٹھو۔ میں رات آغا صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ آغا صاحب کی آواز پست ہو چکی تھی۔ مجھے

آغا صاحب نے قریب بلایا اور میرے کان میں کہا لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کافر، بے ایمان، جھوٹا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی دعویٰ نبوت کا کرے تو وہ دجال ہے، کافر ہے، بے ایمان ہے، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ یہ میرا ایمان اور عقیدہ ہے اور پھر اس کے بعد دنیا فانی چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔

اتنا کہہ کر مولانا شمسی زار و قطار رونے لگے۔

(تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک از چودھری غلام نبی۔ ص:۳۰۱)

شیخ العصر حضرت مولانا علی مرتضیٰ نقشبندیؒ

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰہُ عَبْدًا حَمَاہُ الدُّنْیَا کَمَا یَظِلُّ اَحَدُکُمْ یَحْمِیْ سُقْیَہُ الْمَاءُ" (ترمذی) اللہ تعالیٰ جس سے محبت فرماتے ہیں اسے دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جس طرح بیمار سے پانی کا پرہیز کرایا جاتا ہے۔

تنگدستی باری تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص حفاظت ہے تا آنکہ سالک نجس دنیا میں آلودہ نہ ہونے پائے۔

شیخ العصر نے اپنی آخری عمر میں طالبین کو وصیت کی:

۱۔ ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا﴾ (سورۂ اعلیٰ، آیت:۱۴) جس نے اپنے نفس کو صاف کیا وہ کامیاب ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اہم مقصد تزکیہ اور اخلاق کی اصلاح ہے۔

۲۔ تلاوتِ قرآن بلا تدبر و بلا عمل مفید نہیں۔ ایسوں کو قرآن لعنت کرتا ہے اور قرآن میں تدبر نہ کرنے پر ﴿عَلٰی الْقُلُوْبِ اَقْفَالُھَا﴾ کی وعید آئی ہے کہ دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔...... ان تالوں کو کھولنے کے لیے حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی: "اَللّٰھُمَّ افْتَحْ اَقْفَالَ قُلُوْبِنَا بِذِکْرِكَ وَ اَتْمِمْ عَلَیْنَا نِعْمَتَكَ وَ اَسْبِغْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلِكَ وَ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ" ترجمہ:

قفل جو دل کو ہمارے ہیں لگے
ذکر سے اپنے تو ان کو کھول دے

اپنی نعمت کو تو کر ہم پر تمام
فضل کو اپنے بھی اے ربّ انام
فضل و نعمت سے تو اپنے اے خدا !
ہم کو اپنے نیک بندوں سے بنا

اور یہ دعا ہر نماز کے بعد ہوتی ہے: "اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِكَ وَ شُکْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ"۔

۳۔ تزکیۂ نفس کے لیے تین کام کرنے کے ہیں اور ایک چھوڑنے کا۔ ذکر اللہ، اتباعِ سنت اور صحبتِ شیخ اور معاصی سے پرہیز۔

ذکر اللہ تمام بیماریوں کا علاج ہے، اسے ضرور کرو، چھوڑو مت، پانچ منٹ تو کر لیا کرو۔ طالبِ لذت مت بنو۔ طالبِ مولیٰ بنو۔ فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ کم از کم صحتِ روحانی تو بحال رہتی ہے۔

۴۔ اتباعِ سنت نور ہے۔ بغیر روشنی طریق پر چلنا ناممکن ہے۔ طریقت بغیر سنت گمراہی ہے۔

۵۔ اسی طرح معاصی سے پرہیز ضروری ہے ورنہ علاج بے فائدہ ہے۔ ان تمام باتوں کا حصول صحبتِ شیخ سے آسان ہے۔

۶۔ علماء اور مدرّسین جب پڑھاتے ہیں یہ نیت ہوتی ہے کہ کتاب کا مقصد اور مالہ و ما علیہ پورا پورا متعلّم کے ذہن نشین ہو جائے اور متعلّمین کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ کتاب سمجھ میں آ جائے اور یاد ہو جائے تا کہ امتحان میں کامیابی اور استعداد ہو۔ فقیر کہتا ہے کہ ابھی تک یہ نیت ادھوری ہے اور دونوں طرف سے عمل اور رضائے الٰہی کی نیت ضروری ہے۔

(تذکرہ اولیاء دیو بند، ص:۱۴۷)

آپ کی وصیت تھی کہ جامع مسجد گدائی شریف کے نمازیوں کی جوتیوں والی جگہ تدفین کی جائے۔ وصیت کو پورا کیا گیا۔ سنت کے مطابق غسل اور قبر تیار ہوئی۔ احرام والی پرانی چادروں میں تکفین عمل میں آئی۔ نمازِ جنازہ مفتی عبد الستارؒ نے پڑھائی اور رات ایک بجے آپ کو حضورِ حق کی بارگاہ میں سپرد کر دیا گیا۔

۲۵؍شوال ۱۴۰۸ھ میں آپ حضورِ حق میں حاضر ہوئے۔

حضرت قاضی مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صدر مسلم پرسنل لا بورڈ

(۱) یاد رکھو امت ایک ہے اور اسے ہر حال میں ایک ہی رہنا چاہیے تمھاری طاقت کا راز اسی میں مضمر ہے۔(اذانِ مجاہد،ص:۳۰)

(۲) بازی ہار جانا بڑی مصیبت نہیں ہے، ہمت اور حوصلہ ہار جانا یہ بڑا المیہ ہے۔ (اذانِ مجاہد،ص:۳۲)

(۳) مسلمانوں کو خود اعتمادی کے ساتھ چراغ نبوت سے روشنی حاصل کرکے اپنے مسائل خود حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔(اذانِ مجاہد،ص:۳۶)

(۴) تم سب طرف سے آنکھیں بند کرکے یہ دیکھنے چلے جاؤ کہ ہمارے آقا کا نشان قدم کہاں کہاں ہے، اسی کے ساتھ ساتھ چلے جاؤ۔

﴿فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ (آلِ عمران:۳۱) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

(۵) حضور ﷺ تو محبوب ہیں ہی، جو حضور ﷺ کی اداؤں کو اپنائے گا وہ بھی اللہ کا محبوب ہو جائے گا۔(اذانِ مجاہد،ص:۳۹)

(۶) آج یورپ کے مصنّفین اور بڑے بڑے لکھنے والے مستشرقین اور Orientist تھوڑی دیر کے لیے ہمارے آقا ﷺ کی عظمت کو مانتے ہیں، لیکن دیکھو وہ کیا کہہ دیتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہؐ ریفارمر تھے، اپنے زمانے میں آئے اور دیکھا کہ سماج بگڑا ہوا ہے تو سوچا اور سوچ کر کچھ اچھی باتیں نکال دیں۔ میں آپ سے بڑے ادب سے بڑے اخلاص سے کہنا چاہتا ہوں کہ مسلمانو! اس فتنہ سے ہمیشہ ہوشیار رہنا۔ تم خوبصورت خوبصورت کتابیں پڑھتے ہو مستشرقین کی، وہ اتنی تعریف کریں گے حضور ﷺ کی......تم سمجھوگے کہ انھوں نے میرے حضور ﷺ کو مانا ہے لیکن وہ دراصل مانتا نہیں۔ حضور ﷺ کے کارنامے کو ایک انسانی کارنامہ سمجھتا ہے، اور یہی بنیادی فرق ہو جاتا ہے کہ رسول ﷺ کا کارنامہ ایک عام انسان کا کارنامہ نہیں ہوتا...... رسولؐ کا کارنامہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پیغام ہوتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا،

میرے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے، اگر یہی بنیاد کٹ جاتی ہے- خدانخواستہ- اگر کوئی یہ سمجھنے لگے کہ اسلام حضور ﷺ کی ذاتی فکر ہے، قرآن حضور ﷺ کی اپنی لکھی ہوئی کتاب ہے- العیاذ باللہ- تو سارا قصہ ختم ہوجاتا ہے۔

(۷) دوستو! اسی لیے اللہ تعالیٰ بار بار کہتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ﴾ (الصّف:۹)

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا﴾ (الجمعہ:۲)

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (الفتح:۲۹)

(۸) ہر جگہ اپنا نام اللہ تعالیٰ کیوں لیتا ہے کہ میں نے بھیجا ہے، میں نے بھیجا ہے، میں نے ان کو مبعوث فرمایا ہے۔ بار بار فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے دل میں تمھارے دماغ میں یہ بات راسخ رہنی چاہیے کہ جو کچھ بھی ان کے پاس آیا ہے وہ اللہ کا بھیجا ہوا...... اللہ کی تحریک سے ہوا ہے۔ جو کچھ ہمارے حضور ﷺ کے پاس ہے، ان کے پیغام کی ایک ایک لڑی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۳۸)

۹) قیمت دل کی ہے بدن کی نہیں اللہ کے یہاں دل کے دام ہیں۔ (ایضاً، ص: ۴۱)

۱۰) ہماری دعوت یہی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے رحم و محبت کا برتاؤ کرنے والے بنو۔ مسلک، ذات، برادری ہر چیز سے اوپر اٹھو۔

لوگو! اللہ کے لیے محبت کرو۔ اللہ کے لیے جھگڑا کرو۔ یہ ہے اسلام، ہمارا پیغام یہی ہے کہ حضور ﷺ کی رسالت کا جو حق ہم پر تم پر ہے اس کو ادا کرو۔ اس دنیا میں اللہ کے دین کو پھیلانے والے، حضور ﷺ کی رسالت کی روشنی کو دنیا میں عام کرنے والے بنو۔ اپنے اختلافات سے اونچے ہوکر دین کی سربلندی کے لیے ایک امت اور ایک جماعت بن کر اللہ کی رضا مندی کے لیے اللہ کو خوش کرنے کے لیے سجدے اور رکوع کے ساتھ عبادت کے ساتھ رحم و محبت کے ساتھ کفر کے مقابلہ میں سختی کے ساتھ ایک امت اور ایک جماعت بن کر زندہ رہو۔ یہی وقت کی دعوت ہے یہی ہماری آپ کے سامنے پکار ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص: ۵۶)

۱۱) قرآن کہتا ہے میں ھدیٰ ہوں ہدایت ہوں۔ سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ ناس تک

پڑھ جاؤ۔ یہ ہدایت کی کتاب ہے، کائنات کی اس زندگی میں وہ راستہ ڈھونڈنا چاہتے ہو، جو راستہ تمھارے لیے دائمی نجات کا ہو تو آؤ اس کتاب کو کھولو اور پڑھو۔ یاد رکھیے کہ قرآن کا بنیادی موضوع ہدایت ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص:۵۹)

۱۲) یاد رکھیے قرآن دل کے لیے ذکر ہے، دماغ کے لیے تدبیر ہے اور پوری زندگی کے نظام کے لیے ہدایت ہے قرآن، اس نقطۂ نگاہ سے قرآن کریم کو پڑھو۔ دل کی زمین نرم کرو۔ دماغ سے سوچو اور غور کرو اور زندگی کو اس کے سانچے میں ڈھال لو اور عمل کرو تو دیکھو کیا فائدہ ہوتا ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص:۶۰)

۱۳) میں ائمہ مساجد، علماء، واعظین سے کہنا چاہتا ہوں کہ بتائیں لوگوں کو اللہ کی شریعت کا قانون کیا ہے؟

۱۴) کاش! تمھاری ملّی غیرت بیدار ہو اور تم طے کرو کہ ہندوستان کی پوری ملّت اسلامیہ کو شریعت پر چلنے والی مضبوط قوی اور مستحکم امت بنا کر ہم زندہ رہیں گے، ہم اس امت کو کسی حیثیت سے کمزور نہیں ہونے دیں گے۔ یہ فیصلہ کرلو۔ (اذانِ مجاہد، ص:۸۵)

۱۵) اے لوگو! جب خطرہ تم پر کلمہ کے نام پر آتا ہے تو خطرہ کا دفاع بھی تم کو کلمہ کے نام پر کرنا چاہیے۔ (اذانِ مجاہد، ص:۸۹)

۱۶) اسلام کی اصل روح اللہ تعالیٰ کی رضاء میں اپنے کو فنا کردینا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضاء جناب رسول اللہ ﷺ کی اتباع سے حاصل ہوتی ہے اور یہی نجات کا اکیلا راستہ ہے...اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جب شریعتِ محمدی ﷺ انسانوں کی عملی زندگی سے مٹائی جارہی ہے ایسے حالات میں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دینِ محمدی ﷺ کے قیام کی جدوجہد کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔ (اذانِ مجاہد، ص:۱۱۹)

۱۷) اگر شریعت محمد ﷺ مٹ رہی ہو، حضور ﷺ کی سنت مردہ ہوچکی ہو، ایسے وقت میں شریعت محمدیہؐ کے قیام اور طریقۂ رسالت مآب کی احیاء کی جدوجہد جہاد میں داخل ہے اور مسلمان کا فریضہ ہے جس کے پاس جتنی بھی صلاحیت ہے اسے بہر حال استعمال کرے۔ (۱۱۸)

۱۸) اُمت کی وحدت کو تمام باتوں پر مقدم رکھا جائے اور ہر مسلمان سے دل میں محبت ہو۔

۱۹) تقریروں میں ضعیف و نامعتبر روایات اور واقعات کے بیان سے گریز کیا جائے۔
(حیاتِ مجاہد۔ص:۸۶)

قاضی مجاہدالاسلام کی مزید وصایا

۱۔ دوستو! اللہ تعالیٰ کی شریعت کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ ہمیں انصاف قائم کرنے والا بننا ہے (سورۂ نساء:۱۳۵)۔

۲۔ اے ایمان والو! اللہ کا کہنا مانو، رسول کا کہنا مانو، اور امیر کا کہنا مانو۔ (سورۂ نساء:۵۹)

۳۔ اے اہلِ ایمان! اگر تمھاری آپس میں کسی معاملے میں جھگڑا اور اختلاف ہو تو اللہ و رسول کے قانون کی طرف رجوع کرنا ہے۔ (سورۂ نساء:۵۹)

۴۔ اہلِ ایمان کی بات تو یہی ہے کہ جب ان کو اللہ اور رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ ان کے معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے تو ایک ہی جواب دیں گے: سنا بھی ہم نے اور مانا بھی ہم نے۔ (سورۂ نور:۵۱)

۵۔ پس راستہ تو رسول کا ہی اختیار کرنا ہے، رسول کے راستہ سے ہٹ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ (سورۂ نساء:۱۱۵)

۶۔ اے محمد، تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے، یہاں تک کہ اپنے سبھی جھگڑوں میں آپ ہی کو اپنا حاکم اور حکم تسلیم، اور جب فیصلہ ہو جائے تو منہ بنا کر مت قبول کرنا، بلکہ دل کی انتہائی خوشی اور مسرت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو ماننا اور سرِ تسلیم خم کرنا۔ (سورۂ نساء: ۶۵)

۷۔ ہم نے رسول کو بھیجا ہی ہے اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے۔ (سورۂ نساء:۶۴)

۸۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کا کہنا مانا، اس نے اللہ تعالیٰ کا کہنا مانا۔ (سورۂ نساء:۸۰)

۹۔ میری عزیز ماؤں، بہنو اور بیٹیو! آپ سب کے لیے بھی قرآن و حدیث میں بہت کچھ ہے۔ راضی رہو یا ناراض رہو، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اگرچہ وہ تمھاری طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، اس کے سامنے سر جھکا دینا مومن مرد اور عورت کی ذمہ داری ہے۔ (اذانِ مجاہد، ص:۱۸۷)

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

(ولادت ۲۶/صفر المظفر ۱۳۴۸ھ مطابق ۱۳/اگست ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ گنگوہ)

طلبہ، اساتذہ و منتظمین وغیرہم کو نہایت کارآمد نصیحتیں فرمائی ہیں۔

ان میں سے بعض کو نقل کرتا ہوں۔

خاص طلبہ کے لیے نصائح

۱۔ فرمایا کہ تحصیل علم کے لیے محنت وشوق اور استاذ کی قدردانی وعزت لازم وملزوم ہیں۔

۲۔ فرمایا: طالب علم ہر قسم کی معصیت نیز ایذا رسانی، حرص وطمع سے پرہیز کرلے، اور اللہ تعالیٰ نے جو اس کو میسر فرمایا ہے اس پر قناعت کرے۔ دوسروں کی چیزوں کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا اور اس میں چوری وغیرہ کی نیت رکھنا انتہائی مذموم اور قبیح حرکت ہے۔اپنے حالات کے مطابق خرچ کرے۔

۳۔ بڑے طلبہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور ان کو سلام کریں، تاکہ چھوٹوں کو بھی سلام کی عادت ہوجائے۔

۴۔ ہر طالب علم کو تصحیح قرآن کو لازم بنانا چاہیے، کیوں کہ کسی بھی عالم کا امتحان نماز میں قرآن کریم کی قرأت سے ہوتا ہے۔

۵۔ طالب علم کو چاہیے کہ ہر استاذ کا احترام کرے۔ کیوں کہ استاذ کا احترام درحقیقت علم کا احترام ہے۔

طلبہ غور کریں کہ آئندہ اپنے متعلق استاذ بن کر کیسا سلوک چاہتے ہیں۔ایک زمانہ تھا کہ طلبہ اپنے استاذ کے متعلقین کا بھی احترام کرتے تھے۔

۶۔ تم کسی ذمہ دار یا استاذ کے پاس جاؤ اور ان کو کسی کام میں مشغول دیکھو تو ذرا فاصلہ سے بیٹھ جاؤ اور جب وہ اس کام سے فارغ ہوجائیں تب اپنی ضرورت کا اظہار کرو۔

۷۔ طالب علم کو چاہیے کہ اپنے استاذ یا کسی بڑے سے آگے نہ چلے اس لیے کہ حدیث پاک

میں فرمایا گیا ہے کہ: جو تم سے علم یا عمل میں افضل ہو اس سے چلنے میں آگے نہ بڑھو۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ابو درداء رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آگے چل رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ دنیا میں آفتاب کا طلوع وغروب ہونا کسی ایسے شخص پر نہیں ہوا جو انبیاء کے بعد ابوبکر سے بہتر اور افضل ہو۔

مدرسین وملازمین کو نصائح

۱۔ مدرسین و ملازمین اجیر وقت بھی ہیں اور اجیر عمل بھی۔ اجیر وقت مطلب یہ ہے کہ مدرسہ کے مقررہ اوقات میں پورے وقت کے پابند ہیں۔ اور اجیر عمل کا مطلب یہ ہے کہ جو مدرسہ کا کام ہمارے سپرد ہے اس میں کوتاہی نہ کریں۔

۲۔ مدرسین و ملازمین کو چاہیے کہ ہمیشہ مدرسہ کے مفاد میں گفتگو کریں کیوں کہ ہمارا مفاد مدرسہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ ذاتی مفاد کو مدرسہ کے مفاد پر ترجیح نہ دیں۔

۳۔ مدرسین کو چاہیے کہ خود بھی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں تا کہ شاگرد میں بھی صاف ستھرا رہنے کا مزاج پیدا ہو۔

۴۔ کسی طالب علم کو کسی جرم پر سزا دی ہے تو دوسرے وقت میں اس کی دلداری کریں، کچھ پیسہ دے کر یا کھلا پلا کر یا اچھی گفتگو سے۔

۵۔ اگر کسی طالب علم سے کوئی بات خلاف مزاج پیش آئے تو اس کو معاف کر دے۔ اس لیے کہ ہر شخص اپنی عقل کے اعتبار سے کام کرتا ہے۔ اس کو اپنی عقل پر قیاس نہ کرے۔

۶۔ طالب علم کتنا ہی کند ذہن کیوں نہ ہو، اس کو حقیر نہ جانے، کیا بعید ہے کہ آگے چل کر اس سے دین کی کیا خدمت لی جائے۔

۷۔ استاذ کو چاہیے کہ اپنے شاگردوں کے اندر ایسی صفات پیدا کرے کہ جب ان کو کوئی حق بات کہی جائے تو فوراً مان لیں، ہٹ دھرمی نہ کریں۔

منتظمین کے لیے ہدایات

۱۔ مہتمم کے لیے ضروری ہے کہ اخلاق پاکیزہ رکھے۔

۲۔ امانت، دیانت اور خوفِ خدا کا استحضار رہے۔

۳۔ طلبہ کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرے۔

۴۔ ہر طالب علم کو اس کے والدین کی امانت تصور کر کے اخلاق و عادات اور تربیت کا پورا خیال رکھے۔

۵۔ باہر سے آنے والے طلبہ کو حقارت کی نظر سے دیکھنا جرم ہے، جو بھی آ رہا ہے اس کو اللہ و رسول کا مہمان سمجھے۔

ماشاء اللہ نہایت مفید ارشادات و نصائح ہیں جو ہم سب کیلئے لائقِ عمل ہیں۔ واللہ الموفق

الحاج حضرت سیّد حسین صاحب الٰہ آبادی کمشنر

خلیفہ مجاز مصلح الامت و مسیح الامت داماد سیّد سلیمان ندوی

(وفات ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ مطابق ۴ ستمبر ۱۹۸۹ء علی گڑھ)

فرمایا کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص نیت سے کرنا چاہیے۔ چوبیس گھنٹے کے معمولات بشری ہیں ان میں کھانا پینا، سونا، جاگنا وغیرہ اہم کام ہیں کہ ہر روز انسان ان کو کرتا ہے، تو جملہ کاموں میں رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھے۔ اور ہر کام کو بسم اللہ کہہ کر شروع کرے اور اس کے اختتام پر الحمد للہ کہے جب چند روز اسی طرح جملہ افعال کیے جائیں تو یہی عادت عبادت خالصہ کی صورت اختیار کر لے گی اور زندگی پر خلوص ہو جائے گی، جس کی برکات انشاء اللہ محسوس ہوں گی۔

فرمایا کہ ہم یہ بھی بھول گئے کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اولادِ صالحہ منجملہ صدقاتِ جاریہ کے ہے، اگر ہم اپنی اولاد کی دینی تعلیم کو تعلیم دنیا پر مقدم رکھیں تو ان کا دین تو درست ہوگا ہی اس کی برکت سے ان کی دنیا بھی سنور جائے گی۔

دنیا تو آخرت کی لونڈی ہے اور آخرت اس کی ملکہ ہے۔ جب مالکہ ہی ہماری ہوگئی تو لونڈی تو خود ہی اس کے تحت ہم کو مل جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اَتَتْہُ الدُّنْیَا وَ هِیَ رَاغِبَۃٌ یعنی دنیا کو ٹھکراؤ تو وہ تم پر نثار ہوگی، مگر حالت یہ ہے کہ ہماری اولاد نہ دین کی رہی نہ دنیا کہ۔ کاش اگر یہی اولاد راغب الی الآخرہ ہوتی تو وہ شریعت کا حق ادا کرتی۔ اور کبھی والدین کے لیے کچھ پڑھ کر دعائے مغفرت بھی کرتی۔

فرمایا کہ جدید تعلیم میں اور مضرتوں کے علاوہ سب سے زیادہ مضرت رساں یہ چیز مشاہد ہے کہ اس سے بے حیائی، بے ادبی، خود رائی اور تکبر پیدا ہوتا ہے۔ جس قدر مسلمانوں کے اخلاق اور معاشرت کو تعلیم و تربیت جدید سے گزند پہنچا ہے وہ گزشتہ گیارہ بارہ صدیوں میں کسی اور چیز سے نہیں پہنچا۔ چونکہ فرنگیوں کی تعلیم و تربیت دونوں میں بے حیائی اور بے ادبی تمام تر مضمر ہے لہٰذا جو ان کی کتابیں پڑھے گا یا ان کی صحبت اختیار کرے گا، لازم ہے کہ اس میں اخلاق کی گندگی، بے حیائی، خود غرضی اور عریانیت سرایت کر جائے۔ چنانچہ فرنگیوں کے دورانِ تسلط جس درجہ مسلمانوں کے دین و اخلاق کی تخریب ہوئی ہے، شاید پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ بالخصوص ہمارا معاشرہ اور اخلاق سرتاپا چوپٹ اور ملیامیٹ ہو گیا کہ آپ پہچان بھی نہ سکیں گے کہ یہ مسلمان ہے یا اور کوئی؟ ڈاکٹر اقبالؔ مرحوم نے صحیح کہا ہے۔

شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں یہود
یہ مسلماں ہیں جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

ف: یہ ایک حقیقت ہے جو روز روشن کی طرح عیاں ہے، مگر حضرت صاحب اعلیٰ درجہ کے انگریزی دان تھے، جس کی بناء پر کلکٹری و کمشنری کے درجہ تک فائز ہوئے، ان کا یہ فرمانا مزید موجب بصیرت و عبرت ہے۔ یہ حضرت سید صاحب کی حق شناسی اور حق گوئی کا بین ثبوت ہے۔ جبکہ بہت سے عربی داں حضرات اس کے برعکس نظریہ و ذہنیت رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ ہمارے حضرت حکیم الامت اب سے پچاس سال پہلے یہ فرما چکے ہیں کہ اب دین و ایمان کے بقا کی واحد صورت یہی ہے کہ اللہ والوں کی صحبت میں اعتقاد کے ساتھ بغرض اصلاح روزانہ تھوڑی تھوڑی دیر بیٹھا جائے۔ اگر روزانہ نہ سہی تو ہفتہ میں ایک بار ضرور ان کی خدمت میں حاضری دی جائے اور اپنے بچوں کو تعطیلات کے دوران ان حضرات کی خدمت میں

بھیجا جائے حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کہیں ایسے حضرات میسر نہ ہوں تو پھر ان کی تصانیف کا روزانہ کم از کم پندرہ منٹ مطالعہ ہی کیا جائے یا کسی سے پڑھوا کر سنا جائے۔

فرمایا: دنیا سے بےفکری پیدا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ ہر روز صبح اٹھتے ہی اِس تصور کو دل میں جمالے کہ ہم سونے کی حالت میں دنیا کی ساری فکروں سے الگ تھے اور اس کی کاوش بھی دل میں نہ تھی، تو جب ہم اس سے بےفکر اور الگ رہے تو کوئی خسارہ دنیا کا نہ ہوا۔ جس طرح حق تعالیٰ سونے کی حالت میں ہمارے محافظ رہے، اسی طرح بیداری میں بھی ہمارے محافظ اور کارساز ہیں۔ تو کیوں نہ ہم ایسے محافظ کے غم اور ان کے خوش کرنے کی فکر میں آج کا دن صرف کریں۔ تو آپ دیکھیں گے کہ اس تدبیر سے آپ کا دل فکرِ دنیا سے ہلکا ہوگا اور فکرِ آخرت میں مشغول ہونے لگے گا۔ حضرت خواجہ مجذوب فرماتے ہیں ؎

یہ عالم عیش و عشرت کا ، یہ حالت کیف و مستی کی
بلند اپنا تصور کر ، یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی
بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہوجائے

فرمایا کہ اللہ پاک کی ذات بے نیاز ہے، چنانچہ ان کے سچے پرستار میں بجز ان کے سامنے سرِ نیاز جھکانے کے تمام مخلوق سے بے نیازی ہونی چاہیے، کیونکہ جب وہ بندہ ہی ذاتِ بے نیاز کا ہے تو اس میں کچھ نہ کچھ بے نیازی کی شان تو ہونی چاہیے۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی طرف احتیاج کی نظر تو کیا خیال بھی نہ ہونا چاہیے۔ اور یہی مقام توکل ہے۔ ورنہ پھر وہ حضرت بے نیاز کا بندہ ہی کیا؟ کسی نے خوب فرمایا ہے ؎

درِ کریم سے سائل کو کیا نہیں ملتا
جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو

لہٰذا جس بندے نے صرف اسی ذات پاک کے ساتھ اپنی تمام حاجات کو محدود کر دیا اسی نے بندگی کا مزہ پایا۔ حق تعالیٰ کے پاس کیا نہیں ہے جو ان سے نہ مانگا جائے اور بندگان محتاج

کے پاس کیا ہے جوان سے مانگا جائے؟ حاجت بھی پیش کرے تو محتاج کے سامنے؟ یہ تو بڑی کوتاہ نظری ہوگی۔

فرمایا کہ آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہیے کہ آج کل غفلت کی زیادتی اور معصیت کی کثرت کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ ہم لوگوں کے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان کا خوف رخصت ہوگیا ہے، اگر ہمارے دلوں میں ان کی محبت ہوتی تو ہم ضرور ان کا ذکر کرتے، ان کے احسانات کا شکر کرتے اور ہم کو ان کے سامنے حاضری کا خوف ہوتا، تو ہم نافرمانی اور گناہوں سے کنارہ کش رہتے، ہم کیا منہ لے کر ان کے روبرو حاضر ہوں گے۔

(ماخوذ از ملفوظاتِ عصر، حصہ دوم۔ اقوالِ سلف، ج:۶،ص:۲۷۸)

حضرت مولانا ابوالحسن صاحب عراقی مئوی

(ولادت ۱۲۹۶ھ وفات ۱۳۶۶ھ)

ترغیب راحت عقبیٰ و بے ثباتی دنیا

عقبیٰ کا کام کرنا شغل اپنا تم بناؤ — کچھ آنکھ سے بھی دیکھو کانوں کو بھی کچھ سناؤ

سارے بدن کو اپنے حسنات میں لگاؤ — پڑھ لو زباں سے کچھ کچھ دست و پا ہلاؤ

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ — اصلی مکان اپنا اے مومنو! بناؤ

فرزند و زن یگانے ماں باپ اور بھائی — احباب اور اقارب کرتے ہیں جو بھلائی

کرتے ہیں جس سے ہم سب یاری و آشنائی — ہوگی ضرور سب سے ایک روز پھر جدائی

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ
اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

سب چل دیے یہاں سے اصغر ہوں یا کہ اکبر — داؤد اور سلیماں جمشید اور سکندر

تھے تخت پر جو ایک دن تھا تاج جس کے سر پر — وہ قبر میں پڑے ہیں ہے خاک ان کا بستر

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ
اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

کوئی نہیں ہے یارو! دنیا میں رہنے والا　　چکھنا ہے سب کو ایک دن جب موت کا نوالہ

ایسا کرو کہ جس سے راضی ہو حق تعالیٰ　　حضرت پلائیں تم کو کوثر کا اِک پیالہ

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ

اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

ہے جاہ و مال و دولت بس قصہ و کہانی　　باقی رہا سکندر نہ تو افسر کیانی

کچھ بھی نہیں ہے دنیا اور اس کی زندگانی　　نہ تو ہم رہیں گے باقی نہ تو قبر کی نشانی

ہے یہ سرائے فانی اس میں نہ دل لگاؤ

اصلی مکان اپنا اے مومنو بناؤ

(اقوال سلف، ص: ۲۶۷)

ف: یقیناً اس لائق ہیں کہ بطور وِرد اِن کو پڑھا جائے۔ مرتب

وفات: ۱۳۶۲ھ میں بعارضہ اسہال (ہیضہ) انتقال ہوا۔ مئو محلّہ اورنگ آباد عقب عیدگاہ مدفن ہے۔

ابوالانوار حضرت مولانا عبدالغفار عراقی مئوی

(ولادت ۲ / صفر ۱۲۸۳ھ وفات ۵ / ربیع الاول ۱۴۱۰ھ م ۱۷ / اکتوبر ۱۹۸۹ھ۔ مدفون گورکھپور)

آپ کے چند دعائیہ اشعار

يَـا رَبِّ عَبْـدُكَ دَائِـمًـا مُتَـزَلْـزَل　　مِـنْ خَـوْفِ بَـطْشِكَ هَـائِـمًا مُتَمَلْمَل

اے میرے رب! آپ کا بندہ مسلسل آپ کی گرفت کے خوف سے بے قرار ہو کر کروٹیں بدل رہا ہے۔

يَـا رَبِّ اِنِّـىْ عِـنْـدَ بَـابِكَ صَارِخ　　يَـا رَبِّ غَيْـرُكَ لَيْـسَ لِىْ مُتَوَسِّل

اے میر پرور دگار بے شک میں آپ کے دروازے پر پکار رہا ہوں، اے میرے پروردگار تیرے سوا کوئی مجھ تک پہنچنے والا نہیں۔

يَـا رَبِّ نَـفْـسِىْ رَاوَدَتْـنِىْ دَائِـمـا　　يَـا رَبِّ اِنِّـىْ مُـذْنِـبٌ وَ مُـضَـلَّـل

اے میرے رب میرے نفس نے ہمیشہ مجھ کو فریب دیا ہے۔ اے میرے رب بے شک میں خطا کار ہوں اور راہِ حق سے ہٹا ہوا ہوں۔

یَا رَبِّ اَنْتَ ثَبِّتْنِیْ عَلٰی مَمْشَی التُّقٰی تَعْسًا لِقَلْبِیْ دَائِمًا مُتَدَلْدَل

اے میرے رب مجھ کو تقویٰ کی راہ پر ثابت قدم رکھیے ہلاکت کے میرے قلب کے لیے کہ ہمیشہ لڑکھڑاتا رہتا ہے۔

یَا رَبِّ اَنْتَ مَلَاذُنَا وَ مَعَادُنَا یَا رَبِّ اَنْتَ اِلَی الْهُدٰی مُتَوَسِّل

اے میرے رب آپ ہی ہمارے جائے قرار ہیں اور پناہ گاہ ہیں اے میرے رب آپ ہی ہدایت تک پہنچانے والے ہیں۔

یَا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ بِمَنْ هُوَ آخِر لٰكِنَّهُ فِی الْخَلْقِ نُوْرٌ اَوَّل

اے میرے رب میری بخشش فرما دیجیے اس ذات کے طفیل میں جو وجود کے اعتبار سے آخر ہیں اور خلق کے اعتبار سے نور اول ہیں۔

هٰذَا اَبُو الْاَنْوَارِ عِنْدَكَ بَاسِطٌ كَفَّيْهِ وَ هُوَ مِنَ الذُّنُوْبِ مُخَجَّل

یہ ابوالانوار آپ کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ کو پھیلائے ہوئے ہے، اس حال میں کہ وہ گناہوں سے شرم سار ہے۔

يَوْمَ الْحِسَابِ احْشُرْهُ رَبِّ وَ وَجْهُهٗ نُوْرٌ كَبَدْرٍ كَامِلٍ يَتَهَلَّل

اے میرے رب قیامت کے دن اس حال میں حشر فرمایئے کہ اس کا چہرہ بدرِ کامل کی طرح چمک رہا ہو۔

وَ كِتَابُهٗ بِيَمِيْنِهٖ وَ حِسَابُهٗ خِفٌّ وَ مِيْزَانُ الْكِتَابِ مُثَقَّل

حال یہ کہ اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہو اور حساب آسان ہو اور اس کے اعمال کا ترازو بھاری ہو۔

هٰذَا دُعَائِیْ اسْتَجِبْ يَا رَبَّنَا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ اِلَیَّ مَنْ يَتَنَحَّل

اے میرے رب! یہ میری دعا ہے اس کو قبول فرما لیجیے اور میری اور ان لوگوں کی بخشش فرمایئے جو ہماری طرف منسوب ہیں۔ (تحفۂ ضیائی)

سبحان اللہ! کتنی عمدہ دعائیں ہیں، جن سے اپنی عاجزی و بے بسی کا خوب ہی خوب اظہار ہو رہا ہے، جو یقیناً دعا کی روح ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ (مرتب)

حضرت شاہ مولانا احمد سعید بن شاہ ابو سعید صاحب نقشبندی مجددی

(ولادت: ۱۸۰۲ء، بمقام رامپور۔ وفات: ۱۸۶۰ء مدینہ منورہ۔ دفن جنت البقیع۔
خلافت و اجازت والد شاہ ابو سعید و شاہ غلام علی مجددی دونوں سے)

شاہ سیّد محمد عبد السلام بن شاہ سید ابو القاسم ہنسوئی فتح پوری کو نصیحت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولوی صاحب مہربان عزیز از جان سید عبد السلام صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ۔ فقیر احمد سعید کی جانب سے بعد سلام مسنون مطالعہ کریں کہ آپ کی تحریر رقیمۂ کریمہ کے ورودِ مسعود سے بڑی مسرت ہوئی۔ آپ کے اوقات کی یکسوئی اور طالبانِ حق کے نفع رسائی کے کام سے دل کو بہت خوشی ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ طالبانِ علم و عمل کامیابی سے ہمکنار ہوں گے۔ آپ اپنے کام میں مشغول رہیں اور اپنی عمرِ عزیز کو سب سے زیادہ اہم کام یعنی رضائے حق سبحانہ کے حصول میں صرف کریں۔ بس یہی اصل ہے باقی سب بیکار ہے۔ بقول شاعر

پلک جھپکنے کے بقدر بھی اس محبوب سے غافل نہ رہو

کہ نہ جانے کب اس کی نگاہ کرم ہو جائے اور تم کو پتہ نہ چل سکے۔ مکتوباتِ مشائخ و کتبِ تصوف کا مطالعہ اپنے ذمہ لازم کر لیں۔ والسلام

۲) اللہ تبارک و تعالیٰ سے آپ کی سلامتی، عافیت اور شریعت و طریقت پر استقامت کی دعاء کرتا ہوں، کیونکہ استقامت کا مقام کرامت سے بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے مستفیض فرمائے۔ بندہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ ہر قسم کے ممنوعات سے اپنے آپ کو بچائے اور اس کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔ کیونکہ وہی ظاہری و باطنی نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے۔ اس سے کسی کو کبھی بھی مفر نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ اس کی بندگی ہی سے خارج ہو جائے۔ نعوذ باللہ۔ شاعر نے خوب کہا ہے کہ تیری غلامی نے خسرؔو کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے۔

کیونکہ جس کو بادشاہ خرید لیتا ہے وہ میرِ ولایت ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ثابت قدم رکھے۔ والسلام۔ (عہدِ رفتہ کے چند علماء ومشائخ، ص:٦٦)

حضرت شاہ عبدالسلام ہنسوی کی نصیحت

بنام مولوی حافظ ناظر علی والد امامِ اہلسنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی

(۱) کسی وقت وکسی لمحہ یادِ الٰہی سے غافل نہ رہیں۔ اور ہر وقت موت کو یاد رکھیں۔ ورنہ حسرت وندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

(۲) اللہ کا شکر ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء کی تعمیل میں ہمہ تن مصروف ہیں (انشاء اللہ) اس کے ثمرات ظاہر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا دونوں جگہ بہتر جزاء عطا فرمائے اور فقیر سے جو کچھ آپ نے سیکھا ہے اس کی تکرار میں مشغول رہیں۔ غفلت اختیار نہ کریں۔ (عہدِ رفتہ کے چند علماء ومشائخ، ص: ۱۰۵)

ولادت: ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۸ء محلّہ درگاہ قصبہ ہنسوہ، ضلع فتح پور، یوپی، وفات: ۴/ شوال، شب یک شنبہ ۱۲۹۹ھ صبح مطابق ۲۰/ اگست ۱۸۸۲ء، مدفون ہنسوہ فتح پور یوپی

نوٹ: آپ کو خلافت واجازت مولانا شاہ احمد سعید صاحب نقشبندی مجددی دہلوی سے حاصل تھی بلکہ آپ محبوب خلفاء میں سے ہیں۔

زہد وتقویٰ کی حقیقت

حضرت سفیان ثوری سے منقول ہے کہ زہد کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا میں موٹے اور کھردرے کپڑے پہنے جائیں اور روکھا سوکھا کھایا جائے۔ بلکہ زہد یہ ہے کہ دل میں آرزوئیں کم ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح، باب الامل والحرص۔ ص:۴۴۲)

ایک بار امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ زہد کیا چیز ہے تو انھوں نے فرمایا کہ کمائی کا پاک ہونا، اور امیدوں کا کوتاہ ہونا۔ اسی طرح یہ بھی حضرت سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ زمانۂ گزشتہ یعنی عہدِ صحابہ میں مال بری چیز سمجھا جاتا تھا۔ مگر آج کل تو وہ مومن کی سپر ہے (یعنی ہزاروں آفتوں سے بچنے کا ذریعہ ہے) اگر روپیہ ہمارے پاس نہ ہوتا تو بادشاہ لوگ ہم کو اپنا خدمتگار

بنالیتے۔ فرماتے تھے کہ جس کے پاس کچھ روپیہ ہو اس کو چاہیے کہ اسے بحفاظت رکھے کیونکہ روپیہ جس کے پاس نہ ہوگا وہ سب سے پہلے اپنے دین کو رائیگاں کرے گا۔

صحابیٔ رسول حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا میں زہد اس کا نام نہیں ہے کہ حلال کو حرام کرلے اور مال کو ضائع کردے بلکہ زہد وہ ہے کہ جو چیز اپنے پاس ہے اس پر بہ نسبت اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے زیادہ بھروسہ نہ کرے اور جب کوئی مصیبت پہنچ جائے تو اس کے ثواب کی تمنا رکھے خواہ وہ مصیبت جتنے دن کی بھی ہو۔

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ہے جو مجھ سے یہ چند باتیں (سن کر) یاد کرلے اور اس پر عمل کرے اور جو اِن پر عمل کرنے والا ہو اس کو سکھا دے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر یہ پانچ باتیں ارشاد فرمائیں۔

۱۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچو تو تم سب سے زیادہ عابد ہو جاؤ گے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمھیں دیا ہے اس پر راضی رہو اور مزید کی حرص نہ کرو تو تم سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے۔

۳۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرو تو تم مومن ہو جاؤ گے۔ (یعنی یہ نیک سلوک کرنا ایمان کی علامت ہے)

۴۔ جو بات اپنے لیے پسند کرتے ہو وہی سب کے لیے پسند کرو تو تم مسلم ہو جاؤ گے۔

۵۔ زیادہ نہ ہنسو ورنہ قلب مردہ ہو جائے گا۔ (عہدِ رفتہ کے چند علماء ومشائخ، ص:۵۴)

مولوی حافظ ناظر علی والد مولانا عبدالشکور لکھنوی کاکوروی

(ولادت: ۱۸۴۴ء۔ وفات: ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء، چہارشنبہ۔ مدفون کاکوروی)

مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی جب تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوگئے تو احباب نے اصرار کیا کہ انگریزی تعلیم دی جائے۔ مولوی ناظر علی خاموش رہے۔ جب احباب کا اصرار بڑھا

تو آپ نے فرمایا:

بھائی! دنیا تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جائے گی۔ رزق کا ذمہ دار حق تعالیٰ شانہ ہو ہی چکا ہے۔ اس کے لیے اس قدر پریشان اور بلیغ کوشش کی کیا ضرورت ہے۔ ہاں جو کچھ کوشش ہو سکے دین کے لیے ہونی چاہیے۔

غمِ دین خور کہ غم غمِ دین است
ہمہ غم ہا فروتر از این است

(عہدِ رفتہ کے چند علماء و مشائخ، ص:۱۰۲)

نوٹ: مولوی حافظ ناظر علی امامِ اہلسنّت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے والدِ محترم ہیں۔ ساتھ ہی آپ وقت کے اولیاء کاملین و راسخین میں ہیں۔ آپ ایک گوہرِ نایاب حضرت مولانا شاہ عبدالسلام صاحب ہنسوی سے ۱۲۹۹ھ میں بیعت ہوئے اور انہی کے خلیفہ ہوئے۔ ثمین)

حضرت مولانا محمد رضا اجمیریؒ (گجرات)

(ولادت: ۱۹۱۲ء۔ وفات: ۲۴؍نومبر ۱۹۹۴ء م ۱۴۱۴ھ شب جمعہ)

۱۔ قرآن کریم بہت بڑی دولت ہے، اس کی ہمیشہ تلاوت کرتے رہو اور جو حافظ نہیں ہیں وہ حضرات بھی تھوڑا تھوڑا وقت نکال کر یاد کرتے رہیں۔ بہت آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔ بس قرآن پڑھتے رہو، اس سے درجات بلند ہوتے ہیں، تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ اس کے معنی پر بھی غور کرتے رہو۔

۲۔ اپنا گھر اللہ کے گھر کے قریب ہو تو کتنا اچھا ہے۔ دیکھیے ہر وقت اذان کی آواز آتی رہتی ہے اور جلدی سے نماز کے لیے پہنچ سکتے ہیں۔

۳۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اسے تین چیزوں کی ضرورت ہے: مسجد، مدرسہ، قبرستان۔

۴۔ وقت کی قدر کیا کرو۔ جو لمحات مل جائیں اس میں یا تو کوئی کام کرو یا پھر ذکر اللہ و عبادت میں مشغول ہو جاؤ۔

اللہ تعالیٰ کی یاد بڑی قیمتی نعمت ہے اور غفلت بڑی خطرناک اور مہلک چیز ہے۔ شیطان کا

کام ہی ہے کہ انسان کو غفلت میں ڈالے۔

۵۔ ایمان اور عمل کی برکت سے مومن کے دنیاوی اُمور بھی اُخروی بن جاتے ہیں۔ "نِیَّةُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِنْ عَمَلٍ" (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کے مصداق ہوجاتے ہیں۔

۶۔ مقدراتِ الٰہی بھی اٹل ہوتے ہیں، جہاں رہنا میسر ہو اللہ دین و ایمان پر قائم رکھے۔

۷۔ سفرِ آخرت تو سب کو درپیش ہے اور سب کو ربّ العالمین کے پاس پہنچنا ہے۔ خوش قسمت اور سعادت مند وہ لوگ ہیں جو اس دنیا میں سعادت مندی کی زندگی بسر کر کے جاتے ہیں اور راضیةً مرضیةً کے پُرعظمت اعلان سے محظوظ ہوتے ہیں۔

(اقوالِ سلف، ج:۶، ص:۲۲۹)

حضرت مولانا سیّد ابرار احمد دھولپوریؒ

(ولادت: بروز جمعہ ۱۳۶۲ھ م یکم جنوری ۱۹۴۲ء۔ وفات: ۱۷ر ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ م ۱۸ر مئی ۱۹۹۵ء۔ مدفون: راندیر، گجرات۔)

۱۔ درس و تدریس کی خدمت کو نعمتِ عظمیٰ اور اللہ تعالیٰ کا خاص انعام سمجھنا چاہیے اور بار بار اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے دنیا کے جھمیلوں سے چھڑا کر پڑھنے پڑھانے میں لگا رکھا ہے۔

۲۔ انسان کی صورت جو آنکھ سے دِکھائی دیتی ہے اس کو خَلق کہتے ہیں اور انسان کی سیرت جو اس کے اندر ہے وہ خُلق کہلاتی ہے۔ اسی کی جمع اخلاق ہے۔

۳۔ ایک ہے صورت اور ڈھانچہ جو ظاہر میں دِکھائی دیتا ہے اور ایک ہے خلق و سیرت جو انسان کے اندر چھپی رہتی ہے اور جس شان کی سیرت ہوگی اسی شان کی صورت سامنے آئے گی۔ یا جیسی صورت اختیار کرنے کی کوشش کرے گا اسی شان کی سیرت بننا شروع ہوگی کیونکہ ظاہر کا اپنے باطن سے اور باطن کا اپنے ظاہر سے بڑا قوی لگاؤ ہے۔

۴۔ حق جل مجدہ نے دنیائے انسانیت کو دو بہترین نعمتوں سے نوازا ہے۔ ایک تو انبیاء کرام

علیہم الصلوٰۃ و السلام کا مبارک سلسلہ قائم فرمایا اور دوسرے آسمان سے کتابیں نازل فرمائیں۔تو نبوت و رسالت کی نعمت سے بھی نوازا۔ اور کتبِ سماوی وصحفِ سماوی کی نعمت سے بھی سرفراز فرمایا اور مقصد ان کا یہ ہے کہ کتبِ سماوی علم کی خبر دیتی ہیں اور انبیاء کرام ان کتب کے علوم کو اپنے اعمال سے واضح وظاہر فرماتے ہیں۔

تو جیسے وحی سماوی علمی قرآن ہے اسی طرح ذاتِ اقدس اور ذاتِ نبوی ﷺ عملی قرآن ہے کہ جو باتیں قرآن کریم میں اور کتاب اللہ میں مرتبۂ قال میں ہے وہی ساری چیزیں ذاتِ نبوی ﷺ میں مرتبۂ حال میں ہیں۔تو علم دیکھنا ہو تو آیاتِ قرآن دیکھ لی جائیں اور عملی نمونے دیکھنا ہو تو سننِ نبوی ﷺ دیکھ لی جائیں۔علم اگر صحیح نہ ہو تو ظاہر بات ہے کہ عمل بھی اس کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا۔اور عملی نمونے نہ ہوں تو اس صورت میں علم پر تکوینی طور پر عمل کا جو درجہ ہے وہ مرتب نہیں ہوسکتا۔(اقوالِ سلف، ۶/۲۳۷)

قاضی مولانا غلام رسول ناگپوری رحمۃ اللہ علیہ

۱) مرید تین قسم کے ہوتے ہیں: رسمی، اسمی، عینی۔

ایسے ہی پیر بھی تین قسم کے ہوتے ہیں: نفسانی، رحمانی، شیطانی۔

پھر پیر رحمانی چار طرح کے ہوتے ہیں: پیرِ ارادت، پیرِ بیعت، پیرِ خرقہ اور پیرِ تربیت۔

آخر کا مرتبہ سب سے بڑا ہے اس لیے کہ اسی کے ذریعے مرید کو سلوکِ حقیقی میسر آتا ہے۔اس سلسلے میں سیّد نور اللہ شاہ بخاری کے رسالہ کے مطالعہ کا اہتمام کیا جائے۔ بہت مفید و متبرک ہے۔(تاریخ قضاۃ ومفتین بھوپال،ص: ۲۵۸)

۲۔ اَلتَّصَوُّفُ صَرْفُ الْوَقْتِ بِمَا هُوَ اَوْلٰی ۔تصوف نام ہے وقت کو اعلیٰ واولیٰ کام میں گزارنے کا۔

(یعنی علومِ شریعت کے ذریعہ حصولِ مطلوبِ حقیقی کی تحصیل میں سرگرداں رہے تاکہ حجاب وظلمت دور ہو اور لذتِ قربِ الٰہی سے سینہ کینے سے پاک وصاف ہوجائے۔ثمین)

ابو عبد القادر محمد طاہر رحیمی مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی قیمتی وصایا

بسلسلۂ قرآن تین انتہائی قیمتی نصائح

ا۔ ''توفیق و فیضانِ ربانی کا اصل گُر اور راز اخلاصِ نیت''

عَلَیْكَ بِاِخْلَاصِ النِّیَّةِ فِی خَطْوَةٍ تَخْطُوْهَا فَالْاِخْلَاصُ سِرُّ التَّوْفِیْقِ وَ الْفَتْحِ مِنَ اللّٰهِ اِذَا تَغَلْغَلَ فِیْ عَمَلٍ مِّنَ الْاَعْمَالِ كَانَ مَقْبُوْلًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ النَّاسِ (کیف تحفظ القرآن الکریم، ص: ۱۴۹)

وَ اِنَّ الطَّالِبَ عِنْدَ مَا یَحْفَظُ الْقُرْآنَ الْكَرِیْمَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ تَعَالٰی یَشْعُرُ بِسَعَادَةٍ كُبْرٰی تَسْرِیْ فِیْ اَعْمَاقِهِ وَ هُوَ یَحْفَظُ الْقُرْآنَ لَا تَعْدِلُهَا سَعَادَةٌ فِی الدُّنْیَا وَ هِیَ سَعَادَةٌ تُذَلِّلُ اَمَامَهُ كُلَّ الصِّعَابِ

(کیف تحفظ القرآن الکریم، ص: ۴۰)

جو نیک عمل بھی کرو اس میں قدم قدم پر اخلاصِ نیت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہو۔ کیونکہ اخلاص ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق اور کشادگی و فیضان عطا ہونے کا اصل بھید ہے۔ کسی بھی صالح عمل میں جب اخلاص رچ بس جاتا ہے تو وہ عمل عند اللہ بھی مقبول ہوجاتا ہے اور عند الناس (لوگوں کی نگاہ میں) بھی۔

علاوہ ازیں جب طالبِ علم محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوش کرنے کی نیت سے قرآن شریف حفظ کرتا ہے تو وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ایک ایسی عظیم سعادت کو نمایاں طور پر سرایت کرتے ہوئے محسوس کرتا ہے جس کے سامنے دنیا کی سب سعادتیں ہیچ ہیں اور یہ وہ سعادت ہے جو قاری کے سامنے تمام مشکل مراحل کو بالکل آسان بنادیتی ہے۔

تشریح: کسی بھی نیک کام میں اخلاص یعنی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کی نیت پیدا کرلینے سے بندے اور اللہ کے درمیان توفیق وتعلق کا ایک دروازہ کُھل جاتا ہے جس کی وجہ سے بندے کا اپنے مولیٰ کریم سے خصوصی رابطہ وعلاقہ قائم ہوجاتا ہے۔ اللہ کی طرف سے اس پر خصوصی مدد کامیابی ومقبولیت کا فیضان و القاء ہوجاتا ہے۔ بندے کے ارادے میں ایک برقی رو، ایک

روحانی اسپرٹ وسرگرمی، عالی ہمتی اور عمل میں قوت وہمت اور ہائی پاور پیدا ہوجاتی ہے جس کے بعد بندہ اپنے پورے علم میں تھکاوٹ یا سستی کے تصور سے قطعی آزاد ہوجاتا ہے۔ اور اس کا عمل عنداللہ اور عندالناس خوب مقبول و معمول ہوجاتا ہے۔

۲) ’’کسی خداترس اور صالح دوست کا انتخاب‘‘

اِتَّخِذْ صِدِّيْقًا مُّؤْمِنًا يَّخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ يَأْخُذُ بِيَدِكَ حَفْظِ الْقُرْآنِ وَ طَلَبِ الْعِلْمِ وَ مَعَالِى الْأُمُوْرِ فَإِذَا رَأَيْتَهُ مُتَكَاسِلًا مُتَهَاوِنًا فَخُذْ بِيَدِهِ أَنْتَ، فَإِنْ تَمَادٰى فِىْ كَسْلِهِ فَدَعْهُ وَ لَا تُكَثِّرْ عَلَيْهِ التَّأَسُّفَ، لِئَلَّا تَنْتَقِلَ إِلَيْكَ عَدْوَى الْكَسْلِ وَ التَّرَاجُعِ، وَ ابْحَثْ عَنْ غَيْرِهِ مِمَّنْ تَرٰى فِيْهِمِ الْهِمَّةَ الْعَالِيَةَ وَ الْجِدَّ وَالْإِجْتِهَادَ وَ الْحِرْصَ عَلَى الْعِلْمِ وَ حُضُوْرَ الْحَلَقَاتِ الْعِلْمِيَّةِ (حوالہ بالا،ص:۱۴۹،۱۵۰)

دوست کسی ایسے آدمی کو بناؤ جو خداترس ہو اور حفظِ قرآن وحصولِ علم اور دینی امور میں تمہاری رہنمائی ودستگیری اور ترغیب کا کام انجام دے۔ جب تم محسوس کرو کہ اس میں دینی امور کی بابت سستی اور غفلت پیدا ہوگئی ہے تو پھر تم اس کی دستگیری وفہمائش کا فریضہ سرانجام دو لیکن اگر وہ برابر اپنی ناگفتہ بہ حالت پر جما رہے تو تم فوری طور پر اس سے قطع تعلق کرلو۔ (اگر تم نے پہلے دوست سے تعلق قائم رکھا تو اس کی کاہلی (سستی) ولاپرواہی تمہیں بھی اپنی زد میں لے لے گی۔ اور تم بھی علم اور دین سے دور اور محروم ہوجاؤ گے۔)

۳) ’’تخلیہ میں ہاتھ کی حفاظت ‘‘

إِذَا خَلَوْتَ وَحْدَكَ فِىْ غُرْفَتِكَ أَوْ أَيِّ مَكَانٍ فَاحْذَرْ مِنَ الْعَادَاتِ السَّيِّئَةِ الَّتِىْ تَضُرُّ بِصِحَّتِكَ وَ قَيِّدْ تَفْكِيْرَكَ مِنْ أَنْ يَسْرَحَ بَعِيْدًا فِىْ مَتَاهَاتٍ هُوَ فِى غِنًى عَنْهَا وَ تَذَكَّرْ دَوْمًا أَنَّ اللّٰهَ مَعَكَ يُرَاقِبُكَ وَ أَنَّ الْمَلَائِكَةَ حَوْلَكَ يُسَجِّلُوْنَ عَلَيْكَ كُلَّ حَرْكَةٍ تَتَحَرَّكُهَا، وَ تَذَكَّرْ أَنَّ هٰذِهِ الْيَدَ الَّتِىْ مَنَحَكَ اللّٰهُ إِيَّاهَا يَنْبَغِىْ أَنْ تُسَخَّرَ فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَ أَنَّهَا سَتَشْهَدُ عَلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَمَامَ الْخَلَائِقِ كُلِّهَا قَالَ تَعَالٰى ﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى أَفْوٰهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا أَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا

يَكۡسِبُوۡنَ﴾ (یٰسین:٦٥)(کیف تحفظ القرآن الکریم،ص:١٥٢تا١٥٣)

جب تم اپنے کمرے میں یا کسی جگہ بھی تخلیہ میں ہوتو مضرِ صحت عادتوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھو اور دور از کار وادیوں میں گھومنے پھرنے سے اپنے افکار وخیالات پر پابندی لگا کر رکھو۔ نیز اس بات کو ہمیشہ کے لیے مستحضر رکھو کہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جو تمہاری تمام حرکات وسکنات کو ملاحظہ کر رہا ہے۔ اور فرشتے تیرے گرد تیری ہر حرکت ہر سکنت کو دیکھ کر اس کو قیدِ تحریر میں لا رہے ہیں اور ضبط کر رہے ہیں۔ اور یاد رکھو کہ جس ذات نے تجھے ہاتھ کا یہ عطیہ بخشا ہے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو اسی کی اطاعت میں صرف کیا جائے۔ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے یہ ہاتھ تیرے خلاف گواہی دے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے اس کی جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

نصائح حفاظ وقراء

١۔ اے قرآن کے حافظ! قرآنی عمل کے ذریعہ آراستہ ہو، اللہ تعالیٰ تجھے آخرت میں آراستہ فرما دیں گے۔ قرآن کو لوگوں کے سامنے نمائش کا ذریعہ مت بنا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے آخرت میں معیوب بنا دیں گے۔ قرآن کے حافظ کے لیے لائق ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ رات کو لمبی عبادت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں۔ اور سب لوگوں سے زیادہ آخرت کی لمبی فکر کرے جب کہ لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ (ابنِ مسعود، مسندِ دیلمی)

٢۔ قیامت کے دن حفاظِ قرآن کو دربارِ الٰہی میں پیش کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ انھیں فرمائیں گے تم میرے کلام کے حفاظ ہو جو انبیاء نے لیا تم نے بھی اسی چیز کو لیا مگر تم پر وحی نہ اُتری تھی اس لیے اب میں تم سے انہی چیزوں کا مواخذہ اور محاسبہ کروں گا جن کا انبیاء علیہ السلام سے محاسبہ ومواخذہ کروں گا، سوائے وحی کے (مسند الفردوس عن انس۔ باب حدیث ٢٢١)

٣۔ جس نے قرآن کریم کی ''حفظ یا ناظرہ'' تعلیم حاصل کی اور پھر قرآن کو لٹکا کر رکھ دیا، نہ اس کی منزل پڑھی اور نہ اس کو دیکھنا تک گوارہ کیا، قرآنِ کریم قیامت کے دن ایسے آدمی کے ساتھ چمٹا ہوا اور اس کو پکڑے ہوئے آئے گا اور کہے گا اے ربّ العالمین! تیرے اس

بندے نے مجھے بالکل نظر انداز کر رکھا تھا پس میرے اور اس کے درمیان فیصلہ فرمائیے۔ (ظاہر ہے کہ وہاں اس آدمی کو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا لہٰذا قرآن کے حق میں فیصلہ صادر ہو کر ایسے آدمی کو جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ والعیاذ باللہ۔ (تفسیرِ قرطبی۔ص:۲۷/۲۸، ج:۱۳)

۴۔ قرآن شریف کی منزل میں سستی کرنے والا حافظ، دنیا میں رزق کی تنگی میں مبتلا ہوگا اور آخرت میں نابینا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ جمع الفوائد میں سعد بن عبادہ کی حدیث ''قرآن بھول جانے والا حافظ قیامت کے دن کوکوڑھی ہو کر حاضر ہوگا۔'' نقل کر کے رزین کی روایت سے آیاتِ ذیل کو اس کی دلیل بنایا ہے: ﴿وَ مَنْ اَعْـرَضَ عَـنْ ذِكْـرِىْ فَـاِنَّ لَـهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمٰى﴾ (سورۂ طٰہٰ، آیت:۱۲۴)

اگر تم چاہو تو اس کی دلیل کے لیے یہ آیتیں پڑھ کر دیکھ لو۔ جو شخص ہمارے ذکر یعنی قرآن سے اعراض کرتا ہے اس کی زندگانی تنگ ہے اور قیامت کے دن ہم اس کو اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔ (کوڑھی بھی اندھے کے حکم میں ہے) وہ عرض کرے گا یا رب! میں تو بینا تھا مجھے نابینا کیوں کر اُٹھایا۔ ارشاد ہوگا اس لیے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے انھیں بھلا دیا تو آج تو بھی اسی طرح بھلایا جا رہا ہے یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔ (فضائل القرآن)

۵۔ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰيَـاتٍ مِّـنَ الْبَقَرَةِ عِنْدَ مَنَامِهٖ لَمْ يَنْسَ الْقُرْآنَ اَرْبَعٌ مِنْ اَوَّلِهَـا وَ آيَةُ الْكُرْسِىِّ وَ آيَتَانَ بَعْدَهَا وَ ثَلَاثٌ مِّنْ آخِرِهٖ (دارمی عن المغيرة بن سبيع عن ابنِ مسعود)

جو سوتے وقت بقرہ کی دس آیتیں پڑھے: چار شروع والی 'المفلحون' تک، ایک آیت الکرسی دو اس کے بعد والی اور تین اخیر والی 'للہ ما فی السمٰوات' سے آخر تک۔ وہ قرآن کبھی نہ بھولے گا۔ (ملاحظہ ہو حصۂ اول، باب ۸، حدیث نمبر ۸/۲۳۲)

۶۔ حافظِ قرآن کی یہ شان نہیں کہ اپنی ضرورت کسی آدمی کے پاس لے کر جائے۔ البتہ اور لوگ اس کے پاس اپنی ضروریات لے کر حاضر ہوں یہ اس کے شایانِ شان ہے۔ (فضیل بن عیاض)

۷۔ اگر حافظِ قرآن خوش الحان ہو تو اس بات کا ہرگز خواہش مند نہ ہو کہ اگر اغنیاء و سلاطین اس سے قرآن شریف سنانے کی یا نماز پڑھانے کی فرمائش کریں تو ان کی دولت کی طمع

کی بناء پر ان کی فرمائش پوری کردے۔لیکن اگر فقراء فرمائش کریں تو ان کے فقر و فاقہ کی وجہ سے ان کی فرمائش پوری نہ کرے۔ پس اس کا اصل مقصود دنیا کی دولت نہ ہونی چاہیے کہ جہاں بھی وہ اس کو مل رہی ہو وہیں دوڑ کر پہنچ جائے۔

۸۔ قرأتِ سبع یا عشرہ کے ذریعہ اپنے سے کم درجے کہ حفاظ پر اپنا سکہ نہ جمائے۔

۹۔ اَلْغِیْبَۃُ فَاکِهَۃُ الْقُرَّاءِ۔غیبت قراء کا میوہ ہے۔(ملاعلی قاری)

۱۰۔ اَکْثَرُ مُنَافِقِیْ هٰذِہِ الْاُمَّۃِ قُرَّاؤُهَا۔(رواہ احمد فی مسند، والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب عن عبداللہ بن عمرو)

اس امت کے اکثر منافقین قراء قرآن ہیں۔ اور قراء سے وہ علماء سو اور اصحابِ اہواء مراد ہیں جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ مثلاً ڈاڑھی منڈواتے ہیں۔ تہبند کو ٹخنوں کے نیچے رکھتے ہیں۔ سگریٹ یا تمبا کو نوشی کرتے ہیں۔ اصحابِ مناصب کے ساتھ 'مداہنت' کے مرتکب ہوتے ہیں۔ منصب یا عزّت و جاہ یا مال کی خاطر ان کے پاس چکر لگاتے ہیں۔ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دیتے ہیں۔ رِبا کو نفع کا نام دیتے ہیں۔ پردہ کو بدعت کہتے ہیں۔ والعیاذ باللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ و الی اللہ المشتکی وھوالمستعان۔(الکلمات الحسانص ۱۲۲)

۱۱۔ لَا یَغُرَّنَّکُمْ مَّنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ اِنَّمَا هُوَ کَلَامٌ یَّتَکَلَّمُ بِہٖ وَ لٰکِنِ انْظُرُوْا مَنْ یَّعْمَلُ بِہٖ ۔جو شخص قرآنِ پاک کی ظاہر تلاوت کر رہا ہو اس سے تم ہرگز اس کی نیکی اور پرہیز گاری کے متعلق دھوکے میں نہ پڑ جانا کیوں کہ ''بغیر عمل کے تو'' وہ محض ایک کلام کا ظاہری تکلم کر رہا ہے۔ البتہ جو قاری قرآن پر عامل بھی ہو اس کو وقعت اور عزّت کی نگاہ سے دیکھنا۔ (عمر فاروقؓ۔اقتضاء العلم۔ص:۱۹۸)

۱۲۔ اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَیْرِ الْغَالِیْ فِیْہِ وَ لَا الْجَافِیْ عَنْہُ (ابی دائود عن ابی موسیٰ اشعریؓ، کتاب الادب، باب تنزیل الناس منازلھم)

یعنی مسلمان بوڑھے کی اور ایسے حافظِ قرآن کی تعظیم بجا لانا، جو نہ قرآن میں غلو کرنے والا ہو اور نہ اس سے دوری اختیار کرنے والا ہو منجملہ تعظیمِ ربّ ذوالجلال کے ہے۔(کیونکہ وہ کلامِ

الٰہی کا حامل ہے۔) اس حدیث شریف میں جہاں لوگوں کو باعمل حفاظِ قرآن کی تعظیم بجالانے کی ترغیب اور انھیں اذیت پہنچانے کی ممانعت ارشاد فرمائی گئی ہے وہیں حفاظِ قرآن کو بھی چار اہم تنبیہات فرمائی گئی ہیں۔ اول اصولِ تجوید کی مخالفت کرکے ادائیگیٔ حروف میں حد سے تجاوز نہ کیا جائے۔ دوم قرآن کی تفسیر میں تحریف و غلط تفسیر کا نیز بدعات کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ سوم قرآن کی تلاوت اور منزل میں ناغہ، بے قاعدگی اور سستی سے پرہیز کیا جائے۔ چہارم قرآنی احکام پر عمل کرنے میں کاہلی ولاپرواہی نہ برتی جائے۔

۱۳۔ قرآن پڑھو، اس میں غلو مت کرو اور اس سے دوری مت اختیار کرو اور اس کے ذریعہ مت کھاؤ اور ذخیرہ اندوزی نہ کرو۔ (غلو سے بدعت اور دوری سے معصیت مراد ہے۔)
(مسند احمد عن عبدالرحمٰن بن سبیلؓ)

۱۴۔ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَةٌ مُؤْمِنٌ وَّ مُنَافِقٌ وَّ فَاجِرٌ فَقَالَ بَشِيْرُ لِلْوَلِيْدِ مَا هٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ، اَلْمُنَافِقُ كَافِرٌ بِهِ وَ الْفَاجِرُ يَتَاكَّلُ بِهِ وَالْمُؤْمِنُ مُؤْمِنٌ بِهِ
(مسند احمد عن سہل بن سعد)

قرآن کو تین طرح کے آدمی پڑھتے ہیں: مومن، منافق، فاجر۔ بشیر خولانی نے ولید بن قیس سے پوچھا یہ تینوں کون ہیں؟ کہا منافق تو کافر ہے، فاسق اس کے ذریعہ کھاتا ہے اور مومن اس پر ایمان لاتا ہے۔

۱۵۔ حافظِ قرآن اپنے دو پہلوؤں کے درمیان علمِ نبوت اور کلامِ الٰہی سموئے ہوئے ہیں۔ (جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے) لہٰذا اس کو زیبا نہیں کہ غصہ کرنے والوں کے ساتھ غصہ کرے اور جاہلوں کے ساتھ جہالت کا ثبوت دے۔ (اگر وہ گالی گلوچ پر اتر آئیں تو حافظِ قرآن ہرگز ان کا مقابلہ گالی گلوچ سے نہ کرے بلکہ ارشادِ باری ﴿وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا﴾ پر عمل کرے کہ جب جاہل لوگ اللہ کے بندوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ سلام سلام کہہ دیتے ہیں۔) (مستدرک حاکم عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

۱۶۔ اِنَّ اَحَدَكُمُ الْقُرْآنَ مِنْ تَحْتِهِ اِلٰى خَاتِمَتِهِ مَا يُسْقِطُ مِنْهُ حَرْفًا وَ قَدْ اَسْقَطَ الْعَمَلَ بِهِ۔ تم میں سے کوئی قاری فاتحہ سے ناس تک پورا قرآن پڑھ ڈالتا ہے اور اس

میں ایک غلطی بھی نہیں کرتا مگر عمل میں بالکل صفر ہوتا ہے۔(گویا اس نے پورا قرآن ہی غلط پڑھا ہے)(ابنِ مسعود)

۱۷۔ يَاْتِیْ قَوْمٌ يَقْرَؤُوْنَ الْقُرْآنَ وَ يَقُوْلُوْنَ مَنْ اَقْرَأُ مِنَّا فَمَنْ اَعْلَمُ مِنَّا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰی اَصْحَابِهٖ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ فَاُولٰئِكَ مِنْ خَيْرٍ قَالُوْا لَا قَالَ فَاُولٰئِكَ مِنْكُمْ وَ اُولٰئِكَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اُولٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ۔ (ابوالعلٰی و غیرہ عن عباس)

کچھ عرصہ کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو قرآن پڑھیں گے اور ڈینگیں ماریں گے کہ ہم سے بڑا قاری کون ہے، ہم سے بڑا عالم کون ہے۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا ایسے لوگوں میں کچھ خیر تم محسوس کرتے ہو؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا: یہ لوگ تم میں سے ہوں گے۔ اس امت میں سے ہوں گے لیکن دوزخ کی آگ کا ایندھن ہوں گے۔

۱۸۔ قرآن صرف حروف کے حفظ کرنے کا نام نہیں جبکہ اس کی حدود ضائع کی جا رہی ہوں حتیٰ کہ بعض اوقات ایک حافظ و قاری فخریہ انداز میں کہنے لگتا ہے میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور اس میں ایک غلطی بھی نہیں آئی باوجود یہ کہ عملی طور پر اس نے پورا ہی غلط پڑھا ہے۔ کوئی حافظ یوں کہتا ہے کہ میں پوری سورت ایک ہی سانس میں پڑھ لیتا ہوں۔ واللہ! ایسے حفاظ نہ قراء ہیں نہ حکماء نہ اتقیاء۔ جب تک ایسے متکبر قراء موجود ہوں اللہ کرے لوگوں میں مزید ایسے حفاظ و قراء کا اضافہ نہ ہو۔ (حسن بصری)

۱۹۔ اس قرآن کو تین طرح کے اشخاص نے پڑھا ہے: اول وہ جس نے قرآن کو پونجی کا ذریعہ بنا رکھا ہے اور اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیے لیے پھرتا ہے۔ دوم وہ جس نے قرآن کے الفاظ تو یاد کر لیے لیکن اس کی حدود ضائع کر دی۔ یہ ادّعا کرتا ہے کہ میرے پورے قرآن میں کوئی غلطی نہیں آتی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ قبروں کی تعداد بڑھا دیں اور دنیا کے گھروں کو ان سے پاک و صاف کر دیں۔ واللہ! ان لوگوں کا تکبر صاحبِ تخت اور صاحبِ منبر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ سوم وہ قاری جس نے رات کو جاگ کر قرآن پڑھا اور دن کو بھوکا پیاسا رہا اور خواہشاتِ نفس پر پہرہ بٹھا دیا۔ پوری رات اپنے قدموں پر برابر کھڑا رہتا ہے اور محراب کو زینت بخشتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی بدولت اللہ تعالیٰ دشمن کو دفع فرماتے ہیں

اورانہی کے طفیل ہم پر بارش برساتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ سرخ خالص سونے سے بھی زیادہ عنقاء ہیں۔

۲۰۔ سات حقوق قرآن کی جامع: قیام اللیل، حق تلاوت، اشاعت، استغناء، حسنِ صوت، تدبر وغور، اخلاص وطلبِ آخرت۔

یٰـا اَهۡلَ الۡقُرۡآنِ لَا تَتَوَسَّدُوۡا الۡقُرۡآنَ وَ اتۡلُوۡهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ مِنۡ اٰنَاءِ اللَّیۡلِ وَ الـنَّهَارِ وَ اَفۡشُوۡهُ وَ تَدَبَّرُوۡا مَا فِیۡهِ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ وَلَا تُعَجِّلُوۡا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا (شعب الایمان للبیهقی عن عبیدة الملیکیؓ)

اے اہلِ قرآن! قرآن کو تکیہ بنائے سوئے نہ پڑے رہو۔ اور دن رات کی گھڑیوں میں کماحقہ اس کی تلاوت کیا کرو۔ (یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھا کرو) آگے اس کی اشاعت وتعلیم کا کام کیا کرو۔ اس کے ذریعہ استغناء وبے نیازی حاصل کرو نیز اس کو حسنِ صوت سے پڑھا کرو، اس میں غور وفکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پالو۔ اور اس کا نقد معاوضہ دنیا میں مت طلب کیا کرو کیونکہ آخرت میں اس کا عظیم ثواب ومعاوضہ ہے۔ (یعنی یہ سوچو کہ قرآن کریم کا کامل اجر آخرت میں ہی عطا ہوگا)

نصائحِ اُستاد ومدرّس

۱۔ وَدِدۡتُ اَنَّ الۡـخَـلۡقَ تَعَلَّمُوۡا هٰذَا الۡعِلۡمَ اَیۡ عِلۡمَهٗ وَ کُتُبَهٗ عَلٰی اَنۡ لَا یُنۡسَبُ اِلَیَّ حَرۡفٌ مِّنۡهُ۔

مجھے یہ بات پسند ہے کہ مخلوق میرا سارا علم اور میری تمام کتابیں حاصل کرلیں خواہ میری طرف اس علم کا ایک بھی حرف منسوب نہ کریں۔ (امام شافعیؒ)

۲۔ لَا تَدۡخُلۡ عَلٰی امۡرَاَةٍ وَ لَوۡ قُلۡتَ اُعَلِّمُهَا کِتَابَ اللّٰهِ۔

کسی اجنبی خاتون کے پاس ہرگز مت جاؤ خواہ تم یہی کہو کہ میں تو اس کو قرآن شریف پڑھانے جارہا ہوں۔ (میمون بن مہران میسر اعلام النبلاءؒ۔ ص:۴۷۰، ج:۶)

۳۔ تنخواہ کو اصل مقصود نہ بنائیں بلکہ صرف واسطہ اور آلہ کے درجہ میں رکھیں جس کا معیار یہ ہے کہ اگر ایک جگہ مقررہ تنخواہ سے کام چل رہا ہو، کام بھی چل نکلا ہو اور پھر کسی جگہ سے

زیادہ تنخواہ کی پیشکش ہوجائے تو پہلی کو ہرگز نہ چھوڑ دیں وگرنہ آپ کا اصل مقصود تنخواہ ہوگا۔ اگر پہلی جگہ بے وجہ اعتراضوں کی وجہ سے ذہنی کوفت رہتی ہوتو اس کو اپنی کامیابی کی دلیل سمجھیں اور خوب جم کر کام کریں۔

۴۔ حضراتِ مدرسین حتی المقدور طالبِ علم سے ہدیہ قبول کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ طالبِ علم سے ہدیہ قبول کرنے میں اخلاص وتقویٰ اور للّٰہیت فوت ہوجانے کا سخت اندیشہ ہے۔

۵۔ عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کوئی مہاجر حاضر ہوتا تو آپؐ ہم میں سے کسی کے سپرد فرما دیتے کہ اس کو قرآن سکھاؤ۔ چنانچہ ایک مہاجر کو میرے سپرد فرمایا۔ میں انھیں قرانِ پاک کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس مہاجر نے ایک کمان مجھے تحفے میں دی۔ جب حضور اقدس ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو فرمایا تم نے اپنے کندھوں پر آگ کا ایک انگارہ لٹکا لیا ہے۔ (ابوداؤد فی الاجارہ۔ فضائلِ ابی عبید، ص: ۱۰۶)

ابوداؤد کہتے ہیں کہ حضرت اُبی بن کعبؓ نے ایک یمنی شخص کو ایک سورت سکھائی پھر اس کے پاس اُبی نے ایک کمان دیکھی تو فرمایا یہ میرے پاس فروخت کردو۔ اس نے کہا نہیں۔ بلکہ میں یہ کمان آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں۔ حضرت اُبیؓ نے حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا تو فرمایا اگر تم آگ کی کمان لینا چاہتے ہو تو لے لو۔ (ابن حبان وطبرانی۔ فضائل ابی عبید، ص: ۱۰۷)

۷۔ اُبی کہتے ہیں کہ میں نابینا صحابی کو قرآنِ پاک پڑھانے جایا کرتا تھا۔ جب میں ان کے پڑھانے سے فارغ ہوجایا کرتا تو وہ میرے لیے کھانا منگوایا کرتے تھے جس کو میں نوش کرلیا کرتا تھا۔ میرے دل میں اس کھانے کی طرف سے خدشہ پیدا ہوا تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اس کے متعلق استفسار کیا تو فرمایا: اگر یہ طعام اس صحابی کے اہلِ خانہ ہی کے طعام سے ہے تب تو کوئی حرج نہیں اور اگر یہ پُرتکلف ہدیہ کی صورت میں ہے تو پھر مت کھایا کرو۔ اگلے روز جب میں اس نابینا صحابی کو پڑھانے کے لیے گیا اور انھوں نے بعد از فراغت اپنی باندی کو حسبِ دستور کھانا لانے کے لیے کہا تو میں نے پوچھا کیا سب اہلِ خانہ کا یہی طعام ہے؟ انھوں نے کہا ایسا تو نہیں بلکہ یہ کھانا آپ ہی کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ اس پر میں نے کہا: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسے کھانے سے منع فرما دیا ہے۔ (ابن حبہ فی

التجارات، باب الاجر علی تعلیم القرآن) (فضائلِ ابی عبید، ص:۱۰۸)

۸۔ مُصعب بن زبیرؓ نے عبداللہ بن مغفّلؓ سے کہا کہ ماہِ رمضان میں لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ جب عید الفطر ہوئی تو حضرت مصعب نے (یا عبیداللہ بن زیاد نے) پانچ سو درہم اور ایک جوڑا حضرت عبداللہ بن مغفّلؓ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت موصوف نے یہ چیزیں رد کر دیں اور فرمایا کہ میں قرآن پر اجرت نہیں لیتا ہوں۔ (تذکرۂ قرطبی، فضائلِ ابی عبید۔ ص:۱۰۸)

۹۔ تدریسِ قرآن میں لگ جانے کے بعد اس کو ہرگز مت چھوڑیں ورنہ قرآنِ پاک آپ کو چھوڑ دے گا۔ بے شمار واقعات و تجربات سے ثابت ہے کہ ایسے حضرات جو تدریسِ قرآن چھوڑ دیتے ہیں جب تک واپس اپنے قرآنی مشن اور پڑھنے پڑھانے کی لائن پر واپس نہیں آجاتے ہمیشہ بدحال و پریشان، مصیبت زدہ، تنگدست رہتے ہیں۔ حوادث و مقدمات، امراض و مشکلات، قرضوں اور طرح طرح کی پریشانیوں میں گھر جاتے ہیں۔ سر سے پیر تک آفات و بلیات کا شکار ہو کر ان کے اندر غرق ہو جاتے ہیں۔ کوچہ کوچہ بھٹکتے اور دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں تا آنکہ رجوع و توبہ اور استغفار کر کے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ کر دوبارہ اس کام میں لگ جانے کا پختہ عہد اللہ سے نہ کرلیں۔

۱۰۔ حسن بن ربیع بورانی کہتے ہیں کہ میں امام شافعی کے پاس حاضر تھا جب واپس آنے لگا تو فرمایا چمڑے کا بھاؤ پوچھ کر آنا۔ جب میں چل پڑا تو واپس بلوایا اور فرمایا بھاؤ مت پوچھنا کیونکہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو اور مجھے پسند نہیں کہ اپنے کسی شاگرد سے کسی خدمت کا مطالبہ کروں۔ (اَخلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ للآجری)

۱۱۔ ایک مرتبہ امام حمزہ بہ تقدیرِ ربانی کنویں میں گر گئے۔ جو آدمی بھی نکالنے کے لیے آتا اسی سے پوچھتے کیا تم نے مجھ سے قرآن شریف تو نہیں پڑھا ہے؟ چونکہ پورا کوفہ ہی آپ کا شاگرد تھا اس لیے ہر ایک یہی کہتا، جی ہاں، میں نے آپ سے قرآن شریف پڑھا ہے۔ تو آپ اس جواب پر اس کے ذریعہ کنویں سے باہر نکلنے سے انکار فرما دیتے۔ (تاکہ کسی شاگرد سے کوئی خدمت و مدد حاصل نہ ہو) تمام اہلِ کوفہ حد درجہ پریشان ہوئے آخر ان کی نظر ایک دیہاتی پر پڑی۔ وہ نکالنے کے لیے آیا۔ اس سے بھی امام حمزہ نے وہی سوال کیا۔ اس نے نفی میں جواب دیا

کہ میں نے نہ تو آپ سے پڑھا ہے اور نہ آپ کے کسی شاگرد سے، تب جا کر اس کے سہارے کی مدد سے نکلنے پر آمادہ ہوئے۔ سبحان اللہ! یہ ہے کمالِ تقویٰ۔ (میقات شرح مشکوٰۃ، ص:۷، ج:۱۰، بحوالہ ہدیٰ وبشریٰ لجیران الحبیب المصطفیٰ، ص: ۲۴۸)

حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو خط لکھا: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے دو دمڑیوں کے بدلے میں اپنا دین فروخت کر دیا ہے۔ آپ نے ایک دودھ فروش سے پوچھا، یہ دودھ کتنے میں ہے؟ اس نے کہا آپ کے لیے درہم کے چھٹے حصہ میں ہے۔ آپ نے کہا نہیں، بلکہ آٹھویں حصہ۔ اس نے کہا ٹھیک ہے لے لیں اور وہ آپ کو پہچانتا تھا۔ اپنے سر سے غفلت کی اوڑھنی اُتاریئے اور موت کی نیند اور غفلت سے بیدار ہو جایئے۔ اور جان لو کہ جس نے قرآن پڑھا اور پھر اس کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دی، مجھے ڈر ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کے ساتھ مذاق کرنے والوں میں شمار ہوگا۔ (اَخلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرآنِ)

۱۴۔ ﴿وَ لَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ (سورۂ لقمان، آیت:۱۸) لوگوں سے اپنا رخسار مت پھیرو۔ اَیْ یُکُوْنُ الْغَنِیُّ وَ الْفَقِیْرُ عِنْدَكَ فِی الْعِلْمِ سَوَاءٌ یعنی تدریسِ علم میں مالدار اور فقیر وتنگدست دونوں تمھاری نظر میں برابر ہونے چاہئیں۔ (ابو العالیہ تابعی)

۱۵۔ اگر طالبِ علم پر مکھی بھی بیٹھتی ہے تو اس سے بھی مجھے اذیت وکوفت ہوتی ہے۔ (ابنِ عباسؓ)

۱۶۔ کوئی شاگرد غلطی کرے تو نہ اس پر (بے وجہ اور حد سے زیادہ) سختی کریں نہ اسے شرمسار کریں بلکہ اپنے تمام معاملات میں نرمی اور صبر کا دامن تھامے رکھو تاکہ طالبِ علم آپ کے ساتھ مانوس رہے اور تمہاری صحبت میں بیٹھنے والا شخص شاداں وفرحاں رہے۔ (ابوبکر آجری)

۱۷۔ یَنْبَغِی لِلْعَالِمِ اَنْ یَضَعَ الرَّمَادَ وَ التُّرَابَ عَلٰی رَاْسِهِ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عالم کو زیبا ہے کہ اپنے سر پر راکھ اور مٹی ڈالے رکھے یعنی اللہ عزوجل کی خوشنودی کی خاطر لوگوں کے سامنے تواضع اور مسکنت اختیار کیے رہے۔ (ایوب سختیانی) (ابن عبد البر فی جامع بین العلم وفضلہ)

۱۸۔ تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّکِیْنَةَ وَ الْحِلْمَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ

تُعَلِّمُوْنَ وَ لْيَتَوَاضَعُ لَكُمْ مَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَ لَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُمْ (کنز العمال عن عمر موقوفاً)۔ علم بھی سیکھواور علم کی خاطر سکون و بردباری بھی سیکھواور جن کوتم علم سکھلاتے ہوان کے سامنے نرمی اور تواضع اختیار کرواور جن کوتم علم سکھاتے ہو وہ تمہارے سامنے عاجز و متواضع بن کر رہیں اور تم جابر علماء نہ بنو کیونکہ تمہاری جہالت کی باتیں تمہارے علم کو رائج و شائع نہ ہونے دیں گی۔ (حضرت فاروقِ اعظمؓ)

۱۹۔ عَلِّمُوْا وَ لَا تُعَنِّفُوْا فَاِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّفِ ۔(شعب الایمان للبیہقی عن ابی ہریرةؓ) علم سکھلاؤ لیکن سختی نہ کرو کیونکہ سخت گیر کے مقابلے میں معلم بہتر ہے۔

۲۰۔ بری نیت سے بے ریش بچے کو صرف دیکھنا یا اس سے مصافحہ کرنا بھی بالاتفاق حرام ہے چہ جائیکہ اس کے ساتھ تخلیہ کیا جائے کہ یہ مدرس کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ (فتاویٰ نوویہ)

۲۱۔ میں ہر عورت کے ساتھ تو صرف ایک شیطان دیکھتا ہوں لیکن امرد (بے ریش بچے) کے ساتھ سترہ شیطان دیکھتا ہوں۔ (سفیان سوریؒ)

۲۲۔ ابوعبداللہ زراد کو فوت ہوجانے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ حال پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے تمام گناہ بخش دیے لیکن ایک مرتبہ میں نے ایک خوبصورت آدمی کی طرف نظر کی تھی اس کی سزا میں مجھے پسینے میں کھڑا کیا گیا جس کی وجہ سے میرے منہ کا سارا گوشت گر گیا۔ (تلبیسِ ابلیس، لابن الجوزی)

۲۳۔ عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین سے فرمایا کہ تمہاری مثال نمک کی طرح ہے۔ اگر کوئی اور چیز خراب ہوجائے تو نمک کے ذریعہ اس کی اصلاح ہوسکتی ہے لیکن اگر نمک ہی خراب ہوجائے تو اس کی اصلاح کس طرح ہوسکتی ہے؟ نیز فرمایا، تم میں دو باتیں جہالت کی ہیں: ایک بغیر تعجب کے خوامخواہ ہنسنا دوسری صبح تک سوتے رہنا۔ (حاشیہ اخلاق حملۃ القرآن)

نصائحِ شاگرد و طالب علم

۱۔ ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب سُلمی کے پاس جب کسی شخص کا قرآن کریم مکمل ہوجاتا تو اس کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اس کے سر پر دستِ شفقت رکھ کر کلماتِ نصیحت یوں تلقین فرماتے، ''میرے پیارے! اللہ سے ڈرتے رہنا، تقویٰ اختیار کیے رکھنا، جو تم نے سیکھا ہے اگر

اس پر عمل کرتے رہے تو میرے نظریہ اور اعتقاد کے مطابق تمہارے سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔

۲۔ مقری ارادت الحق گیاوی جب کسی کو قرآن ختم کراتے تو رِقت طاری ہو جاتی۔ روتے روتے کلماتِ نصیحت تلقین فرمایا کرتے۔ اس میں التزاماً با قاعدہ اس کا ذکر ضرور ہوتا کہ ''بیٹا، قرآن کو مت بیچنا۔'' (تذکرۂ قاریانِ ہند، ص: ۳۲۰، ج: ۲)

۳۔ قرآن کے استاد کو چھوڑ دینا سخت گناہ ہے۔ جس نے کسی شخص کو کتاب اللہ کی ایک آیت بھی سکھلا دی وہ اس کا آقا بن گیا۔ غلام کو مناسب نہیں کہ اپنے آقا کو چھوڑ دے (یا رسوا کرے یا دوسروں کو اس کے مقابلے میں ترجیح دے۔) اگر اس نے ایسا کیا تو (گویا) اس نے اسلام کے حلقوں میں سے ایک حلقہ کو توڑ ڈالا یعنی بہت گناہ کیا۔ (بیہقی، طبرانی، ابنِ عدی و ابن مردویہ)

۴۔ لَا يَزَالُ الرَّجُلُ عَالِمًا تَعَلَّمَ فَإِذَا تَرَكَ كَانَ اَجْهَلُ مَا يُكُوْنُ ۔ جب تک آدمی علم سیکھتا رہتا ہے برابر علم میں ترقی کرتا رہتا ہے لیکن جب علم سیکھنا چھوڑ دے تو بڑا جاہل بن جاتا ہے۔ (سعید بن جبیر)

۵۔ مَنْ ظَنَّ اَنَّهُ لَيَسْتَغْنِى عَنِ التَّعْلِيْمِ لِيَبْكِ عَلٰى نَفْسِهِ (جو شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ وہ حصولِ علم سے بے نیاز ہو گیا ہے اسے اپنے اوپر جی بھر کر رونا چاہیے۔) (ابو حنیفہؒ)

۶۔ طالبِ علم کے لیے عشاء کے بعد مطالعہ اور تکرار بہترین عشائیہ ہے۔ مَا مِنْ عَاشِيَةٍ (اعل العَشاءَ) اَشَدَّا اَنَقًا۔ (ای اَحْسَنُ مَنْظَرٍ) وَ لَا اَبْعَدُ شِبَعًا مِنْ طَالِبِ عِلْمٍ، طَالِبُ الْعِلْمِ جَائِعٌ عَلَى الْعِلْمِ اَبَدًا۔ کوئی عشاء کا کھانا کھانے والا ایسا نہیں جو طالبِ علم سے زیادہ خوش منظر اور کھانے کا زیادہ حریص و بھوکا ہو کیونکہ طالبِ علم ہمیشہ علم کا حریص و بھوکا ہوتا ہے۔ (عبید بن عمیر) (حواشی فضائلِ عبید۔ ص: ۲۵۶)

۷۔ ابن ابی حاتم (جو جرح و تعدیل کے امام ہیں) فرماتے ہیں: ہم زمانۂ تحصیلِ علم میں مصر میں سات مہینے تک اس حالت میں رہے کہ شوربا استعمال کرنے کی فرصت نہ ملی۔ ہمارا پورا دن اساتذہ کی مجالسِ درس کے لیے اور پوری رات تکرار و مطالعہ کے لیے وقف تھی۔ ایک روز میں اور میرا ساتھی ایک استاد صاحب کی خدمت میں سبق کے لیے حاضر ہوئے تو معلوم ہوا کہ

آج وہ بیمار ہیں۔ واپسی پر ہم نے راستے میں ایک مچھلی دیکھی جو ہمیں اچھی لگی۔ ہم نے وہ مچھلی خرید لی۔ گھر پہنچے تو ایک اور استاذ صاحب کے درس کا وقت ہوگیا۔ مچھلی تیار کرنے کا ہمیں موقع نہ مل سکا اور مجلسِ درس میں چلے گئے۔ اسی طرح مسلسل تین دن گزر گئے حتیٰ کہ مچھلی خراب ہونے کو ہوگئی۔ بالآخر ہم نے وہ مچھلی کچی ہی کھالی۔ اس کو تیار کرنے اور بھوننے کی ہمیں فرصت نہ مل سکی۔ ابن ابی حاتم یہ واقعہ نقل کر کے فرماتے ہیں، "لَا یُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجَسَدِ۔ تن آسانی اور راحت طلبی سے علم کبھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ (تذکرۃ الحفاظ اَعلام النبلاء۔ بحوالہ زادالمتقین، ص: ۲۸۷)

۸۔ امام محمد راتوں کو بالکل نہیں سوتے تھے۔ ان کے پاس کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے ہوتے تھے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت بھر جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع فرما دیتے تھے۔ جب آپ راتوں کو جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے کہ بھلا! شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ (ظفر المحصلین، ص: ۸۸)

۹۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے امام محمد کے یہاں قیام کیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر بلا تجدیدِ وضو نمازِ فجر ادا کرآئے۔ مجھے یہ بات کھٹکی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پس آپ نے رات بھر اپنے لیے کام کیا اور میں نے پوری رات امت کے لیے۔ (حوالہ بالا، ص: ۸۹)

۱۰۔ **طلبِ علم کی حرص اور ایک طالبِ علم کی ذہانت کا واقعہ:** حُمیدی کہتے ہیں کہ ہم سفیان بن عینیہ کے پاس سبق پڑھ رہے تھے۔ حضرت موصوف نے **ماء زمزم لما شرب له** (زمزم کا پانی اس غرض کے لیے ہے جس غرض کے لیے اس کو پیا جائے) والی حدیث بیان کی۔ اسی وقت مجلسِ درس میں سے ایک طالبِ علم اُٹھا اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس آ کر حضرت سفیان سے عرض کرنے لگا، ابومحمد! کیا آپ نے **ماء زمزم لما شرب له** والی جو حدیث ابھی بیان کی ہے وہ صحیح حدیث ہے؟ سفیان نے فرمایا ہاں، صحیح حدیث ہے۔ کہنے لگا تو پھر میں ابھی زمزم کا

ایک ڈول اس غرض سے پی کر آیا ہوں کہ آپ مجھے سو حدیثیں بیان فرمائیں۔ حضرت سفیان نے فرمایا، اچھا بیٹھ جاؤ۔ اور پھر پوری سو حدیثیں اس کے سامنے بیان فرمادیں۔ (آج کا ہم جیسا کوئی طالبِ علم ہوتا تو شاید اس نیت سے زمزم پی کر آتا کہ ابھی فوری سبق بند کردیں) (فراسة المومن، ص:۱۰۸، ج:۱، تالیف ابراہیم بن عبداللہ الحازمی)

۱۱۔ **حرصِ علم کا ایک اور واقعہ:** ابن ابی ذر کہتے ہیں کہ جب حجاج کرام حج سے واپس آیا کرتے تو حضرت سفیان بن عیینہ ان کی زیارت کی غرض سے بابِ بنی ہاشم میں کسی اونچی جگہ بیٹھ جایا کرتے۔ ایک محدث حج سے واپس آئے تو سفیان بن عیینہ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہنے لگے، ابو محمد مجھ سے حدیث بیان کیجیے۔ سفیان بن عیینہ نے چند احادیث بیان فرمادیں۔ وہ کہنے لگے اور احادیث سنائیے۔ سفیان نے اور سنادیں۔ اس محدث نے کہا اور سنائیے۔ اس پر سفیان بن عیینہ نے اس کے سینے پر ایک ٹھونسا مارا اور وہ محدث نیچے ایک وادی میں جا گرا۔ یہ خبر پھیل گئی۔ سب حجاج اکٹھے ہوگئے اور شور مچ گیا کہ سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو قتل کر ڈالا۔ جب شور بہت زیادہ ہوگیا اور حضرت سفیان کو کچھ خوف سا لاحق ہونے لگا تو نیچے اُتر کر اس محدث حاجی کے پاس آئے۔ اور اس کے سر کو اپنی گود میں لے کر فرمانے لگے، بھائی تمہیں کیا ہوگیا، کہاں چوٹ لگ گئی؟ یہ باتیں سن کر وہ حاجی محدث مزید اپنے پاؤں زمین پر مارنے لگا اور منہ سے جھاگ نکالنے لگا۔ لوگوں نے بھی زیادہ شور وغوغا شروع کر دیا کہ سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو مار ڈالا۔ سفیان بن عیینہ سمجھ گئے کہ یہ مکر کر رہا ہے اس کے کان میں فرمانے لگے، اللہ کے بندے! تو دیکھتا نہیں کہ لوگ میرے بارے میں کیا کیا باتیں کر رہے ہیں۔ اب تو اُٹھ بھی جا، تیری ہلاکت ہو۔ وہ دبی آواز سے بولا، واللہ! جب تک آپ مجھے زہری اور عمرو بن دینار کی سو حدیثیں نہیں سنا دیں گے میں ہرگز نہ اُٹھوں گا۔ بالآخر حضرت سفیان بن عیینہ نے سو حدیثیں سنائیں تب وہ محدث حاجی اُٹھا۔ (اس ترکیب سے اس محدث حاجی نے اپنی طلبِ علم کی پیاس بجھائی۔ ہم سا کوئی ہوتا تو شاید یہ مکر اس لیے کر لیتا کہ آپ حدیثیں سنانا بند کردیں۔ میں بہت تھک گیا ہوں۔) (حوالہ بالا)

۱۲۔ امام عاصم کا اپنے شاگرد امام ابوحنیفہ سے علم فقہ حاصل کرنا: حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے امام عاصمؒ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ اسی لیے امام عاصم کی قرأت ہی ابوحنیفہ کی قرأت ہے۔ پھر جب امام ابوحنیفہ فقہ میں امامت کے درجے پر فائز ہوگئے تو امام عاصم آپ کی خدمت میں علمِ فقہ حاصل کرنے کی غرض سے تشریف لائے اور فرمایا: اَتَیْتَـنَـا صَغِیْرًا وَّ اَتَیْنَاكَ كَبِیْرًا آپ تو ہمارے پاس صغرسنی میں آئے تھے اور ہم آپ کے پاس کبرسنی میں آئے ہیں۔ رحمہما اللہ (طبقات القراء لابن الجزری، بحوالہ حواشی فضائل ابنِ عبید، ص: ۲۱۶)

۱۳۔ تَـفَقَّهُوْا قَبْلَ اَنْ تَسُوْدُوْا۔ مقتدا بننے سے پہلے علم حاصل کرو (عمر بن خطابؓ) یعنی کم عمری ہی میں علم حاصل کرو۔ کیونکہ جب تم بڑے ہوکر کسی منصب پر فائز ہوجاؤ گے تو اس وقت علم حاصل کرنے میں تمہیں شرم وحیا محسوس ہوگی اور اس طرح تم جاہل ہی رہ جاؤ گے۔ (نیز بغیر علم کے لوگوں کی گمراہی کا ذریعہ ثابت ہوں گے) (ابوعبید قاسم بن سلام)

۱۴۔ تَفَقَّهُ قَبْلَ اَنْ تَرَاَسَ فَاِذَا رَاَسْتَ فَلَا سَبِیْلَ اِلَی التَّفَقُّهِ۔ سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو۔ کیونکہ جب سردار بن جاؤ گے تو پھر علم حاصل کرنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ (شافعیؒ)

۱۵۔ تَـعَـلَّـمُـوْا الْـقُـرْآنَ وَ اسْئَلُوا اللّٰهَ بِهِ قَبْلَ اَنْ یَّتَعَلَّمَهُ قَوْمٌ یَسْاَلُوْنَ بِهِ الـدُّنْیَـا فَـاِنَّ الْـقُـرْآنَ یَتَـعَلَّمُهُ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ یَتَبَاهیٰ بِهِ وَ رَجُلٌ یَسْتَاكِلُ بِهِ وَ رَجُـلٌ یَقْرَءُ لِلّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ۔ قرآن سیکھو اور اس کے ذریعہ اللہ ہی سے سوال کرو اس سے پہلے کہ ایسے لوگ آجائیں جو قرآن کو پڑھ کر دنیا کا مطالبہ کریں گے کیونکہ قرآن کو تین طرح کے آدمی سیکھتے ہیں: اوّل جو اس کے ذریعہ فخر وغرور کرتا ہے، دوم جو اس کے ذریعہ کھاتا ہے، سوم جو اس کو خالص اللہ عزوجل کی رضامندی ہی کیلئے پڑھتا (اور سیکھتا) ہے۔ (بیہقی عن ابی سعید)

۱۶۔ مَنْ نَالَ الْعِلْمَ وَ ذَكَرَهُ حَسُنَتْ دُنْیَاهُ وَ آخِرَتُهُ

فَادِمْ لِلْعِلْمِ مُذَاكَرَهُ فَحَیَاةُ الْعِلْمِ مُذَاكَرَتُهُ

جس نے علم حاصل کیا اور پھر اس کا تکرار جاری رکھا یقیناً اس کی دنیا اور آخرت دونوں اچھی اور کامیاب ہوجائیں گی۔ لہٰذا تم علم کا تکرار ہمیشہ جاری رکھو کیونکہ علم کی زندگی و بقاء اس کا

تکرار رہی ہے۔

۱۷۔ قطب الدین رازی مصنفِ قطبی کے شاگرد مبارک شاہ ایک مرتبہ یہ دیکھنے کے لیے کہ طلباء کیا کررہے ہیں رات کو چپ چاپ نکلے اور جس حجرہ میں سید شریف مقیم تھے وہاں آئے۔اس وقت میر سید شریف آموختہ دہرارہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارح کا یہ قول ہے اور استاذ نے اس کی تقریریوں کی ہے اور میں اس کی تقریر یوں کرتا ہوں۔مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر سننے لگے۔میر صاحب کی تقریر کا اندازِ بیان اتنا دلچسپ تھا کہ 'مفتاح السعادۃ' میں لکھا ہے---لَحِفَهُ الْبَهْجَةُ وَ السُّرُوْرُ بِحَيْثُ رَقَصَ فِى فَنَاءِ الْمَدْرَسَةِ ان کو ایسی مسرت وفرحت ہوئی کہ صحنِ مدرسہ میں وجد کرنے لگے۔اس واقعہ سے استاذ اتنے متاثر ہوئے کہ صبح سے میر سید شریف کا مستقل درس مقرر کر دیا۔(ظفر المحصلین ،ص:۳۲۶و۳۲۷)

۱۸۔ زمانۂ طالب علمی میں عاجزی ومسکنت اختیار کرنے سے بعد میں عزّت و بلندی حاصل ہوتی ہے۔میں جس مجلس میں متواضع ہوکر شریک ہوا اس سے بلند ہوکر اُٹھا اور جس مجلس میں علم کے غرور و گھمنڈ کے ساتھ گیا اس میں میری ذلت و رسوائی ہوئی۔پس خبردار اللہ ہی کے لیے علم حاصل کرو۔(ابو یوسف)

۱۹۔ ذُلِّلْتُ طَالِبًا فَعُزِّزْتُ مَطْلُوْبًا۔مَیں زمانۂ طالب علمی میں تو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا لیکن اب زمانۂ مطلوبی واستاذی میں معزز ومکرم ہوں۔(ابنِ عباسؓ)

۲۰۔ زمانۂ طالب علمی میں امام مالک کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا۔مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے مصرف میں خرچ کرتے تھے۔اس کے بعد دولت کا دروازہ کُھل گیا۔حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے حفظ کر لیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا ہوں۔(ظفر المحصلین با حوال المصنّفین،ص:۷۷)

۲۱۔ عمر بن حفص اشتر کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہم اور امام بخاری ساتھ ہی علم کی تحصیل کرتے تھے۔ایک دن امام بخاری درس میں نہ آئے۔ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تن پوشی کے لیے کپڑے نہیں ہیں۔لیکن امام صاحب نے اس مرحلہ پر بھی اپنی فطری غیرت

کی قربانی برداشت نہ کی اور اپنے بے تکلف رفقاء سے بھی اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رکھا۔ ان کا یہ حال دیکھ کر فوراً کپڑے مہیا کیے گئے۔اس کے بعد امام بخاری پھر اسی طرح پابندی کے ساتھ درس میں آنے لگے۔(ظفر المحصلین، ص:۱۰۲)

۲۲۔ ادب واحترام وخدمتِ استاذ کامیابی کی پہلی سیڑھی ہے۔تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّکِیْنَةَ وَ الْوَقَارَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ (طبرانی اوسط عن ابی ھریرہؓ مرفوعاً) تم علم بھی سیکھواور علم کی خاطر بردباری اور وقار بھی سیکھواور جس سے تم علم سیکھتے ہواس کے سامنے متواضع وعاجز بن کر رہو۔

۲۳۔ ربیع شاگردِ امام شافعی فرماتے ہیں،"مَا اجْتَرَأْتُ اَنْ اَشْرِبَ الْمَاءَ وَ الشَّافِعِیُّ یَنْظُرُ اِلَیَّ ھَیْبَةً لَّهٗ" جب امام شافعی صرف دیکھ رہے ہوتے تو مجھے ان کی ہیبت و عظمتِ شان کی وجہ سے اتنی ہمت بھی نہ ہوتی تھی کہ پانی پی لوں۔

۲۴۔ مغیرہ کہتے ہیں'کُنَّا نَھَابُ اِبْرَاھِیْمَ کَمَا یُھَابُ الْاَمِیْرُ' ہم ابراہیم نخعیؒ سے ایسے ہی ڈرتے تھے جیسے حاکم وامیر سے لوگ ڈرتے ہیں۔

۲۵۔ یحییٰ اندلسی راویٔ مؤطا مالک فرماتے ہیں کہ میں امام مالک کے سامنے کتاب کا صفحہ بھی بہت آہستہ سے پلٹتا تھا تاکہ امام صاحب کو صفحہ پلٹنے کی آواز بھی سنائی نہ دے اور مجھ سے آپ کی بے ادبی نہ ہو جائے۔

۲۶۔ بعض علماء متقدمین کا یہ طریقہ کار تھا کہ استاذ کے پاس جانے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ دعاء کر کے جاتے تھے:اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَیْبَ مُعَلِّمِیْ وَ لَا تُذْھِبْ بَرَکَةَ عِلْمِهٖ مِنِّیْ ۔ اے اللہ! مجھ سے میرے استاذ کا عیب چھپائے رکھنا اور اس کے علم کی برکت کو مجھ سے سلب نہ فرمانا۔

۲۷۔ **زید بن ثابت کے ادب واحترام کے متعلق ابنِ عباس کا واقعہ:** حضور علیہ السلام کے چچیرے بھائی حبر الامہ، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابنِ عباس طلبِ علم کے لیے دوپہر کی جُھلستی دھوپ میں حضرت زید بن ثابتؓ کے دروازے پر ان کے باہر نکلنے کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ جب حضرت زیدؓ باہر نکلتے تو فرماتے، اے حضورؐ کے عم زاد بھائی! آپ نے میرے

پاس کوئی قاصد کیوں نہ بھیج دیا کہ میں خود آپ کے پاس حاضر ہوجاتا۔ ابنِ عباس جواب میں ارشاد فرماتے کہ علم کے پاس خود آیا جاتا ہے۔ پھر جب حضرت زیدؓ سوار ہونے لگتے تو حضرت ابنِ عباسؓ سواری کی رکاب تھام لیتے۔ زیدؓ فرماتے: اے رسول اللہ کے عم زاد بھائی! یہ کیا بات ہے؟ ابنِ عباس کے ہاتھ مبارک چوم لیتے اور فرماتے ہمیں اپنے نبی ﷺ کے اہلِ بیت کے ساتھ یہی معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مقدمہ فضائل ابی عبید)

۲۸۔ **خدمتِ استاذ کی بابت حضرت حماد استاذ ابی حنیفہ کا قصہ:** حماد بن ابی سلیمان حضرت ابراہیم نخعی کے خاص تلامذہ میں تھے۔ تاریخ اصبہان میں ابوالشیخ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن نخعی نے ان کو ایک درہم کا گوشت لانے کے لیے بازار بھیجا۔ زنبیل ان کے ہاتھ میں تھی۔ ادھر سے ان کے والد کہیں گھوڑے پر سوار آرہے تھے۔ یہ صورت دیکھ کر انھوں نے ان کو ڈانٹا اور زنبیل لے کر ہاتھ سے پھینک دی۔ جب ابراہیم نخعی کی وفات ہوگئی تو حدیث کے طلبہ ان کے والد 'مسلم بن زید' کے دروازے پر آئے اور دستک دی۔ یہ چراغ لے کر باہر نکلے تو انھوں نے کہا ہمیں آپ کی ضرورت نہیں، آپ کے فرزند حماد کی ضرورت ہے۔ یہ خفیف ہوکر اندر تشریف لے آئے اور حماد سے کہا جاؤ بھئی باہر جاؤ۔ اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ یہ مقام تمہیں ابراہیم کی زنبیل کی بدولت ہی نصیب ہوا ہے۔ (حاشیۂ ترجمان السنہ)

۲۹۔ ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ بن دیار المدنی الاشجعی القزاز (متوفی ۱۹۸ھ) امام مالک کے بڑے تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ نے امام صاحب سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔ اپنے زمانے کے محقق اور مفتی تھے۔ جب امام مالک اتنے بوڑھے ہوگئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ اسی لیے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔ (ظفر المحصلین، ص: ۸۵)

۳۰۔ امام مالک کے سامنے امام شافعی کی عاجزی و مسکنت اور امام شافعی کے ساتھ امام مالک کی محبت و شفقت کا عجیب قصہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث پڑھنے کا شوق تھا۔ مگر آپ کی جلالتِ شان کی وجہ سے براہ راست آپ سے درخواست کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ اس لیے میں نے

امیر المومنین ہارون الرشید سے سفارشی خط لکھوایا۔ امیر المومنین سے میرا تعلقِ قرابت تھا۔ امیر المومنین نے مدینہ کے گورنر کے نام خط لکھا کہ وہ مجھے بنفسِ خود امام مالک کی خدمت میں پہنچا کر آئیں۔ میں مدینہ منورہ پہنچا اور گورنر کو امیر المومنین کا خط دیا، وہ خط پڑھ کر مجھ سے یوں مخاطب ہوئے۔

صاجزادے! اگر امیر المومنین مجھے مدینہ سے مکہ پیدل چل کر پہنچنے کا حکم فرماتے تو میرے لیے اس کی تعمیل امام مالک کے دروازے پر پہنچنے کی نسبت بہت آسان تھی۔

میں نے سمجھا کہ گورنر صاحب امام کے دروازے پر جانے کو اپنے منصب کے خلاف سمجھتے ہیں اس لیے میں نے کہا کہ آپ امام کو اپنے پاس بلوائیں۔ گورنر نے کہا یہ کیسے ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اگر میں امام کے دروازے پر جا کر گھنٹوں باہر کھڑا رہوں اور پھر ملاقات کی اجازت مل جائے تو غنیمت ہے۔ اس لیے کہ ان کی خدمت میں حاضری بہت مشکل ہے۔ مگر امیر المومنین کا حکم ہے تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ چنانچہ گورنر صاحب مجھے ساتھ لے کر امام عالی مقام کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ دستک دی، بہت دیر کے بعد ایک حبشیہ لونڈی باہر آئی، گورنر نے امام کو اپنی حاضری کی اطلاع دینے کی درخواست کی۔ لونڈی اندر گئی اور غائب۔ ہم دونوں دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے۔ بہت دیر کے بعد وہ واپس آئی اور کہا امام نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی ضروری مسئلہ دریافت کرنا ہو تو سوال اندر بھیج دیں، میں جواب لکھ دوں گا۔ اور اگر کوئی دوسری غرض ہو تو واپس چلے جائیں۔ میں نے ہفتہ میں ایک معین دن میں ملاقات کی اجازت دے رکھی ہے، آپ نے اس کی خلاف ورزی کیوں کی؟ گورنر نے لونڈی سے کہا کہ امیر المومنین کا خط لے کر حاضر ہوا ہوں۔ لونڈی پھر غائب۔ بہت دیر کے بعد لونڈی ایک عظیم الشان کرسی لائی اور باہر رکھ کر چلی گئی۔ یہ کرسی امام کے لیے تھی۔ اس لیے گورنر صاحب اسی طرح میرے ساتھ کھڑے رہے۔ کرسی باہر آنے کے بعد بھی حضرت امام باہر تشریف نہیں لائے، کرسی خالی رکھی ہے اور گورنر صاحب پاس کھڑے انتظار کی کٹھن گھڑیاں کاٹ رہے ہیں۔ بہت دیر کے بعد حضرت امام باہر تشریف لا کر کرسی پر جلوہ افروز ہوئے۔ گورنر صاحب سامنے کھڑے ہیں۔ امیر المومنین کا خط حضرت امام کی خدمت میں پیش کیا۔ امام نے خط پڑھا تو بہت غضبناک ہو کر خط

پھاڑ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کا علم اور وہ حاصل کیا جا رہا ہے بادشاہ کی سفارش سے؟ گورنر صاحب پر تو جیسے سکتہ طاری ہوگیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمت عطا فرمائی۔ میں نے عرض کیا، حضرت! مجھ سے غلطی ہوگئی، معاف فرمائیں۔ میں طلبِ حدیث کی آرزو لے کر حاضرِ خدمت ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی فوراً ٹھنڈے ہوگئے۔ اور میرے ساتھ بہت محبت وشفقت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت عطاء فرمائی۔ میں نے آپ سے آپ کی کتاب 'مؤطا' پڑھنی شروع کی۔ پھر تو محبت وشفقت کا یہ عالم تھا کہ بسا اوقات میں آپ کے آرام و دیگر اہم مشاغل کے پیشِ نظر حالتِ درس میں عرض کرتا کہ حضرت اب بس کریں اتنا درس کافی ہے۔ مگر آپ فرماتے: ابھی نہیں کچھ اور پڑھ لو۔ (انوار الرشید، ص: ۱۲۷تا۱۲۹)

۳۱۔ **امام ابو یوسف کی طالب علمی:** امام ابو یوسف کی ابوحنیفہ کی مجلسِ درس اور علم کے حصول کا اتنا شوق تھا کہ آپ کے لڑکے کا انتقال ہوگیا لیکن آپ نے شوقِ علم میں اس کی تجہیز وتکفین میں شرکت نہ کی بلکہ یہ کام اعزہ واقارب اور پڑوسیوں کے ذمہ لگا کر خود سبق میں حاضر ہوگئے۔

۳۲۔ ابراہیم بن جراح فرماتے ہیں کہ میں نے قاضی ابو یوسف سے خود سنا ہے، فرمایا کہ ہم نے بھی طلبِ علم کیا اور ہمارے ساتھ اتنے لوگوں نے طلبِ علم کیا کہ ہم ان کو شمار نہیں کر سکتے۔ مگر علم سے نفع اسی شخص نے حاصل کیا جس کے قلب کو دودھ نے رنگ دیا تھا۔ مراد ان کی یہ تھی کہ یہ طالب علمی کے وقت امام ابو یوسف کے گھر والے ان کے لیے روٹی دودھ میں ڈال کر رکھ دیتے تھے۔ قاضی ابو یوسف وہی صبح کے وقت کھا کر حلقۂ درس میں پہنچ جاتے تھے اور پھر واپس آ کر بھی وہی کھاتے تھے۔ کسی عمدہ کھانے پکانے کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ جبکہ دوسرے لوگ عمدہ غذائیں اور بہترین کھانے تیار کرنے میں مشغول ہوکر سبق کے ایک حصے سے محروم رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ امام ابو یوسف نے فرمایا، میں ابوحنیفہ کی خدمت میں ۲۹ سال تک حاضر باش رہا اس طرح کے فجر کی نماز ہمیشہ انہی کے ساتھ پڑھی۔

اور ایک روایت میں ان سے منقول ہے کہ ''نہ میں صبح کے وقت ان کا دامن چھوڑتا تھا نہ دوپہر کو بجز اس صورت کے کہ بیماری مجھ پر غالب آ جائے۔'' خود امام ابو یوسف راوی ہیں کہ میں

برسوں امام صاحب کی رفاقت میں رہا مگر بجز بیماری کے۔عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی ان سے جدا نہیں ہوا۔

۳۳۔ **یحیٰ بن یحیٰ اندلسی مالکی راویٔ مؤطا مالک کی طالب علمی**: ایک دن امام یحیٰ اندلسی حضرت امام مالک کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوضات کا استفادہ کر رہے تھے۔ان کے علاوہ دیگر اشخاص بھی ان کی خدمتِ فیض درجت میں بہرہ یاب ہو رہے تھے کہ دفعتہً ہاتھی کے آنے کا شور وغل ہوا۔ چونکہ ملکِ عرب میں ہاتھی کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا تھا اس لیے حاضرین کی جماعت کے اکثر افراد امام مالک کی صحبت ترک کرکے ہاتھی کا تماشا دیکھنے کو دوڑ پڑے۔مگر امام یحیٰ اپنی اسی ہیئت و حالت میں بیٹھے ہوئے کسبِ فیض میں مشغول رہے اور انھیں نہ کسی قسم کا اضطراب پیش آیا اور نہ کوئی حرکت بے ساختہ ان سے سرزد ہوئی۔ کہتے ہیں امام مالک نے پوچھا، یحیٰ! تم ہاتھی کا تماشا دیکھنے کیوں نہیں گئے؟ عرض کیا حضرت! میں اندلس سے ہاتھی دیکھنے نہیں آیا، حدیثِ رسولؐ سننے آیا ہوں۔ امام مالک نے اسی روز سے امام یحیٰ کو 'عاقل' کا خطاب دیا اور پھر ہمیشہ اسی خطاب سے انھیں مخاطب فرمایا کرتے تھے۔

(علمائے احناف کے حیرت انگیز واقعات)

۳۴۔ **چند مشہور محاورات**: مِفْتَاحُ الْعِلْمِ حُسْنُ السُّؤَالِ وَ حُسْنُ الْاِصْغَاءِ یعنی علم کی کنجی بہترین سوال اور کامل توجہ سے سننا ہے۔

مَنْ لَمْ تَكُنْ لَهُ بِدَايَةٌ مُحْرِقَةٌ لَمْ تَكُنْ لَهُ نِهَايَةٌ مُشْرِقَةٌ۔جس کی ابتداء پرسوز نہیں اس کی انتہا تابناک نہیں۔اِجْعَلُوْا الْعِلْمَ مِلْحاً وَ الْعَمَلَ دَقِيْقًا ۔علم نمک کے اور عمل آٹے کے برابر حاصل کرو۔اَلسَّبَقُ حَرْفٌ وَ التَّكْرَارُ اَلْفٌ۔ سبق ایک حرف کا ہو تو اس کی تکرار ہزار کے برابر ہونی چاہیے۔

احادیثِ مرفوعہ دربارۂ نصائحِ حفاظ

حقوقِ قرآن کی جامع حدیث

قیام اللیل، حقِ تلاوت، اشاعت، استغناء، حسنِ صوت، تدبر وغور، اخلاص وطلبِ آخرت

عَنْ عُبَیْدَۃَ الْمُلَیْکِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَا اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوْا الْقُرْآنَ وَ اتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَاءِ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ افْشُوْہُ وَ تَغَنُّوْہُ وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ فَلَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابًا (رواہ البیھقی فی شعب الایمان۔ فضائل قرآن)

ترجمہ: عبیدہ ملیکیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے،' اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ بنائے سوئے نہ پڑے رہو اور اس کو رات دن کی گھڑیوں میں اس طرح پڑھو جس طرح اس کے پڑھنے کا حق ہے۔ (یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھو) اور اسے پھیلاؤ۔ اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو (یا اس کے ذریعہ بے نیاز بن کر رہو) اور اس کے احکام ومضامین پر غور وتدبر کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔ اور اس کا بدلہ جلدی (دنیا میں) طلب نہ کرو۔ کیونکہ آخرت میں اس کا بڑا اجر ومعاوضہ ہے۔ (یعنی یہ سوچو کہ قرآن کا کامل اجر اور عظیم ثواب وصلہ آخرت ہی میں ملے گا۔) (بیہقی)

اہلِ قرآن آگے تعلیمِ قرآن دے کر اپنے لیے بھی ذخیرۂ ثواب بنائیں اور دوسرے لوگوں کو بھی ذخیرہ اندوزی کا موقع مہیا کریں

یَا اَھْلَ الْقُرْآنِ لَا تَوَسَّدُوْا الْقُرْآنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ... اٰنَاءَ اللَّیْلِ وَ النَّھَارِ وَ اقْتَنُوْہُ وَ اقْنُوْہُ وَ تَدَبَّرُوْا مَا فِیْہِ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ وَ لَا تُعَجِّلُوْا ثَوَابَہٗ فَاِنَّ لَہٗ ثَوَابًا (رواہ الطبرانی فی الکبیر و ابو نعیم و ابن عساکر عن عبیدۃ الملیکی رضی اللہ عنہ۔ نفحات الطیب من نداء ات الحبیب۔ ص: ۱۲۷)

اے اہلِ قرآن! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ اور رات دن کی گھڑیوں میں اس کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اس کے ثواب کا خود بھی ذخیرہ کرو اور آگے تعلیم دے کر دوسروں کو بھی ذخیرہ اندوزی کا موقع دو۔ اس کے مضامین میں غور وفکر کرو شاید تم فلاح پاؤ۔ اور اس کا معاوضہ نقد دنیا میں طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا عظیم معاوضہ محفوظ ہے۔ (طبرانی کبیر)

حفاظ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصائح، حافظ کی شان یہ ہے کہ رات کو لمبا قیام کرے اور مسلسل فکرِ آخرت میں گھلتا رہے

يَا حَامِلَ الْقُرْآنِ تَزَيَّنْ بِالْقُرْآنِ يُزَيِّنْكَ اللّٰهُ وَلَا تَتَزَيَّنْ بِهٖ لِلنَّاسِ فَيَشِيْنُكَ اللّٰهُ وَ يَنْبَغِيْ لِحَامِلِ الْقُرْآنِ اَنْ يَّكُوْنَ اَطْوَلَ النَّاسِ لَيْلًا اِذَا النَّاسُ نَامُوْا وَ اَنْ يَّكُوْنَ اَطْوَلَ النَّاسِ حَزَنًا اِذَا النَّاسُ فَرِحُوْا (الديلمی عن ابن مسعود، كنزالعمال، ج: ۱، ص : ۳۹۵)

ترجمہ: اے قرآن کے حافظ! قرآن (کے عمل) کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تجھے (آخرت میں) آراستہ فرمادیں گے اور قرآن کو لوگوں کے لیے نمائش نہ بنا ورنہ تجھے اللہ تعالیٰ (آخرت میں) معیوب (اور کھوٹا) بنادیں گے اور قرآن کے حافظ کے لیے لائق ہے کہ سب لوگوں سے زیادہ آخرت کی لمبی فکر کرے جب کہ لوگ خوش ہو رہے ہوں۔ (دیلمی)

دنیا میں چار غرباء

اَلْغُرَبَاءُ فِی الدُّنْيَا اَرْبَعَةٌ قُرْآنٌ فِیْ جَوْفِ ظَالِمٍ وَ مَسْجِدُ فِیْ نَادِیْ قَوْمٍ لَا يُصَلّٰی فِيْهِ وَ مُصْحَفٌ فِیْ بَيْتٍ لَا يُقْرَأُ فِيْهِ وَ رَجُلٌ صَالِحٌ مَعَ قَوْمِ سُوْءٍ (مسند الفردوس عن ابی هريرة. كنز العمال، ج : ۱، ص: ۳۹۴)

ترجمہ: دنیا میں چار چیزیں غریب اور بے چاری ہیں: ۱۔ قرآن ظالم کے پیٹ میں ۲۔ مسجد بے نمازیوں کے محلے میں ۳۔ قرآن کا نسخہ بغیر تلاوت والے گھر میں ۴۔ نیک آدمی بروں کی رفاقت میں۔

تجوید وحفظِ قرآن بغیر اخروی ثواب کی سچی اور خالص نیت کے بے کارِ محض ہے

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ نَقْتَرِئُ اِذَا خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كِتَابٌ وَاحِدٌ وَ فِيْكُمُ الْاَخْيَارُ وَ فِيْكُمُ الْاَحْمَرُ وَ الْاَسْوَدُ اِقْرَءُوْا الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيَ اَقْوَامٌ يَقْرَءُوْنَهٗ يُقِيْمُوْنَ حُرُوْفَهٗ كَمَا يُقَامُ السَّهْمُ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَتَعَجَّلُوْنَ اَجْرَهٗ وَلَا يَتَاَجَّلُوْنَهٗ (اخرجه ابن مبارك فی كتاب الزهد، ص:۲۸۰، ابو داؤد فی باب ما يجزی الامی و الاعجمی من القراءة ۱/۱۹۱ اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ مع التعليق، ص:۱۵۷)

سہل بن سعد ساعدیؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ہم قرآنِ پاک پڑھا رہے تھے کہ اچانک ہم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا، الحمد للہ! کتاب ایک ہے مگر تم پڑھنے والوں میں بعض اشراف ہیں، بعض سرخ ہیں، بعض کالے ہیں۔ قرآن پڑھو اس سے پہلے پہلے کہ ایسے لوگ آجائیں جو اس کو پڑھیں گے اور اس کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے مگر قرآن ان کے حلقوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ وہ لوگ دنیا ہی میں اس کا نقد معاوضہ طلب کریں گے اور آخرت کے ادھار معاوضہ سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوگا۔ (ابوداؤد)

تین قسم کے قراء

تَعَلَّمُوْا الْقُرْآنَ وَ سَلُوْا اللّٰهَ بِهِ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَنْ يَتَعَلَّمُوْهُ قَوْمٌ يَسْأَلُوْنَ بِهِ الدُّنْيَا فَاِنَّ الْقُرْآنَ يَتَعَلَّمُوْنَهٗ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ رَجُلٌ يُبَاهِي بِهِ وَ رَجُلٌ يَسْتَأْكِلُ بِهِ وَ رَجُلٌ يَقْرَأُهٗ لِلّٰهِ (ابن نصرو، بيهقی عن ابی سعيد۔ كنز العمال، ج:۱، ص:۳۶۱)

ترجمہ: قرآن سیکھو اور اس کے ذریعہ اللہ سے جنت کا سوال کرو، اس سے پہلے پہلے کہ ایسے لوگ آجائیں جو قرآن کو سیکھ کر اس کے ذریعہ دنیا کا سوال کریں گے کیونکہ قرآن کو تین طرح کے آدمی سیکھتے ہیں: ایک وہ جو اس کے ذریعہ فخر وغرور کرے، دوسرا وہ جو اس کے ذریعہ کھائے گا، تیسرا وہ جو اس کو خالص اللہ کے لیے پڑھے گا۔ (محمد بن نصرو، بیہقی)

اخیر زمانہ میں لوگ عمل کی پرواہ نہ کریں گے بلکہ قرآن کو پانی کی طرح بے تکان اور بے تکلیف پیتے چلے جائیں گے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ لَيُرَتِّلُ هٰذَا الْقُرْآنَ قَوْمٌ يَشْرَبُوْنَهُ كَمَا يَشْرَبُ الْمَاءَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ (اخرج نحوه ابن ماجة، اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، ص:۱۶۰)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک روایت کیا ہے کہ کچھ لوگ اس قرآن کو ترتیل و تجوید سے پڑھیں گے جو اس کو اس طرح پیتے چلے جائیں گے جس طرح پانی پیا جاتا ہے۔ قرآن ان کی ہنسلی کی ہڈیوں اور گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ (ابنِ ماجہ)

قراء متکبرین دوزخ کا ایندھن ہیں

عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَظْهَرُ هٰذَا الدِّيْنَ حَتّٰى يُجَاوِزُ الْبِحَارَ وَ حَتّٰى يُخَاضُ بِالْخَيْلِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ يَاْتِىْ قَوْمٌ يَقْرَءُ وْنَ الْقُرْآنَ فَاِذَا قَرَءُ وْهُ قَالُوْا قَدْ قَرَأْنَا الْقُرْآنَ فَمَنْ اَقْرَأُ مِنَّا فَمَنْ اَعْلَمُ مِنَّا ثُمَّ الْتَفَتَ اِلٰى اَصْحَابِهِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ فِى اُولٰئِكَ مِنْ خَيْرٍ؟ قَالُوْا لَا قَالَ فَاُولٰئِكَ مِنْكُمْ وَ اولٰئِكَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَ اُوْلٰئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ (اخرجه ابو يعلٰى و البزار و الطبرانى۔ اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ مع التعليق، ص : ۱۵۸)

ترجمہ: عباس بن عبدالمطلب سے مروی ہے کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دین غالب ہوگا یہاں تک کہ دریاؤں سے تجاوز کر جائے گا اور یہاں تک کہ اللہ کے راستے میں گھوڑوں کو دریاؤں میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر ایسے لوگ آجائیں گے جو قرآن پڑھیں گے جب پورا قرآن پڑھ لیں گے تو کہنے لگیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا تو اب کون ہم سے بڑا قاری ہے اور کون ہم سے بڑا عالم ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تم ان لوگوں میں کوئی خیر اور بھلائی جانتے ہو؟ عرض کیا

نہیں! فرمایا: یہ لوگ تم میں سے ہوں گے اور اس امت میں سے ہوں گے اور یہی لوگ دوزخ کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔

قرآن کے ذریعہ کھانے والا فاسق وفاجر ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ یَکُوْنُ خَلِفُ بَعْدَ سِنِیْنَ اَضَاعُوْا الصَّلَاۃَ وَ اتَّبَعُوْا الشَّھَوَاتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ثُمَّ یَکُوْنُ خَلْفُ یَقْرَءُوْنَ الْقُرْآنَ لَا یُجَاوِزُ اَتْرَاقَھُمْ وَ یَقْرَءُ الْقُرْآنَ ثَلَاثَۃٌ مُؤْمِنٌ وَ مُنَافِقٌ وَ فَاجِرٌ فَقَالَ بَشِیْرٌ فَقُلْتُ لِلْوَلِیْدِ مَا ھٰؤُلَاءِ الثَّلَاثَۃُ فَقَالَ الْمُنَافِقُ کَافِرٌ بِہٖ وَ الْفَاجِرُ یَتَأَکَّلُ بِہٖ وَ الْمُؤْمِنُ مُؤْمِنٌ بِہٖ (اخرجہ الامام احمد فی مسندہ و ابن کثیر فی فضائل القرآن۔ اَخْلَاقُ حَمَلَۃِ الْقُرْآنِ مع الھامش، ص: ۱۶۴)

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ چند سالوں کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوں گے جو نماز ضائع کریں گے اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کریں گے۔ یہ لوگ عنقریب جہنم کی وادی 'غی' میں داخل ہوں گے۔ پھر ایسے نالائق پیدا ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کی ہنسلی کی ہڈیوں سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور اس وقت تین طرح کے لوگ قرآن پڑھیں گے، مومن، منافق، فاجر۔ راوی حدیث بشیر خولانی کہتے ہیں میں نے ولید بن قیس سے پوچھا ان تینوں کی کیا تشریح ہے؟ کہا منافق تو کافر ہے، اور فاسق و فاجر وہ ہے جو قرآن کے ذریعہ کھائے گا اور مومن وہ جو قرآن پر عملاً اور اعتقاداً ایمان لائے گا۔ (مسند احمد وغیرہ)

نصائحِ حفاظ کے بارے میں اقوالِ صحابہؓ

نصیحتِ حضرت عمر بن خطابؓ، دربارۂ اخلاص وعدم ریاء وطلبِ دنیا

لَقَدْ اَتٰی عَلَیْنَا حِیْنٌ وَ مَا نَرٰی اَنَّ اَحَدًا یَتَعَلَّمُ الْقُرْآنَ یُرِیْدُ بِہٖ اِلَّا اللّٰہَ فَلَمَّا کَانَ ھٰھُنَا بِاٰخِرِہٖ خَشِیْتُ اَنَّ رِجَالًا یَتَعَلَّمُوْنَہٗ، یُرِیْدُوْنَ بِہِ النَّاسَ وَ مَا عِنْدَھُمْ فَاَرِیْدُوْا اللّٰہَ بِقِرَأَتِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ وَ اِنَّا کُنَّا نَعْرِفُکُمْ اِذْ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہُ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ اِذْ یَنْزِلُ الْوَحْیُ وَ اِذْ یُنَبِّئُنَا اللّٰہُ مِنْ اَخْبَارِکُمْ فَاَمَّا الْیَوْمَ فَقَدْ مَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ وَ انْقَطَعَ الْوَحْیُ وَ اِنَّمَا اَعْرِفُکُمْ بِمَا اَقُوْلُ مَنْ اَعْلَنَ خَیْرًا اَحْبَبْنَاہُ عَلَیْہِ وَ ظَنَنَّا بِہٖ خَیْرًا وَ مَنْ اَظْھَرَ شَرًّا بَغَضْنَاہُ عَلَیْہِ وَ ظَنَنَّا بِہٖ شَرًّا سَرَائِرُکُمْ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ

(اخرجه الامام احمد فی مسنده ۱/۴۱ اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ مع التعلیق ص۱۵۵)

ترجمہ: ہم پر تو ایسا زمانہ گزرا ہے کہ ہم کسی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اللہ کے سوا اور کسی غرض کے لیے قرآن شریف سیکھ رہا ہے لیکن اب یہ آخری زمانہ ایسا آ گیا ہے کہ ہمیں کئی لوگوں کے متعلق یہ ڈر ہونے لگا ہے کہ وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے یا ان کے مال واسباب کے حصول کے لیے قرآن سیکھتے ہوں۔ لہٰذا تم اپنے قرآن اور اپنے اعمال سے رضائے الٰہی کا قصد کیا کرو۔ اور جب ہمارے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور وحی اُتر رہی تھی اور خود اللہ تعالیٰ ہمیں تمہاری خبروں کی اطلاع بذریعہ وحی دے دیا کرتے تھے اس وقت تو ہم تمہارے مخلص وغیر مخلص کو خوب پہچان لیا کرتے تھے۔ لیکن آج اس دَور میں جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے، وحی کا سلسلہ موقوف ہوگیا تمہارے پہچاننے کا ہمارے پاس یہ معیار ہے کہ جو نیکی کرے گا اس سے ہم محبت رکھیں گے اور اس کے ساتھ ہم نیک ہی گمان رکھیں گے اور جو ظاہر میں برائی کرے گا اس سے ہم دشمنی رکھیں گے اور اس کے ساتھ ہم برا ہی گمان رکھیں گے۔ باقی تمہارے معاملات تمہارے اور اللہ عزوجل کے درمیان ہیں ان کو وہی بہتر جانتے ہیں۔ (ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔) (مسند احمد)

عمر بن الخطابؓ کی نصائح برائے حفاظِ قرآن

یَا مَعْشَرَ الْقُرَّاءِ ارْفَعُوْا رُءُوْسَکُمْ فَقَدْ وَضَحَ لَکُمُ الطَّرِیْقُ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ۔ لَا تَکُوْنُوْا عِیَالًا عَلَی النَّاسِ۔ (تبیان)

ترجمہ: اے گروہِ قراء! اپنے سروں کو اُٹھاؤ (توجہ کرو) تمہارے سامنے دین کا راستہ واضح ہو چکا ہے، لہٰذا خیر کی باتوں میں سبقت کر جاؤ اور لوگوں پر بوجھ نہ بنو (اپنی کمائی کرو)۔

نصیحتِ علی بن ابی طالبؓ

قَالَ عَلِیٌّ بُنُ اَبِی طَالِبٍ لِاِیَاسِ ابُنِ عَامِرٍ اِنَّکَ اِنُ بَقِیُتَ فَسَیُقُرَأُ الُقُرُآنُ عَلٰی ثَلَاثَۃِ اَصُنَافٍ۔ صِنُفٌ لِلّٰہِ وَ صِنُفٌ لِلدُّنُیَا وَ صِنُفٌ لِلُجَدَلِ فَمَتٰی طَلَبَ بِہٖ اَدُرَکَ (اخرجہ الدارمی فی کتاب فضائل القرآن۔ اَخُلَاقُ حَمَلَۃِ الُقُرُآن،ص۱۴۸)

ترجمہ: علی بن ابی طالبؓ نے ایاس بن عامر سے فرمایا اگرتم زندہ رہے تو دیکھوگے کہ قرآنِ کریم تین طریقوں پر پڑھا جائے گا۔ بعض لوگ خالص اللہ کے لیے پڑھیں گے، بعض دنیا کے لیے اور بعض جھگڑے کے لیے پڑھیں گے۔ الغرض قاری جو مقصد بھی قرآن کے ذریعہ طلب کرے گا اسی کو پالے گا۔ (دارمی)

عمل کی اہمیت کے متعلق ابنِ عمرؓ کی حفاظ کو نصیحت

کُنَّا صَدُرَ ھٰذِہِ الُاُمَّۃِ وَ کَانَ الرَّجُلُ مِنُ خِیَارِ اَصُحَابِ رَسُوُلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیُہِ وَ سَلَّمَ مَا مَعَہُ اِلَّا السُّوُرَۃُ مِنَ الُقُرُآنِ اَوُ شِبُہُٗ ذٰلِکَ وَ کَانَ الُقُرُآنَ ثَقِیُلًا عَلَیُھِمُ وَ رُزِقُوُا الُعَمَلَ بِہٖ وَ اِنَّ اٰخِرَ ھٰذِہِ الُاُمَّۃِ یُخَفَّفُ عَلَیُھِمُ الُقُرُآنُ حَتّٰی یَقُرَأَہُ الصَّبِیُّ وَ الُاَعُجَمِیُّ فَلَا یَعُمَلُوُنَ بِہٖ (اَخُلَاقُ حَمَلَۃِ الُقُرُآنِ، ص:۱۵۹)

ترجمہ: ہم اولین امت کا حال یہ تھا کہ جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابی کے پاس قرآن کی فقط ایک سورت مکمل یا نامکمل ہوتی تھی۔ اورقرآن ان پر بھاری بھرکم اور عظیم الشان ہوتا تھا اوراس پر انھیں عمل کی توفیق نصیب ہوا کرتی تھی مگر آج متاخرینِ امتِ محمدیہ کا یہ حال ہو رہا ہے کہ ان کے سامنے قرآن ہلکا اور بے وقعت بنا ہوا ہے حتیٰ کہ ایک بچہ یا عجمی آدمی پورا قرآن پڑھ لیتا ہے اوراس پر عمل کی اسے پرواہ نہیں ہوتی۔

عبداللہ بن مسعودؓ کی نصائح برائے حفاظِ قرآن

یَنُبَغِیُ لِحَامِلِ الُقُرُآنِ اَنُ یُعُرَفَ بِلَیُلِہٖ اِذَا النَّاسُ نَائِمُوُنَ وَ بِنَھَارِہٖ اِذَا النَّاسُ مُفُطِرُوُنَ وَ بِحُزُنِہٖ اِذَا النَّاس یَفُرَحُوُنَ وَ بِبُکَائِہٖ اِذَا النَّاس یَضُحَکُوُنَ وِ بِصَمُتِہٖ اِذَا النَّاسُ یَخُوُضُوُنَ وَ بِخُشُوُعِہٖ اِذَا النَّاسَ یَخُتَالُوُنَ وَ یَنُبَغِیُ لِحَامِلِ

الُقُرآنِ اَنُ يَكُوُنَ بَاكِيًا مَحُزُوُنًا حَكِيُمًا عَلِيُمًا سَكِيُنًا وَ لَا يَنُبَغِيُ لِحَامِلِ الُقُرآنِ اَنُ يَكُوُنَ حَافِيًا وَ لَا غَافِلًا وَ لَا صَخَّابًا وَلَا صَيَّاحًا وَ لَا حَدِيُدًا (اخرجه ابو نُعَيُم فی حلية الاولياء و طبقات الاصفيا عن المسيب بن رافع عن عبدالله ابن مسعودؓ، ۱/۱۲۹۔۱۳۰ من هوامش اَخُلَاقُ حَمَلَةِ الُقُرآنِ، ص : ۱۶۰)

ترجمہ: حافظِ قرآن کے لیے لائق ومناسب ہے کہ ان باتوں کو اپنا شعار بنالے کہ لوگ انہی باتوں کے ذریعہ اس کو پہچاننے لگیں: اوّل اس کی رات (کی عبادت) کے ذریعہ، جبکہ لوگ سورہے ہوں۔ دوم اس کے دن کے (روزہ کے) ذریعہ جبکہ لوگ بے روزہ ہوں۔ سوم اس کے رنج وفکرِ آخرت کے ذریعہ جبکہ لوگ خوش ہورہے ہوں۔ چہارم اس کے رونے کے ذریعہ جبکہ لوگ ہنس رہے ہوں۔ پنجم اس کی خاموشی کے ذریعہ جبکہ لوگ ادھر ادھر کی باتوں میں لگے ہوئے ہوں۔ ششم اس کی تواضع ونیازمندی کے ذریعہ جبکہ لوگ تکبر میں مبتلا ہوں۔ اور حافظِ قرآن کیلئے لائق ہے کہ رونے والا، غمگین، حکیم، بردبار، جاننے والا، پرسکون و باسکینت رہے اور حافظِ قرآن کیلئے لائق نہیں کہ سخت دل اور غافل اور شور مچانے والا اور چلانے والا اور تیز مزاج ہو۔ (ابونعیم)

حضرت حذیفہؓ کی نصیحت

قرآن کی وجاہت سے فائدہ اٹھانے والا، آیاتِ ربانی کے ساتھ تمسخر کرنے والا ہے

وَ لَا يَسُهُوُ مَعَ مَنُ يَسُهُوُ وَ لَا يَلُغُوُ مَعَ مَنُ يَلُغُوُ تَعُظِيُمًا لِحَقِّ الُقُرآنِ (التبيان مع اضافہ)

ترجمہ: حافظِ قرآن کو زیب نہیں دیتا کہ وہ خلفاء میں سے کسی کے پاس یا ان کے علاوہ دیگر امراء کے پاس ضرورت لے کر جائے۔ (بلکہ مناسب و لائق یہ ہے کہ لوگوں کی ضرورتیں حافظِ قرآن کی طرف آئیں۔) حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والا ہے پس قرآن کے حق کی عظمت کے پیشِ نظر اس کو لائق نہیں کہ کھیلنے والوں کے ساتھ شامل ہو کر یہ بھی کھیلے اور اللہ تعالیٰ کو بھولنے والوں کے ساتھ یہ بھی بھول جائے اور لغو کام کرنے والوں کے ساتھ یہ بھی لغو کام کرنے لگ جائے۔

ابوسلیمان دارانیؒ:

اَلزَّبَانِیَّةُ اَسْرَعُ اِلٰی حَمَلَةِ الْقُرْآنِ الَّذِیْنَ یَعْصُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی مِنْھُمْ اِلٰی عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ

اللہ کے نافرمان حفاظِ قرآن کو جہنم کے فرشتے، بت پرستوں سے بھی بہت جلدی عذاب کریں گے۔

ابن الرماح:

نَدِمْتُ عَلٰی اسْتِظْھَارِیَ الْقُرْآنَ اَیْ حِفْظِیْ لَهٗ غَیْبًا لِاَنَّهٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ اَصْحَابَ الْقُرْآنِ یُسْأَلُوْنَ عَمَّا یُسْأَلُ عَنْهُ الْاَنْبِیَاءُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

ترجمہ: میں اپنے حفظِ قران پر افسوس کرتا ہوں کیونکہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حفاظِ قرآن سے قیامت کے دن ان چیزوں کا سوال ہوگا جن کا انبیاء سے سوال ہوگا۔ (کیونکہ جس نے قرآن حفظ کیا اس نے علمِ نبوت کو اپنی دو پسلیوں کے درمیان جمع کرلیا۔)

فائدہ: اس سے مقصود حفظِ قرآن سے روکنا نہیں بلکہ اس کی نزاکت اور ذمہ داری کا احساس دلانا ہے۔ قرینہ خود اسی میں موجود ہے کہ حفظِ قرآن کا درجہ مقامِ نبوت کے قریب ہے۔ اس سے بڑی فضیلت حفظِ قرآن کی اور کیا ہوسکتی ہے۔ (حاشیۂ تبیان، ص: ۷۰، ۷۱)

قولِ میمون بن مہران:

لَوْ صَلُحَ اَھْلُ الْقُرْآنِ صَلُحَ النَّاسُ (اخرجه ابو نعیم، اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، ص:۱۶۳)

ترجمہ: اگر قرآن والے درست ہوجائیں تو سب لوگ درست ہوجائیں۔

حسن بصری کی نصائح - فہم وتدبر قرآنی واخلاقِ قرآنی

آج اس قرآن کو بچے اور غلام پڑھتے ہیں جنہیں معنی کا کوئی علم نہیں اور وہ شروع ہی سے لاپرواہی کے عادی ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْكَ... لِیَدَّبَّرُوْا آیَاتِهٖ یہ وہ کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف اُتاری ہے۔ بابرکت ہے۔ تاکہ وہ

اس کی آیتوں میں غور وفکر کریں۔ اور درحقیقت اس میں غور وفکر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اس کے متبع ہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس بات کو جانتے ہیں خوب سن لو! قرآن صرف حروف حفظ کرنے کا نام نہیں جبکہ اس کی حدود ضائع کی جارہی ہوں حتیٰ کہ بعض اوقات ایک حافظ وقاری فخریہ انداز میں کہنے لگتا ہے، میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اور اس میں غلطی سے ایک حرف بھی نہیں چھوڑا ہے۔ جبکہ واللہ اس نے پورے کا پورا قرآن چھوڑ دیا ہے کہ تم اس میں نہ کوئی قرآنی اخلاق دیکھتے ہو اور نہ کوئی قرآنی عمل۔ ان کے غرور کا یہ حال ہے کہ کوئی یوں کہنے لگتا ہے میں پوری سورت ایک ہی سانس میں پڑھ لیتا ہوں۔ واللہ! ایسے حفاظ نہ قراء ہیں نہ حکماء نہ اتقیاء جب تک ایسے متکبر قراء موجود ہوں اللہ کرے لوگوں میں مزید اس قسم کے حفاظ وقراء کا اضافہ نہ ہو۔ (اَخْلَاقُ حَمَلَةِ الْقُرْآنِ، ص: ۱۶۰)

تذکرہ اخلاق واوصافِ اہلِ قرآن

جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت عطا فرما کر اوروں پر فضیلت دی ہے اور وہ شخص یہ چاہتا ہے کہ حقیقتاً وہ اہلِ قرآن اور خاصانِ حق میں سے بن جائے جن کے متعلق اللہ عز وجل کا ارشاد ہے: یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وہ قرآن کی ایسی تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے۔ اور بقول بعض مفسرین اس کے معنی یہ ہیں کہ کما حقہ قرآن پر عمل کرتے ہیں اور جن کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

اَلَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ هُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ الْكِرَامِ السَّفَرَةِ

جو قرآن پڑھتا ہے اور اس کا ماہر ہے وہ معزز میر منشی فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ ایسے شخص کو درجِ ذیل اخلاق وصفات کا حامل ہونا چاہیے۔ (اخلاق ص ۱۳۹)

۱۔ قران کو اپنے دِل کی بہار بنالے جس کے ذریعے اپنے دل کے ویران وتباہ شدہ حصہ کو آباد کرے۔ قرآنی آداب واخلاقِ شریفہ کے ساتھ تخلّق اختیار کرے جن کے ذریعے وہ ان دوسرے سب لوگوں سے ممتاز ونمایاں نظر آئے جو قرآن پڑھے ہوئے ہیں۔

۲۔ سب سے اول واہم یہ چیز ہے کہ اپنے کھانے پینے، لباس اور مکان میں ورع و پرہیزگاری اختیار کرکے ظاہر و پوشیدہ دونوں طرح تقویٰ وخوفِ الٰہی اختیار کرے۔

۳۔ اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ غلط اور صحیح کلام میں امتیاز کرے۔ جہاں بولنا صحیح ہو وہیں خوب سوچ سمجھ کر بولے اور جہاں خاموش رہنا صحیح ہو وہاں خوب ہمت کر کے خاموش ہی رہے۔ ہرگز زبان کو بے موقع نہ کھولے۔ جس قدر وہ دشمن سے ڈرتا ہے اس سے بھی زیادہ وہ اپنی زبان کی برائی اور بدانجامی سے ڈرے۔ (اخلاق، ص: ۱۴۰)

۴۔ جس بات سے لوگ خوب کھلکھلا کر ہنستے ہیں اس سے اول تو تبسم ہی کرے۔ اگر ہنسے بھی، بشرطیکہ وہ بات خوشی کی ہو اور واقعہ کے بھی موافق ہو، تو بہت کم درجے میں ہنسے۔

۵۔ لہو ولعب والی خوش طبعی سے پرہیز کرے۔ البتہ شرعی خوش طبعی جو حق اور واقعہ کے مطابق ہو اس کی اجازت ہے۔

۶۔ ہنس مکھ ہو، نرم گفتار ہو۔

۷۔ جو باتیں اپنے اندر پائی جاتی ہوں ان پر بھی اپنی تعریف نہ کرے، چہ جائیکہ وہ باتیں جو اس کے اندر موجود ہی نہ ہوں۔

۸۔ نفسانی خواہش کے غالب آجانے سے اپنے نفس کو بچائے تاکہ مولیٰ کی ناراضگی میں گرفتار نہ ہو جائے۔

۹۔ کسی کی غیبت نہ کرے، کسی کو حقیر نہ سمجھے، کسی کو گالی نہ دے۔ کسی کی مصیبت پر بغلیں نہ بجائے، کسی پر ظلم و زیادتی نہ کرے، کسی سے حسد نہ کرے، کسی پر بدگمانی نہ کرے۔

۱۰۔ قران و حدیث اور فقہ کو ہر اچھے خُلق کی طرف رہبر بنائے۔

۱۱۔ اپنے ظاہری اعضاء کو تمام منہیات سے محفوظ رکھے۔

۱۲۔ پوری کوشش کرے کہ لوگ اس کے ہاتھ اور اس کی زبان کی اذیت رسانی سے محفوظ رہیں۔

۱۳۔ کسی پر جہالت کا ثبوت نہ دے، اگر کوئی اس پر جہالت کرے تو بردباری سے کام لے۔

۱۴۔ کسی پر ظلم نہ کرے، اگر کوئی اس پر ظلم کرے تو معاف کر دے۔

۱۵۔ کسی پر زیادتی نہ کرے۔ اگر کوئی اس پر زیادتی کرے تو صبر کرے۔

۱۶۔ اپنے غصّے کو ضبط کرے تاکہ اس کے ذریعہ اپنے رب کو راضی کرے اور اپنے دشمن کو

غضبناک کرے۔

۱۷۔ اپنے آپ کو متواضع و عاجز سمجھے کہ جب بھی کوئی چھوٹا یا بڑا اس کے سامنے حق بات بیان کرے تو اس کے قبول کرنے میں عار نہ محسوس کرے۔

۱۸۔ رفعت و بلندی کو مخلوق سے نہیں بلکہ ذاتِ حق تعالیٰ سے طلب کرے۔

۱۹۔ تکبر اور بڑائی سے دلی نفرت و بغض رکھے اور اپنی ذات پر ہر وقت تعلّی اور بڑائی سے ڈرتا رہے۔

۲۰۔ قرآن کے ذریعہ کھائے نہیں اور اپنی ضروریات کو قرآن کے ذریعہ پورا کرنے کو ناپسند رکھے۔ قرآن کے ذریعہ ملوک وسلاطین تک رسائی کی فکر و کوشش میں نہ لگا رہے۔ قرآن کو امراء کی ہم نشینی کا ذریعہ نہ بنائے کہ وہ اس کی وجہ سے اس کی عزّت و تکریم کریں۔

۲۱۔ اگر لوگ اندھا دھند دنیا کمانے میں مصروف ہوں تو صرف بقدرِ ضرورت معاش پر اکتفا کرے اور یہ جان لے کہ اگر لوگ اونچی کوالٹی کا فاخرانہ لباس زیبِ تن کر رہے ہیں تو مجھے صرف ضروری پردہ اور سترِ عورت ہی کی حد تک معمولی اور حلال لباس ہی استعمال کرنا ہے۔

(اخلاق، ص: ۱۴۲)

۲۲۔ اگر اس پر رزق کی وسعت ہو تو خرچہ میں وسعت کرے اور اگر تنگی ہو تو قناعت کرے۔

۲۳۔ اپنے والدین کی تابعداری اور حسنِ سلوک کو اپنے نفس پر لازم کرلے۔ ان کے سامنے اپنے بازو کو جھکا کر رکھے۔ اپنی آواز کو ان کی آواز کے سامنے دبا کر رکھے۔ ان کے لیے اپنا مال خرچ کرے۔ ان کی طرف عزّت و شفقت کی آنکھ سے دیکھے۔ تادیر ان کے سلامت با کرامت رہنے کی دعاء کرتا رہے۔ بڑھاپے میں ان کے سامنے جذباتِ تشکر کا اظہار کرے۔ ان کی وجہ سے گھٹن اور اُکتاہٹ نہ محسوس کرے۔ ان کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھے۔ اگر کسی طاعت اور نیک کام پر تعاون چاہیں تو تعاون کرے۔ اگر کسی معصیت اور گناہ کے کام پر اعانت طلب کریں تو ہرگز اعانت نہ کرے مگر سختی بھی ہرگز نہ کرے بلکہ بہت احسن طریقہ اور حسنِ ادب سے ان کی بات کو ٹال دے تاکہ جس ناشائستہ کام کا وہ ارادہ کر رہے ہیں اس اچھے رویہ کی بدولت وہ اس سے باز رہیں۔

۲۴۔ رشتہ داروں سے جوڑ رکھے۔ بائیکاٹ سے نفرت رکھے، کوئی رشتہ دار اس سے بائیکاٹ کرے تو یہ نہ کرے۔کوئی رشتہ دار اس کے بارے میں اللہ کی نافرمانی کرے تو یہ اس کے بارے میں اللہ کی اطاعت بجالائے۔

۲۵۔ جو حضرات اس کی صحبت میں بیٹھتے ہوں ان کو علمی فائدہ پہنچائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک اور رویہ برتے۔

۲۶۔ اگر اوروں کو قرآن کی تعلیم دے تو نرم روی سے دے۔کوئی شاگرد غلطی کرے تو نہ اس پر سختی کرے اور نہ شرمسار کرے۔ بلکہ اپنے تمام معاملات میں رفق ونرمی اختیار کرے۔خیر کی تعلیم دینے میں صبر کا دامن تھامے رکھے تاکہ طالبِ علم کے ساتھ مانوس رہے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے والا خوب شاداں وفرحاں رہے۔اگر اس کے ہم نشین لوگوں میں سے کسی کو کوئی مصیبت اور پریشانی لاحق ہو تو تسلی دے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کی تادیبی کارروائی بجا لائے۔(مثلاً یہ مصیبت تمہیں کسی گناہ اور نافرمانی کی وجہ سے پہنچی ہے لہٰذا تم اللہ کی طرف رجوع کرو۔) (اخلاق،ص:۱۴۳)

۲۷۔ جب قرآن کا درس دے تو فہم وعقل کو خوب حاضر کر کے دے، بددلی سے درس نہ دے۔

۲۸۔ جن اوامر کی پیروی اور جن نواہی سے باز رہنے کو اللہ تعالیٰ نے اس پر فرض قرار دیا ہے تلاوت کے وقت اس کا مقصد ان ہی چیزوں کی سمجھ کو ذہن نشین کرنا ہو یہ مقصد نہ ہو کہ کب یہ سورت ختم کروں گا؟

۲۹۔ تلاوت کا مقصد یہ ہو میں کب ماسویٰ اللہ کو چھوڑ کر اللہ کی ذات کے ذریعے استغناء و بے نیازی حاصل کروں گا؟ میں کب متقیوں میں سے بنوں گا؟ میں کب محسنین (نیکوکاروں) میں سے بنوں گا؟ میں کب خاشعین (نماز میں خشوع وخضوع کرنے والوں) میں سے بنوں گا؟ میں کب صابرین میں سے بنوں گا؟ میں کب صادقین (سچے لوگوں) میں سے بنوں گا؟ میں کب خائفین (ڈرنے والوں) میں سے بنوں گا؟ میں کب راجین (امیدواروں) میں سے بنوں گا؟ میں کب

دنیا سے زہد و بے رغبتی حاصل کروں گا؟ میں کب آخرت میں رغبت کروں گا؟ میں کب گناہوں سے توبہ کروں گا؟ میں کب مسلسل نعمتوں کی قدر بجا لاؤں گا؟ میں کب ان پر اللہ کا شکر بجا لاؤں گا؟ میں کب اللہ کے خطاب کو سمجھوں گا؟ میں کب تلاوت شدہ حصہ کی فہم حاصل کروں گا؟ میں کب نفس کو اس کی خواہشات پر غالب کروں گا؟ میں کب اللہ کے راستے میں کما حقہ جہاد کروں گا؟ میں کب اپنی زبان کی حفاظت کروں گا؟ میں کب اپنی نظر کو نیچا کروں گا؟ میں کب اپنی شرمگاہ کی حفاظت کروں گا؟ میں کب اللہ سے کما حقہ شرم و حیا کروں گا؟ میں کب اپنے عیبوں کی تلاش میں مشغول ہوں گا اور جو میرے اخلاق خراب ہو چکے ہیں میں کب ان کی اصلاح کروں گا؟ میں کب اپنے نفس کا محاسبہ کروں گا؟ میں کب وعدے کے دن کے لیے توشہ بنانے کی فکر کروں گا؟ میں کب اللہ سے راضی ہوں گا؟ میں کب اللہ پر اعتماد کروں گا؟ میں کب قرآن کی ڈانٹ سے نصیحت پکڑوں گا؟ میں کب قرآن کے سوا سب ذکر چھوڑ کر قرآن ہی کے ذکر میں مشغول ہوں گا؟ جو قرآن کو محبوب ہے میں کب اسے محبوب بناؤں گا؟ جو قرآن کو مبغوض ہے میں کب اس کو مبغوض بناؤں گا؟ میں کب اللہ کی خیر خواہی اور اپنے عمل کو اسی کی ذات کے لیے خالص کروں گا؟ میں کب اپنی لمبی لمبی امنگوں کو کوتاہ کروں گا؟ میں کب اپنی موت کے دن کے لیے تیاری کروں گا جبکہ مجھے اپنی اجل کا کچھ پتہ نہیں؟ میں کب اپنی قبر کی آبادی کی فکر کروں گا؟ میں کب پیشی اور اس کی سختی کی فکر کروں گا؟ میں کب یہ فکر کروں گا کہ اپنے رب کے سامنے میں نے تنہا پیش ہونا ہے؟ میں کب فکر کروں گا کہ اس جہانِ رنگ و بو میں انقلاب برپا ہونے والا ہے؟ مجھے میرے رب نے دوزخ کی آگ سے ڈرایا ہے جس کی گرمی شدید، گہرائی طویل ہے، جس میں داخل ہونے والے لوگ نہ تو مریں گے کہ آرام پالیں اور نہ ان کی لغزشیں معاف ہوں گی، نہ ان کے آنسوؤں پر رحم آئے گا جن کا کھانا تھوہر کا درخت ہے، جن کا مشروب گرم پانی ہے۔ میں کب ایسی دوزخ سے ڈروں گا؟ (اخلاق۔ص:۱۴۴)

۳۰۔ حافظِ قرآن کی تمام حرکات وسکنات کا دار و مدار قرآن کے علم پر ہونا چاہیے۔ اگر چلے تو علم کے مطابق۔ اگر بیٹھے تو علم کے مطابق۔ پہنے تو علم کے مطابق۔ سوئے تو علم کے

مطابق۔ بیوی سے ہم بستری کرے تو علم کے مطابق۔ بھائیوں کے ساتھ اٹھے بیٹھے تو علم کے مطابق۔ ان کی زیارت کرے تو علم کے مطابق۔ ان کے گھر میں داخلہ کی اجازت چاہے تو علم کے مطابق۔ ان کو سلام کرے تو علم کے مطابق۔ پڑوسیوں کے ساتھ پڑوس ہو تو علم کے مطابق۔ غمگین ہو تو علم کے مطابق، روئے تو علم کے مطابق، صبر کرے تو علم کے مطابق، وضو کرے تو علم کے مطابق، نماز پڑھے تو علم کے مطابق۔ زکوٰۃ دے تو علم کے مطابق۔ صدقہ و خیرات کرے تو علم کے مطابق۔ روزہ رکھے تو علم کے مطابق، حج کرے تو علم کے مطابق۔ جہاد کرے تو علم کے مطابق۔ کمائی کرے تو علم کے مطابق۔ خرچ کرے تو علم کے مطابق۔ معاملات میں فرحت و خوشی ہو تو علم کے مطابق۔ انقباض و تکدر ہو تو علم کے مطابق۔ غرض یہ کہ قرآن وحدیث نے ہر ہر چیز میں اس کی تربیت کی ہے اور قرآن کی ورق گردانی اور تلاوت اسی غرض کے لیے کرتا ہو کہ اس کے ذریعہ اپنے نفس کی تادیب و تربیت کی کارروائی کرے اور اس لیے کہ جو چیزیں اللہ نے اس پر فرض قرار دے دی ہیں یہ قاری و حافظ ان چیزوں کو جہالت اور لاعلمی کے طریقہ پر ادا کرنا گوارہ نہ کرے۔ (اخلاق، ص: ۱۴۲/۱۴۳)

غرض یہ کہ مومن عاقل جب قرآن پاک پڑھتا ہے تو قرآن کی عدالت میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اور اس کو اپنے لیے آئینہ تصور کرتا ہے اور اپنے نیک و بد عمل کا اس سے فیصلہ کرتا ہے۔ سو جس چیز سے مولیٰ کریم نے بچنے کی تاکید کی ہے اس سے بچتا ہے۔ جس سزا اور وعید سے ڈرایا ہے اس سے ڈر جاتا ہے۔ اور جس چیز کی مولیٰ کریم نے تربیت دی ہے اس میں رغبت کر کے انجام کا امیدوار رہتا ہے۔ پس جس حافظ و قاریٔ قرآن کی یہ حالت و کیفیت ہو یا معمولی کمی بیشی ہو اس نے کما حقہ قرآن کی تلاوت کی اور کما حقہ اس کا لحاظ رکھا۔ اس کے لیے قرآن گواہ، سفارشی، دوست اور ذریعۂ حفاظت ثابت ہوگا۔ اس نے خود اپنی ذات کو بھی نفع پہنچایا اور اپنے اہل و عیال کو بھی۔ اور اس طرح اس کے والدین اور اس کی اولاد پر دنیا و آخرت دونوں میں ہر قسم کی خیر و بھلائی بارش کی طرح برسے گی۔ (اخلاق، ص: ۱۴۶)

تذکرۂ اخلاقِ غیر حسنہ وغیر مخلصانہ

ان غیر مخلص قراء وحفاظ کے اخلاق واوصاف کا بیان جو قرآن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے بجائے اہلِ دنیا کی خوشنودی کے طالب ہیں

۱۔ قاریِ قرآن، حروفِ قرآن کا حافظ تو ہو لیکن حدودِ قرآن کا ضائع کرنے والا ہو۔

۲۔ اپنی ذات کو بڑا اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہو۔

۳۔ قرآن کو پونجی بنا رکھا ہو کہ اس کے ذریعہ اغنیاء کا مال کھاتا ہو اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرتا ہو۔

۴۔ دنیاداروں کی تعظیم اور فقراء کی تذلیل کرتا ہو۔

۵۔ اگر کسی مالدار کو تعلیم دے تو دنیا کی لالچ کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی برتتا ہو، لیکن اگر کسی فقیر کو تعلیم دے تو اس وجہ سے کہ اس کے پاس دنیا نہیں ہے جس میں وہ لالچ کر سکے، اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہو اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آتا ہو۔

۷۔ اگر خوش الحان ہو تو اس بات کا خواہش مند رہتا ہو کہ اغنیاء وسلاطین کے سامنے قرأت کرے اور ان کو نماز پڑھائے، ان کی دنیا کی طمع کی بناء پر۔ اور اس کے برعکس فقراء اس سے نماز پڑھانے کی فرمائش کریں تو محض اس بناء پر کہ ان کے پاس دنیا کم ہے اس کو یہ فرمائش گراں گزرتی ہو۔ اصل مقصد دنیا ہے، جہاں بھی وہ اس کو ملتی ہو وہیں پہنچ جاتا ہو۔

۸۔ قرآن کے سہارے لوگوں کے ساتھ فخر سے پیش آتا ہو اور قرأتِ سبعہ وعشرہ کے علم و فضل کے ذریعہ اپنے سے کم درجہ کے حفاظ پر اپنی باتوں کا سکہ جماتا ہو۔

۹۔ جس کسی کو اس جیسا ضبط نہیں ہے اس کو خواہ مخواہ شرمسار و ذلیل کرتا ہو اور جو اسی جیسا ضابط ہو اس کے عیوب تلاش کرتا رہتا ہو۔ (اخلاق، ص: ۱۵۰)

۱۰۔ اس کا بیٹھنا متکبرانہ ہو اوروں کو تعلیم اپنی بڑائی کے لیے دیتا ہو، اس کے دل میں خشوع کے لیے کوئی جگہ نہ ہو، یعنی باتوں کا خوب مشغلہ رکھتا ہو اور خوب ہنستا ہو۔

۱۱۔ جو شاگرد اس کو قرآن سنا رہا ہو اس کے مقابلے میں اپنے ہم نشین دوست کی باتوں پر زیادہ کان دھرتا ہو۔ کلام الرب عز و جل کے مقابلے میں کلامِ مخلوق زیادہ مرغوب ہو۔

۱۲۔ قرآنِ کریم سنتے وقت نہ اس پر خشوع طاری ہوتا ہو، نہ روتا ہو، نہ غمگین ہوتا ہو، نہ غور و فکر کرتا ہو۔

۱۳۔ اگر کوئی اس کے حقوق میں کوتاہی کرے تو اس کو یہ کہتا ہو کہ 'اہلِ قرآن کے حقوق میں کوتاہی نہیں کیا کرتے، اہلِ قرآن کی حاجتیں پوری کیا کرتے ہیں'۔

۱۴۔ لوگوں سے اپنے ذاتی حقوق کی ادائیگی کا تو طالب ہو مگر خود اس پر جو حقوق اللہ واجب ہیں ان کی ادائیگی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔

۱۵۔ اوروں پر تو اپنے گمان کے مطابق لوجہ اللہ ناراض ہوتا ہو مگر خود اپنے نفس پر اللہ کی خاطر کبھی بھی قطعاً ناراض نہ ہوتا ہو۔

۱۶۔ اس کی منزلِ مقصود صرف 'الفاظ کا حفظ' ہو کہ اگر تلاوت میں ایک بھی غلطی آ جائے تو اس کو ناگوار ہو اور اس کی وجہ سے اس پر رنج و غم کا غلبہ ہو جائے محض اس بناء پر کہ لوگوں میں عزت و وجاہت کم ہو گئی اور اب لوگ اس کو اتنا بڑا قاری حافظ نہ سمجھیں گے جتنا کہ پہلے سمجھتے تھے۔ لیکن اس کے بالمقابل قرآن کے اوامر و نواہی کے متعلق اس نے جو اپنے اور اللہ کے مابین کئی حقوق ضائع کر رکھے ہوں ان کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔ (اخلاق، ص:۱۵۱)

۱۷۔ دینی علوم کی تحصیل اور ضروری دینی احکام و مسائل اور حلال و حرام امور و معاملات کی واقفیت سے اس کو کوئی رغبت و دلچسپی نہ ہو بس قران پاک کے حفظ پر قناعت کیے ہوئے اسی کے ذریعہ اہلِ دنیا کے سامنے بناوٹ سجاوٹ کر لیتا ہو اور اسی کے ذریعہ دنیا کما کر عیش و لطف اٹھانے میں مشغول رہتا ہو۔

۱۸۔ قرآن پڑھنے یا پڑھانے کے وقت اس کے اعضاء بدن پر کسی قسم کے خشوع کے آثار نہ ہوتے ہوں بس اس کا مقصود صرف یہ ہو کہ کب قرأت ختم ہو؟ یہ مقصد نہ ہو کہ وہ کب قرآن کو سمجھے گا؟ تلاوت کے وقت قرآن کے امثال میں غور نہ کرتا ہو۔ وعد و وعید سے

کوئی اثر نہ لیتا ہو۔

۱۹۔ اس کا نفس مخلوق کی رضامندی کا طالب ہو، ربّ العالمین کی ناراضگی کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتا ہو۔

۲۰۔ اس کو یہ بات پسند ہو کہ لوگوں میں بہت پڑھنے پڑھانے کے ساتھ مشہور ہو، اپنے قرآن کے ختموں کی نمائش ومشہوری کرتا ہو تا کہ لوگوں میں اس کی عزّت و وجاہت زیادہ ہو جائے۔

۲۱۔ جاہلوں کی جھوٹی اور خلافِ واقع تعریف نے اس کو فتنہ اور دھوکے میں ڈال رکھا ہو باوجودیکہ اس کے افعال جاہلوں کے سے ہوں۔

۲۲۔ اس کے نفس میں جوخواہش بھی آتی ہو قرآنی حکم سے قطع نظر بس اسی کی پیروی کرتا ہو۔

۲۳۔ اگر اس کا کوئی شاگرد کسی دوسرے استاد سے پڑھتا ہو تو اس پر ناراض ہوتا ہو۔

۲۴۔ اگر اس کے سامنے اہلِ قرآن میں سے کسی کی قابلیت یا نیکی کا تذکرہ ہو تو اس کو یہ بات ناگوار گزرتی ہو۔ اگر اس کی کسی پریشانی کا ذکر ہو تو اس سے اس کو خوشی ہوتی ہو۔

۲۵۔ اپنے سے کم مرتبہ کے ساتھ ٹھٹھا مذاق کرتا ہو اور اپنے سے زیادہ مرتبہ لوگوں کے ساتھ طعن وتشنیع کا معاملہ کرتا ہو۔

۲۶۔ اہلِ قرآن کے عیوب تلاش کرتا ہو تا کہ ان کے درجہ کو گھٹائے اور اور اپنی تعلّی ثابت کرے۔

۲۷۔ اس بات کا آرزومند رہتا ہو کہ دوسرے لوگوں سے غلطیاں سرزد ہوں اور خود اس کی ہر بات درستی پر مبنی ہو۔ (اخلاق، ص:۱۵۲)

۲۸۔ ظاہر میں تو قرآن کی تلاوت کے ذریعہ اپنے اوپر صلحاء کی علامات ظاہر کرتا ہو مگر باطن میں اللہ تعالیٰ کے کئی ضروری احکام کو ضائع کر رکھا ہو اور جن چیزوں سے مولیٰ نے منع کر رکھا ہے ان کا ارتکاب کر رہا ہو۔ اور اس تمام تر کارروائی کا منشاء محض حبِ جاہ ومنصب اور حبِ دنیا ہو۔

۲۹۔ حفظِ قرآن کی وجہ سے عجب وخود پسندی نے اور لوگوں کی انگشت نمائی نے اس کو فتنہ اور

غرور میں ڈال رکھا ہو۔

۳۰۔ اگر کوئی دنیا دار یا بادشاہ بیمار ہو جائے اور اس سے ختمِ قرآن کا مطالبہ کیا جائے تو فوراً قبول کر لیتا ہو۔ لیکن اگر کوئی فقیر و مفلس یا گمنام آدمی بیمار ہو جائے اور اس سے ختمِ قرآن کا مطالبہ کیا جائے تو یہ بات اس پر بھاری اور باعثِ ناگواری ہوتی ہو۔ پس جس حافظ و قاری کے یہ اخلاق ہوں وہ اوروں کے لیے فتنہ اور گمراہی کا موجب ہوگا کیونکہ جب وہ ایسے قبیح اور کمینے اخلاق کا ارتکاب کرے گا تو جہلاء اس کی اقتداء کریں گے اور جب کوئی اس جاہل پر اعتراض کرے گا تو وہ صاف کہہ دے گا کہ جب فلاں حافظِ کلام اللہ ایسے کام کرتا ہے تو ہم کیوں نہ کریں۔ لہٰذا ایسے اہلِ قرآن اس قسم کے اخلاق سے توبہ کرکے اخلاقِ شریفہ کے ساتھ تخلّق اختیار کریں۔

وَ اللّٰہُ یُوَفِّقُنَا وَ اِیَّاھُمْ لِلرَّشَادِ (اخلاق، ص: ۱۵۳/۱۵۴)

غرض کہ اہلِ قرآن کے اخلاق غیر اہلِ قرآن کے اخلاق سے ممتاز اور نمایاں اور مختلف ہونے چاہئیں۔ جب انھیں سخت پریشان کن حالات کا سامنا ہو تو اللہ کی طرف التجا کریں۔ مخلوق کی طرف ہرگز نہ رجوع کریں بلکہ ہر کام میں سب سے پہلے اللہ ربّ العزت ہی کا خیال و تصوّر ان کے دلوں میں آنا چاہیے۔ کیونکہ وہ لوگ اللہ کے خواص اور اہل ہیں۔

اُولٰئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَا اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۂ مجادلہ، آیت: ۲۲)

یہ حضرات اللہ کی جماعت ہیں۔ خبردار! یقیناً اللہ ہی کی جماعت فلاح و کامرانی پانے والی ہے۔

نیز حافظِ قرآن، قرآن میں غور و فکر کرے۔ اللہ سے تقویٰ و خوف اختیار کرے۔ قرآن کی تعظیم بجا لائے۔ خود غرضی سے اس کو محفوظ رکھے۔ اور فانی دنیا کے بدلے میں باقی آخرت کو خرید کر لے۔ (اخلاق، ص: ۱۶۶)

اخلاق واوصافِ مدرّسِ قرآن معہ آداب وطرقِ تدریسِ قرآن

حافظ و مدرّس قرآن، علم نبوت اور خلق نبوی ﷺ کا حامل ہے اور خلق نبوی عین قرآن تھا لہٰذا صاحب قرآن کو قرآنی اخلاق سے مزین و آراستہ ہونا چاہیے

سَأَلَ سَعْدُ بْنُ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ ...... عَائِشَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهَا عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ اَلَسْتَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ بَلٰى قَالَتْ فَاِنَّ خُلُقَ نَبِيِّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ كَانَ الْقُرْآنَ (رواه مسلم، كتاب صلاة المسافرين و قصرها باب جامع صلاة الليل و من نام عنه او مرض، اخلاق حملة القرآن، ص : ١٦)

ترجمہ: سعد بن ہشام بن عامر رحمہ اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے متعلق سوال کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ تم قرآن کی تلاوت نہیں کرتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا کیوں نہیں! فرمایا تو پھر نبی کریم ﷺ کا خلق بعینہٖ قرآن ہی تھا۔ (مسلم)

اُن مخلص اساتذۂ قرآن کے اخلاق واوصاف کا تفصیلی تذکرہ جو اپنی تدریسِ قرآنی سے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے طالب ہوں

۱۔ جس شخص کو اللہ نے اپنی کتاب کے علم سے نوازا اور اب وہ کسی مدرسہ یا مسجد میں قرآن پاک کی تدریس کی خدمت لوجہ اللہ انجام دینے لگا ہے اس کو نبی کریم ﷺ کے فرمانِ عالی "خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ" تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے کے مصداق میں اپنی شمولیت کو بسا غنیمت اور نعمت عظمیٰ تصور کرنا چاہیے۔

۲۔ اُس کو ایسے اخلاقِ حسنہ شریفہ کا حامل ہونا چاہیے جو اس کی شرافت وفضیلت اور صدق نیت و اخلاق کا پتہ دیتے ہوں۔

۳۔ قبلہ رو نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ اس طرح اپنی درسگاہ میں بیٹھے گویا اُستاذ کے

سامنے بیٹھا ہوا ہے۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے "اَفۡضَلُ الۡمَجَالِسِ مَا اُسۡتُقۡبِلَ بِهِ الۡقِبۡلَةَ" سب سے زیادہ فضیلت والی مجلس وہ ہے جس میں قبلہ کی طرف منہ کیا جائے۔ (ابوداؤد عن ابی سعید الخدریؓ) (اخلاص، ص: ۱۶۷)

۴۔ جن شاگردوں کو وہ قرآن پاک سکھا رہا ہے اُن کے ساتھ انتہائی شفقت اور حسنِ توجہ سے پیش آئے۔

۵۔ اگر اُس کے پاس کمسن اور معمر نیز مالدار اور فقیر ہر طرح کے لوگ تعلیم قرآن حاصل کرتے ہوں تو ہر ایک کے ساتھ اس کی شان اور عمر اور حالت کے مطابق معاملہ کرے اور ہر صاحبِ حق کو اس حق کا پورا پورا ادا کرے اور اگر اُس مدرس کا اپنی تدریسِ قرآن سے صرف رضائے مولیٰ کا حصول مقصود ہے تو انصاف کا دامن ہرگز اپنے ہاتھ سے نہ چھوٹنے دے۔

۶۔ **تساویِ غنی وفقیر:** مدرّس قرآن کے لیے لائق نہیں کہ غنی کو تو قریب بٹھائے مگر فقیر کو دور بٹھائے۔ غنی کے ساتھ نرمی کرے مگر فقیر کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔ غنی کے سامنے تو گربہ مسکین بن جائے مگر فقیر کے ساتھ درندہ اور بھیڑیا بن جائے۔ اگر اُس نے ایسا کیا تو اُس کا یہ سلوک ظالمانہ اور غیر منصفانہ شمار ہوگا۔ لہٰذا مدرّس پر لازم ہے کہ غنی اور فقیر دونوں میں انصاف اور برابری کرے۔ بلکہ اگر اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پیارا بندہ بننا چاہتا ہے تو فقیر شاگرد کے سامنے نسبتاً زیادہ تواضع و عاجزی اختیار کرے، اس کو نسبتاً مجلس میں زیادہ بٹھائے۔ اُس پر نسبتاً زیادہ شفقت و مہربانی کرے۔ چنانچہ غنی وفقیر میں برابری کی دلیل تو یہ ہے کہ ربیع بن انس نے حضرت ابوالعالیہ تابعیؒ سے ارشادِ باری ﴿وَ لَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ لوگوں سے اپنے رُخسار کو مت پھیرنا، کی تفسیر میں اُن کا یہ قول نقل کیا ہے "يَكُوۡنُ الۡغَنِيُّ وَ الۡفَقِيۡرُ عِنۡدَكَ فِي الۡعِلۡمِ سَوَاءٌ" یعنی تدریسِ علم میں مالدار اور مفلس دونوں آپ کے یہاں برابر ہونے چاہئیں اور فقیر کو قریب کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ ہدایت فرمائی ﴿وَ لَا تَعۡدُ عَيۡنَكَ عَنۡهُمۡ﴾ اور

آپ کی آنکھیں اور توجہات اُن فقراء سے ہٹنے نہ پائیں۔ جبکہ ایک دنیادار قوم نے حضور ﷺ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اُنھیں اپنی مجلس میں مقرب بنائیں اور فقراء کے مقابلے میں اُن کے ساتھ امتیازی سلوک فرمائیں اور حضور ﷺ نے اُن کا مطالبہ تسلیم کرنے کا ارادہ فرمالیا تھا۔ اس لیے نہیں کہ آپ کا مقصود دنیا کا مال ومتاع تھا بلکہ اس لیے کہ قبولِ اسلام کے لیے اُن لوگوں کی دلجوئی آپ کا مقصود تھی لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی کی افضل ترین خلق کی طرف رہنمائی فرمائی اور یہ حکم فرمایا کہ فقراء کو قریب فرمائیں اور اُن کے ساتھ خندہ پیشانی اور نرم روی کا معاملہ فرمائیں اور مجلس میں اُن کے ساتھ اپنے آپ کو پابند رکھیں اور مالداروں کو اپنے سے دور رکھیں جن کا پورا میلان دنیا ہی کی طرف ہے، چنانچہ حضور ﷺ نے اس پر عمل درآمد فرمایا۔

اِس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ سورۂ انعام (آیت: ۵۲) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَ لَا تَطۡرُدِ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ مَا عَلَیۡکَ مِنۡ حِسَابِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ وَّ مَا مِنۡ حِسَابِکَ عَلَیۡہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَتَطۡرُدَہُمۡ فَتَکُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِیۡنَ﴾ اور اُن لوگوں کو اپنے سے نہ ہٹایئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے وہ خاص اُسی کی رضا کا قصد رکھتے ہیں نہ تو اُن کا حساب ذرا بھی آپ پر ہے اور نہ ہی آپ کا حساب ذرا بھی اُن پر ہے، لہٰذا (اس صورتحال میں سردارانِ قریش کے ایمان کی طمع میں) اِن فقراء کو (اپنی مجلس سے) ہٹانے لگیں گے۔ تو آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔ اس تفسیر میں حضرت خباب بن ارتؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری یہ دونوں حضور اقدس ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دیکھا کہ آپ صہیب، بلال، عمار اور خباب رضی اللہ عنہم جیسے چند نادار اور غریب ومسکین مسلمانوں کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ کہنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے لیے ایک ایسی مخصوص مجلس منعقد فرمایا کریں جو عرب میں ہماری ہی نسبت سے مشہور ہو۔ ہم اس مجلس میں آ کر آپ کی باتیں سنا کریں گے، ہمیں اس بات سے عار اور شرم محسوس ہوتی ہے کہ عرب لوگ ہمیں

ایسے غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں لہٰذا جب ہم آیا کریں تو آپ ان لوگوں کو ہم سے برطرف فرما دیا کیجیے اور جب ہم فارغ ہوجایا کریں تو پھر آپ اگر چاہا کریں تو ان کے ساتھ نشست فرمالیا کیجیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، وہ دونوں کہنے لگے آپ ہمیں ایک تحریر لکھ کر دے دیجیے۔ اِس پر آپ ﷺ نے ایک کاغذ منگوالیا اور لکھنے کے لیے حضرت علیؓ کو طلب فرمالیا اور ہم خود ہی ایک کونے میں سرک گئے اور دبک کر بیٹھے گئے۔ اِس پر جبرئیل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے۔ یہ آیتیں سن کر حضور ﷺ نے کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلالیا۔ ہم حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا﴿سَلٰمٌ عَلَیۡکُمۡ کَتَبَ رَبُّکُمۡ عَلٰی نَفۡسِہِ الرَّحۡمَۃَ﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۵۴) تم پر سلامتی ہو تمھارے پروردگار نے تمھارے حال پر مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے۔ ہم آپ ﷺ سے اتنے قریب ہوگئے کہ اپنے زانوؤں کو آپ کے مبارک زانو پر رکھ دیا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ ہمارے ساتھ نشست فرمایا کرتے اور جب اُٹھنے کا ارادہ فرمایا کرتے تو اُٹھ جایا کرتے اور ہمیں چھوڑ جایا کرتے تھے، اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی﴿وَ اصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَ لَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ﴾ (سورۂ کہف، آیت: ۲۸) اَیۡ وَ تُجَالِسُ الۡاَشۡرَافَ عُیَیۡنَۃَ وَ الۡاَقۡرَعَ تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا اور آپ اپنی ذات کو اُن لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اُس کی رضاجوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی (میں دین اسلام) کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں (اور سرداران قریش عینیہ واقرع وغیرہ) کے ساتھ آپ مخصوص مجلس نہ کریں) اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کے ہمراہ بیٹھے رہا کرتے اور جب وہ مقررہ وقت ہوجاتا جس میں آپ مجلس برخاست کرتے اور گھر میں تشریف لے جایا کرتے تھے تو ہم خود ہی اُٹھ جاتے اور آپ کو فارغ کردیا کرتے تھے حتیٰ کہ ہمارے اٹھنے کے بعد ہی آنجناب ﷺ اُٹھا کرتے تھے۔ فسبحان اللہ و بحمدہ

(اخلاق حَمَلَۃُ القرآن، ص: ۱۷۰)

فقراء کو قریب کرنے کے متعلق ابن مسعودؓ کا واقعہ

زاذان ابو عمر کہتے ہیں دَخَلْتُ عَلٰی ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَوَجَدْتُ اَصْحَابَ الْخَزِّ وَ الْیُمْنَۃِ قَدْ سَبَقُوْنِیْ فِی الْمَجْلِسِ فَنَادَیْتُ یَا عَبْدَ اللّٰہِ مِنْ اَجْلِ اَنِّیْ رَجُلٌ اَعْمٰی اَدْنَیْتَ ھٰؤُلَاءِ وَ اَقْصَیْتَنِیْ؟ فَقَالَ اُدْنُہْ فَقَدْ دَنَوْتُ حَتّٰی کَانَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَہٗ جَلِیْسٌ (اخلاق حملۃ القرآن، ص:۱۷۴)

میں ابن مسعودؓ کی مجلس میں داخل ہوا تو زرق برق لباس والے اُمراء کو مجلس میں سبقت کرنے والا پایا تو میں نے آواز سے پکار کر کہا اے عبداللہ! کیا اس بناء پر کہ میں ایک نابینا آدمی ہوں آپ نے ان لوگوں کو قریب بٹھالیا اور مجھے دور کردیا۔ فرمایا قریب ہوجاؤ تو میں اتنا قریب ہوگیا کہ میرے اور ابن مسعودؓ کے درمیان بس ایک ہی آدمی کا فاصلہ رہ گیا۔

تدریس کا یہ بھی ادب ہے کہ جب ایک شاگرد سنا رہا ہو تو دوسرے کا ہرگز نہ سنے بلکہ سب طلبہ کا فرداً فرداً سنے کیونکہ اسی میں شاگردوں کا زیادہ نفع ہے، البتہ اگر سبق کھلوانا ہو تو اکٹھا کئی طلبہ کو کھلوا سکتے ہیں۔

حفظ سے پہلے تجوید و حفظِ بعضِ قرآن کا جائزہ

مدرّسِ حفظ قرآن پر لازم ہے کہ جو نوجوان یا بچہ یا بوڑھا اس کے پاس قرآن پاک حفظ کرنا چاہے اس کے متعلق اوّلاً یہ تسلی اور اطمینان حاصل کرلے کہ آیا اس کو پارہ نمبر ۳۰ وغیرہ کا چوتھائی یا ساتواں حصہ یا اس سے کم وبیش اتنا حصہ یاد اور صحیح ہے کہ جس کے ذریعے وہ اپنی فرض نماز ادا کرسکتا ہے اور بوقت ضرورت، نماز میں لوگوں کی اُس کے ذریعے امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر ایسا ہے کہ اُس کی زبان میں صحیح ادا کی صلاحیت و تمرین پائی جاتی ہے تو پھر بے دھڑک سورۂ بقرہ سے حفظِ قرآن شروع کرادے۔

خوب غور اور توجہ سے سننا

مدرّسِ قرآن پر لازم ہے کہ جو شاگرد اس کو قرآن پاک سنا رہا ہو اس کی سماعت کا فریضہ خوب توجہ سے اور بھرپور طریقے پر بجالائے۔ اس طرح کہ سماعت کے وقت نہ کسی سے بات

چیت کرے اور نہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہو۔ اس طریقے سے اُس شاگرد کو بھی بہت فائدہ و نفع ہوگا اور خود مدرّسِ قرآن بھی سماعت شدہ حصہ قرآن میں تدبر و غور وغیرہ سے مستفیض ہوگا نیز دوسرے سے قرآن کریم سننے میں جو عظیم نفع اور کثیر اجر ہے اس سے بھی مالا مال ہوگا۔ اور خاموشی کے ساتھ بھرپور توجہ سے سننے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے فیضان کا وعدہ بھی ہے۔ چنانچہ ارشادِ حق ہے ﴿وَ اِذَا قُرِأَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۲۰۴) اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اس کی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو۔ اُمید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ علاوہ ازیں دوسرے سے سننے کی افادیت ابن مسعودؓ کی اُس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں آپ کو سناؤں جبکہ خود آپ ﷺ پر تو قرآن کریم کا نزول ہوا ہے؟ فرمایا ہاں، میرا جی چاہتا ہے کہ کسی دوسرے سے قرآن سن کر محظوظ ہوؤں۔ اس پر ابن مسعودؓ نے سورۂ نساء سے تلاوت شروع کردی۔ جب اِس آیت پر پہنچے ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَاءِ شَهِيْدًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۴۱) سو اُس وقت کیا حال ہوگا جبکہ ہم ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک گواہ حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لیے حاضر لاویں گے تو میں نے دیکھا کہ حضور اقدس ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی ہے۔ فرمایا ابن مسعودؓ بس کافی ہے! یہ حدیث امام بخاری نے کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ النساء میں اور کتاب فضائل القرآن باب البکاء عند قراءۃ القرآن میں روایت کی ہے۔ (حاشیہ اخلاق، ص: ۷۵)

عدمِ سختی وتشدد

جو شاگرد، مدرّس کو قرآن پاک سنا رہا ہو اور اُس سے نادانستہ کوئی غلطی سرزد ہوجائے یا اُس نے غفلت و لاپرواہی کی بناء پر کوئی غلطی کرلی تو استاد کو چاہیے کہ اُس پر سختی وتشدد نہ کرے بلکہ نرم روی اختیار کرے۔ اُس پر زیادتی اور غصہ نہ کرے بلکہ صبر وتحمل سے کام لے۔ کیونکہ اگر اس نے سختی اور تشدد کیا تو کوئی بعید نہیں کہ وہ شاگرد متنفر ہوکر قرآن پڑھنا چھوڑ دے اور پھر کبھی مدرسہ یا مسجد میں آنے کا نام ہی نہ لے۔

اساتذۂ قرآن کو سختی نہ کرنے کے متعلق حضور ﷺ کی نصائح

۱۔ "عَلِّمُوْا وَ لَا تُعَنِّفُوْا فَاِنَّ الْمُعَلِّمَ خَيْرٌ مِنَ الْمُعَنِّفِ" (بیہقی) تم تعلیم دو مگر سختی نہ کرو کیونکہ تعلیم دینے والا سختی کرنے والے سے بہتر ہے۔

۲۔ "اِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِيْنَ وَ لَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِيْنَ" (بخاری) تم لوگ آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو اور تنگی و مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔

۳۔ "يَسِّرُوْا وَ لَا تُعَسِّرُوْا وَ سَكِّنُوْا وَ لَا تُنَفِّرُوْا" (بخاری) آسانی کرو، تنگی نہ کرو۔ راغب کرو، متنفر نہ کرو۔

شاگردوں کے سامنے حلم و بردباری، تواضع و عاجزی اور وقار و سکینت اختیار کرنے کے متعلق تین اقوال:

۱۔ قولِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَ الْحِلْمَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَ لْيَتَوَاضَعْ لَكُمْ مَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَ لَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ عِلْمُكُمْ بِجَهْلِكُمْ" (کنز العمال) تم علم بھی سیکھو اور علم کے لیے سکینت و بردباری بھی سیکھو اور جن کو تم علم سکھاتے ہو اُن کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور تمھارے شاگرد بھی تمھارے سامنے عاجزی اختیار کریں اور تم مغرور و جبار علماء نہ بنو کہ تمھارا علم، جہالت پھیلانے کا ذریعہ ثابت نہ ہو۔

۲۔ قولِ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ

يَنْبَغِيْ لِلْعَالِمِ اَنْ يَضَعَ الرَّمَادَ "وَ التُّرَابَ" عَلٰى رَأْسِهِ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰى
عالم کے لیے لائق و مناسب ہے کہ اپنے سر پر راکھ اور مٹی ڈالے رکھے یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر تواضع و مسکنت اختیار کرے۔ (جامع بیان العلم)

۳۔ قولِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایضاً

تَعَلَّمُوْا الْعِلْمَ وَ عَلِّمُوْهُ النَّاسَ وَ تَعَلَّمُوْا لَهُ الْوَقَارَ وَ السَّكِيْنَةَ وَ تَوَاضَعُوْا

لِمَنْ تَعَلَّمْتُمْ مِنْهُ وَ لِمَنْ عَلَّمْتُمُوْهُ وَ لَا تَكُوْنُوْا جَبَابِرَةَ الْعُلَمَاءِ فَلَا يَقُوْمُ جَهْدُكُمْ بِعِلْمِكُمْ" (جامع بيان العلم) علم سیکھواور اُسے لوگوں کو سکھلاؤ اور علم کے لیے وقار و سکون بھی سیکھو اور اپنے اُستادوں اور شاگردوں سبھی کے سامنے عاجزی اختیار کرو اور تم زبردست اور جابر علماء نہ بنو کیونکہ جہالت کی باتیں تمھارے علم کو رائج نہیں کر سکیں گی۔

عدمِ طلبِ خدمت

جو شخص خالص اللہ کی ذات کے لیے قرآن پاک کی تعلیم دیتا ہو اُس کو چاہیے کہ قرآن پڑھنے والے شاگردوں سے اپنی ضروریات پوری کرانے سے اور خدمت لینے سے اور اُن کو اپنے کسی بھی کام کا ذمہ دار بنانے سے اپنے نفس کی حفاظت کرے۔ اگر اس کو کوئی ضرورت پیش آئے تو شاگردوں کی بجائے غیر شاگرد بھائیوں سے اُس کے پورا کرنے کی درخواست کرے جو اُس کے پاس قرآن نہ پڑھتے ہوں بلکہ افضل صورت یہ ہے کہ جب مدرسِ قرآن کو کوئی حاجت پیش آئے تو بجائے شاگردوں اور لوگوں کے خود ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف رجوع کرے کہ مولیٰ کریم! میری اس ضرورت کو پورا فرما دے۔ اس کے بعد اگر کوئی بھائی بغیر سوال کے اس ضرورت کے پورا کرنے کی پیشکش کرے اور اس کو انجام دے دے تو سب سے پہلے اللہ کا شکر بجا لائے کہ اُس نے دنیا داروں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے سے اور ان کے سامنے ذلیل ہونے سے بچا لیا۔ پھر اُس خدمت بجا لانے والے بھائی کا شکریہ ادا کرے کیونکہ محسن کا اظہارِ تشکر بھی واجب ہے۔

شاگردوں سے خدمت طلبی اور حاجت برآری کی مذمت کے متعلق اقوال واحادیث

۱۔ حسن بن ربیع بورانی کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن ادریس شافعی کے پاس حاضر تھا جب میں واپسی کے لیے اُٹھا تو مجھ سے فرمایا پرانے خشک چمڑوں کا بھاؤ تاؤ پوچھ کر آنا۔ جب میں چل پڑا تو مجھے واپس بلایا اور فرمایا ''بھاؤ مت پوچھنا کیونکہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے کسی حاجت کا سوال کروں جو مجھ سے حدیث لکھتا ہو۔

۲۔ خلف بن تمیم کہتے ہیں کہ میرے والد فوت ہو گئے اور وہ مقروض تھے اور میں حمزہ

زیات کے پاس آیا اور اُن سے عرض کیا کہ قرض خواہ سے سفارش فرمادیں کہ میرے والد کا کچھ قرض ہلکا کردے تو مجھ سے امام حمزہؒ نے فرمایا ''تیرا ستیاناس ہو! وہ قرض خواہ تو مجھ سے قرآن پڑھتا ہے اور میں تو یہ بھی گوارا نہیں کرتا ہوں کہ قرآن پڑھنے والے کسی شاگرد کے گھر سے پانی ہی پیوں۔''

۳۔ فضیل بن عیاضؒ کہتے ہیں: حافظ قرآن کی شان نہیں کہ کسی بھی آدمی کے پاس اپنی ضرورت لے کر جائے، خلیفہ ہو یا اور کوئی۔ البتہ یہ لائق شان ہے کہ مخلوق کی حاجتیں حافظ قرآن کے پاس آئیں۔ (اخلاق، ص:۱۷۹)

۴۔ ربیع بن انسؒ کا قول کہ تورات میں لکھا ہوا ہے: "عَلِّمْ مَجَّانًا کَمَا عُلِّمْتَ مَجَّانًا" تم بھی اسی طرح مفت علم سکھاؤ جس طرح تمھیں مفت علم سکھلایا گیا ہے۔ (۱۸۰)

۵۔ حضرت عیسیٰؑ نے حواریین سے فرمایا: جن کو تم علم سکھاتے ہو ان سے صرف اتنا ہی معاوضہ طلب کرو جتنا تم نے مجھے دیا ہے (یعنی کچھ بھی نہیں) اور اے زمین کے نمک! تم لوگ خراب نہ ہوؤ کیونکہ ہر چیز جب خراب ہوجاتی ہے تو نمک کے ذریعے اس کی اصلاح کرلی جاتی ہے لیکن جب خود نمک ہی خراب ہوجائے تو اس کی کوئی اصلاحی صورت نہیں اور جان لو کہ تم میں دو عادتیں جہالت کی ہیں: ایک بغیر تعجب کے خواہ مخواہ ہنسنا، دوسری جاگتے ہوئے صبح کردینا۔ (حاشیہ اخلاق، ص:۱۸۰)

۶۔ عبدالرحمٰن بن شبلؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ مبارک ارشاد نقل کیا ہے: "اِقْرَأِ الْقُرْآنَ وَ لَا تَغْلُوْا فِیْهِ وَ لَا تَجْفُوْا عَنْهُ وَ لَا تَاْكُلُوْا بِهٖ وَ لَا تَسْتَكْبِرُوْا" قرآن پڑھو، اس میں تحریف و وسوسہ نہ کرو، اس سے دور مت ہوؤ۔ اس کے ذریعے مت کھاؤ اور تکبر و بڑائی مت اختیار کرو۔ (اخلاق، ص:۱۸۱)

ابوہریرہؓ سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے

مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَیْ رِیْحَهَا۔

وہ علم دین جس کے ذریعے اللہ کی رضامندی حاصل کی جاتی ہے جس نے ایسا علم دنیوی

ساز و سامان کے حصول کے لیے سیکھا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔
(ابن ماجہ، ابوداؤد و احمد)

زاذانؒ نے یہ مرفوع حدیث نقل کی ہے

مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ يَتَاكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ وَجْهُهُ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ (فضائل القرآن لابی عُبَید) (اخلاق، ص : ۱۸۲)

جس نے قرآن پڑھا تاکہ اس کے ذریعے لوگوں سے کھائے وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اُس کا چہرہ ہڈی ہی ہڈی ہوگا جس پر گوشت کا نام ونشان بھی نہ ہوگا۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے

اگر اہلِ علم، علم کی حفاظت کریں اور اہل لوگوں ہی کو اس کی تعلیم دیں تو اپنے زمانے کے لوگوں کے سردار بن جائیں لیکن انھوں نے تو علم کو دنیاداروں پر خرچ کیا ہے تاکہ ان کی دنیا میں سے کچھ حاصل کرلیں لہٰذا وہ دنیاداروں کی نظر میں بے وقعت ہوگئے ہیں۔ میں نے آقائے نامدار ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اپنا فکر ایک ہی فکرِ آخرت بنالیا اس کو اللہ تعالیٰ تمام غموم دنیا میں کافی ہوجائیں گے اور جس نے دنیا کے اُمور میں ہر طرف اپنے فکر کو منتشر کردیا اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کریں گے کہ وہ غموم کی کن وادیوں میں پڑ کر تباہ و برباد ہوگیا (بلکہ اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیں گے) (ابن ماجہ) (اخلاق، ص: ۱۸۳)

حسن بصریؒ کا ارشاد ہے

اس قرآن کو تین طرح کے اشخاص نے پڑھا ہے، ایک وہ شخص جس نے قرآن کو پونجی کا ذریعہ بنالیا ہے۔ ایک شہر سے دوسرے تک اس کو لیے پھرتا ہے۔ دوسرا وہ آدمی جس نے قرآن کے الفاظ تو یاد کرلیے ہیں مگر اُس کی حدود ضائع کردی ہیں، یوں دعویٰ کرتا ہے کہ میری پورے قرآن میں ایک غلطی بھی نہیں آتی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے ذریعے تو اللہ تعالیٰ قبروں کی تعداد زیادہ فرمادیں اور دنیا کے گھروں کو ان سے پاک وصاف فرمادیں۔ واللہ! ان لوگوں کا تکبر تو صاحبِ تخت اور صاحبِ منبر سے بھی زیادہ سخت ہے۔ تیسرا وہ قاری جس نے رات کو جاگ کر

قرآن پڑھا اور دن کو بھوکا پیاسا رہا اور خواہشاتِ نفس پر پہرہ بٹھا دیا۔ پوری رات اپنے قدموں پر برابر کھڑا رہتا اور محرابوں کو زینت بخشتا رہا۔ ایسے ہی لوگوں کی بدولت اللہ تعالیٰ دشمن کو ہمارے سے دفع فرماتے ہیں اور انہی کے طفیل ہم پر بارش برسا کر سیراب فرماتے ہیں۔ اس قسم کے قراء کبریتِ احمر (سرخ خالص سونے) سے بھی زیادہ نایاب ہیں۔

اخلاق کی آخری حد- امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

وَدَدْتُ اَنَّ الْـخَـلْقَ تَعَلَّمُوْا هٰذَا الْعِلْمَ يَعْنِى عِلْمَهٗ وَ كُتُبَهٗ عَلٰى اَنْ لَا يُنْسَبَ اِلَیَّ حَرْفٌ مِنْهُ۔

مجھے یہ بات پسند ہے کہ مخلوق میرا پورا علم اور میری تمام کتابیں سیکھ لیں اور میری طرف اُس علم کا ایک حرف بھی منسوب نہ کیا جائے۔ (تبیان، ص:۳۶)

خیرخواہیٔ شاگردان

طلبہ پر شفقت و ہمدردی کے متعلق ابن عباسؓ کا درج ذیل قول مدرّسین کے لیے مشعلِ راہ ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں:

اَكْـرَمُ الـنَّـاسِ عَـلَـیَّ جَـلِيْـسِیَ اَلَّذِیْ يَتَخَطَّى النَّاسَ حَتّٰى يَجْلِسَ اِلَیَّ لَوِ اسْـتَـطَـعْـتُ اَنْ لَا يَـقَـعَ الـذُّبَابَ عَلٰى وَجْهِهٖ لَفَعَلْتُ وَ فِیْ رِوَايَةٍ اَنَّ الذُّبَابَ لَيَقَعُ عَلَيْهِ فَيُؤْذِيْنِیْ۔ (تبیان ، ص : ۴۰)

میرے نزدیک سب سے معزز و مکرم شاگرد وہ ہے جو لوگوں کی گردنیں پھلاندتا ہوا آئے اور میرے قریب آ کر بیٹھ جائے (جبکہ وہ شدتِ جذبات سے مغلوب ہو) اگر میرے بس میں ہو کہ اُس کے چہرے پر مکھی بھی نہ بیٹھے تو میں ایسا کرلوں اور ایک روایت میں یوں فرمایا کہ طالب علم پر مکھی بیٹھتی ہے تو اس سے بھی یقیناً مجھے اذیت و کوفت ہوتی ہے۔

غرضیکہ اہلِ قرآن اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھیں کہ اُن کے اندر دنیوی جاہ و عزت اور دنیاداروں کے مال و متاع میں حرص و طمع کا جذبہ ہرگز کارفرما نہ ہو ورنہ اُن کی ساری محنت اکارت ہو جائے گی بلکہ اُس کی بجائے اُخروی اجر و نفع کے اُمیدوار رہیں اور جب مدرّس قرآن تدریسِ

قرآن کے لیے مسندِ تدریس پر رونق افروز ہوتو اس کے لیے لائق ہے کہ قرآنی آداب کے ساتھ موصوف ہو۔ قرآنی ثواب کا صرف اللہ تعالیٰ سے اُمیدوار ہو اور قرآن کے ذریعے تمام ما سوی اللہ سے بے نیاز ہو جائے۔ اپنی ذات کو متواضع و حقیر سمجھے تا کہ اللہ کے یہاں اس کا مرتبہ رفیع و بلند ہو جائے۔ (اخلاق حملۃ القرآن، ص:۱۸۴)

حسین اَمرد

۱۔ **نظر:** تمام علماء کا صحیح اور پسندیدہ مذہب یہ ہے کہ بغیر ڈاڑھی والے خوبصورت بچے کو بغیر کسی تعلیمی ضرورت وغیرہ کے دیکھنا حرام ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو خواہ بغیر شہوت کے، فتنہ کا ڈر ہو خواہ نہ ہو۔ نظر کرنے والا نیک و صالح ہو خواہ غیر صالح۔ امام شافعیؒ وغیرہ بے شمار علماء نے اس کے حرام ہونے کی صراحت فرمائی ہے اور اس کی دلیل حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ﴿قُــــلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا اَبْصَارَهُمْ﴾ (النور-۳۰) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔

علاوہ ازیں یہ کہ اَمرد، عورت کے حکم میں ہے بلکہ کئی بچے تو کئی عورتوں سے بھی زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ بدکاری کے مواقع بہ نسبت عورتوں کے زیادہ مہیا ہوتے ہیں۔ نیز عورتوں میں تو حلال ہونے کی ایک صورت نکاح موجود ہے مگر امرد تو کسی حال میں بھی حلال نہیں ہوسکتا لہٰذا اَمردوں کی طرف نظر بازی بطریق اولیٰ حرام ہے۔ (تبیان، ۹۳)

۲۔ **تخلیہ:** امردوں کے ساتھ تخلیہ، بدنظری سے بھی زیادہ سنگین و خطرناک ہے کیونکہ اس میں بدکاری واقع ہو جانے کا بہت زیادہ امکان ہے۔ تخلیہ کرنے والا صالح ہو خواہ غیر صالح، دونوں کا حکم برابر ہے۔ (فتاویٰ نوویہ بحوالہ حاشیہ تبیان، ص:۹۳)

۳۔ **مصافحہ:** بے ریش بچے کے ساتھ شہوت کے ساتھ مصافحہ کرنا حرام ہے کیونکہ وہ فتنے کے لحاظ سے عورتوں سے سخت تر ہے۔ (حاشیہ تبیان، ص:۹۴)

۴۔ **مجالس میں قرآن خوانی:** محافل و اجتماعات میں خوبصورت اَمرد سے خوش آوازی کے ساتھ قرآن خوانی کی فرمائش کرنا موزوں اور مستحسن نہیں ہے کیونکہ اس میں کئی مفاسد و نقصانات ہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس صورت میں خوب صورتی کے ساتھ خوش آوازی کریلا

اور نیم چڑھا' یا 'سونے پر سہاگہ' ہے۔ لہٰذا فتنے کا امکان دو چند ہو کر بلیّہ انتہائی سخت ہو جاتی ہے جس کے پیشِ نظر وہ اجتماع و جلسہ بجائے طاعت کے معصیت کا ذریعہ بن جاتا ہے اور اللہ کی اطاعت اُس کے غضب کے ذریعے قطعی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔ (تبیان)

اَمرد کے خطرناک ہونے کے متعلق علماء کے ارشادات

ا۔ بعض تابعین کا قول ہے: "مَا اَنَا بِاَخْوَفَ عَلَى الشَّابِّ النَّاسِكِ مِنْ سَبُعٍ ضَارٍّ مِنَ الْغُلَامِ الْاَمْرَدِ يَقْعُدُ اِلَيْهِ" مجھے کسی نوجوان عابد کے متعلق کسی چیر پھاڑ دینے والے درندے سے اتنا خطرہ نہیں جتنا خطرہ کسی بے ریش بچے سے ہے جو اُس کے پاس (تخلیہ وغیرہ میں) بیٹھا ہو۔ (حاشیہ تبیان، ص: ۹۴)

۲۔ ایک شاعر کہتا ہے،

"لَا تَصْحَبَنَّ اَمْرَدًا يَا ذَا النُّهٰى
فَهُوَ مَحِلُّ النَّقْصِ دَوْمًا وَ الْبَلَا

اے ذی عقل! تو کسی بھی امرد کی صحبت مت اختیار کر کیونکہ امرد ہمیشہ تباہ کاری و نقصان کا ذریعہ ہوتا ہے۔

وَ اتْرُكْ هَوَاهُ وَ ارْتَتْجِعْ عَنْ صُحْبَتِهٖ
كُلُّ الْبَلَاءِ اَصْلُهٗ مِنْ فِتْنَتِهٖ

امرد کی شہوت و عشق بازی کو چھوڑ دے اور اس کے ساتھ بیٹھنے سے باز آ جا کیونکہ تمام تباہ کاریوں کی جڑ فتنہ امرد ہی ہے۔ (بحوالہ بالا)

۳۔ منقول ہے کہ سفیان ثوریؒ ایک مرتبہ حمام میں تھے کہ اتنے میں ایک امرد وہاں آیا تو فرمایا کہ اس کو میرے پاس سے باہر نکال دو کیونکہ ہر عورت کے ساتھ صرف ایک شیطان دیکھتا ہوں مگر ہر امرد کے ہمراہ سترہ شیاطین دیکھ رہا ہوں۔ (ایضاً)

۴۔ صاحبِ ملتقط کہتے ہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جائے اور صبیح و خوب صورت ہو تو اس کا حکم عورتوں جیسا ہے کہ وہ سر کی چوٹی سے لے کر قدم تک پورے کا پورا ستر اور محل پردہ ہے لہٰذا شہوت کے ساتھ اُس کی طرف نظر کرنا جائز نہیں ہے۔" (مختصراً بحوالہ بالا)

اور صبیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دیکھنے والے کی طبیعت ومزاج کے لحاظ سے وہ حسین و جمیل ہوا گرچہ کالا کلوٹا ہی ہو کیونکہ طبائع کے فرق سے حسن و جمال کا معیار بھی بدلتا رہتا ہے۔

۵۔ حاشیۂ ابن عابدین (ج:۱،ص:۲۷۳) میں ہے کہ ''حسن و جمال کی خوبیوں سے لطف اندوز ہونے اور چسکے لینے کی نیت سے بے ریش بچے کو دیکھنے کے حرام ہونے پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، البتہ لذت ومزے کی نیت کے بغیر دیکھنا بالاتفاق جائز ہے، لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ دیکھنے والے کو اپنے متعلق کسی قسم کے فتنے کا قطعی خطرہ نہ ہو ورنہ بغیر شہوت کے بھی دیکھنا حرام ہے۔''

۶۔ ابوامامہؓ راوی ہیں کہ ہم قرآن کے ایک استاد کے پاس بیٹھے تھے جو بچوں کو قرآن کریم پڑھا رہے تھے جب اُن کے پاس ایک ہی بچہ رہ گیا جو اُن کو قرآن سنا رہا تھا تو میں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ اس پر اُس استاد نے میرا کپڑا پکڑ کر کہا، تھوڑا صبر کرو حتی کہ یہ بچہ بھی فارغ ہوکر چلا جائے (پھر اس کے بعد آپ تشریف لے جانا) اور اُس استاد نے بخوفِ فتنہ اس بچے کے ساتھ اپنے تخلیہ کو گوارا نہ کیا (باوجودیکہ وہ صالح تھے)۔ (حاشیۂ تبیان،ص:۹۵)

۷۔ عطاء بن مسلم کہتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ کسی بھی امرد بچے کو اپنے پاس قطعاً نہیں بیٹھنے دیتے تھے۔ (ایضاً)

۸۔ یحیٰی بن معینؒ فرماتے ہیں: ''مَا طَمِعَ اَمْرَدُ بِصُحْبَتِیْ'' میں اَمردوں کو اتنا ٹائٹ رکھتا ہوں کہ کبھی کسی بے ریش بچے کو میرے پاس بیٹھنے کا یارا اور حوصلہ نہیں ہوا۔

۹۔ ابوعبداللہ زراد کو کسی نے خواب میں دیکھا اور اُن سے حال پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو جواب دیا کہ دنیا میں میں نے جتنے بھی گناہ کیے اور اُن کا میں نے اقرار کرلیا تھا (اور انھیں گناہ سمجھا تھا) اللہ تعالیٰ نے وہ سب مجھے بخش دیے۔ صرف ایک گناہ ایسا تھا جس کے اقرار کرنے سے میں نے دنیا میں شرم محسوس کی تھی (اور اُسے کوئی خاص اہمیت نہ دی تھی) اُس کی سزا میں مجھے پسینے میں کھڑا فرمایا جس کی وجہ سے میرے چہرے کا گوشت گر گیا۔ خواب دیکھنے والے نے پوچھا وہ کون سا گناہ ہے؟ کہا میں نے ایک مرتبہ ایک خوب صورت آدمی کی طرف نظر کی تھی۔ (تلبیس ابلیس لابن الجوزی، بحوالہ حاشیۂ تبیان، ۹۵)

۱۰۔ امرد سے نفرت اور پرہیز کرنے کے متعلق سلف صالحین سے بے شمار اقوال منقول ہیں حتی کہ وہ حضرات، اَمردوں کی شرعی گندگی کی وجہ سے ان کو 'اَنتان' بدبودار اور گھناؤنی چیزوں سے تعبیر کرتے ہیں۔(التبیان للنووی،ص:۹۳)

اخلاق واوصافِ شاگرد ومتعلّمِ قرآن

۱۔ حسن نشست

استاد کے سامنے حسن ادب اور تواضع اور پوری توجہ سے بیٹھے۔

۲۔ تحمل سختی اُستاد

اگر کبھی استاد اس سے خفگی و ناراضگی کا اظہار کرے یا کبھی اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرے تو برداشت کرے خوش خلقی وعقیدت مندی اور پاس حیاء وادب میں ذرا کمی نہ آنے دے۔

۳۔ درس بقدر تحمل نیز منشاء استاد کی پاسداری

مقدار سبق میں اپنی اہلیت وصلاحیت کا لحاظ رکھے مثلاً اگر یومیہ پانچ آیتیں یاد کرسکتا ہو تو پانچ سے زیادتی کا مطالبہ نہ کرے۔ اگر تین آیتیں یاد کرسکتا ہو تو تین سے زائد کی درخواست نہ کرے۔ البتہ اگر استاد تین آیتیں پڑھائے اور شاگرد سمجھتا ہے کہ مجھ میں پانچ آیتوں کی قوت و استعداد موجود ہے تو احسن طریقے سے زیادتی کی درخواست کرسکتا ہے لیکن اگر اس کے باوجود بھی استاد تین ہی آیتیں پڑھائے تو خواہ مخواہ زیادتی کا مطالبہ نہ کرے (بلکہ صبر وتحمل سے کام لے۔) اور استاد کی مرضی ومنشاء کے خلاف نہ کرے، اسی میں اس کی مصلحت ہے جس کو وہ نہیں سمجھ سکتا ہے (مثلاً استاد کے پاس فرصت نہیں یا شاگرد کا یہ شوق وقتی ہے یا اس کی تجوید کمزور ہے یا اس کا جانچنا مقصود ہے۔) آئندہ کے لیے شاگرد کا یہ رویہ انشاء اللہ خود ہی استاد کو زیادہ مقدارِ سبق کا موجب وذریعہ ثابت ہوگا۔

۴۔ عدمِ تضجیر استاد

استاد کو کسی بات پر زچ نہ کرے ورنہ اس کی قدر ومنزلت استاد کی نظر میں گھٹ جائے گی۔

۵۔ ادائے شکرودعاء وتعظیمِ قدر

استاد اس کو سبق پڑھائے تو اس کا شکریہ بجالائے اور اس کو دعائے خیر سے یاد کرے اور اس کی خوب قدر ومنزلت کرے۔

٦۔ عدمِ جفاء واکرامِ استاد

اگر استاد اس پر زیادتی وسختی کرتا ہے تو وہ ہرگز زیادتی نہ کرے۔ اگر استاد اس کی عزت و تعظیم نہیں کرتا ہے تو وہ ہرگز اس کے اکرام واجلال میں فرق نہ آنے دے۔ اگر استاد اس کی رو رعایتی نہیں کرتا تو وہ برابر اس کی رو رعایتی کرتا رہے۔ غرضیکہ تم اپنے واجبی حقوق بدستور ادا کرتے رہو، اسی سے استاد کو تمھارے واجبی حقوق ادا کرنے کا داعیہ پیدا ہوگا کیونکہ اہلِ قرآن خیر و بیدار مغزی اور ادب کے وہ حامل حضرات ہیں جو اپنے اوپر دوسروں کے حقوق کا شعور و احساس رکھتے ہیں۔ پس اگر استاد تمھارے واجبی حقوق سے غافل ہے تو تم ہرگز اُس کے واجبی حقوق سے تغافل نہ برتو کیونکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تمھیں عالم کی حق شناسی اور علماء کی اطاعت وتعظیم کا حکم فرمایا ہے۔ (اخلاق، ص: ۱۸٦، ۱۸۷)

اِکرامِ اساتذہ کے متعلق چند نصوص وارشادت

۱۔ لَيْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَمْ يُجِلَّ كَبِيْرَنَا وَ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَ يَعْرِفْ بِعُلَمَائِنَا (قال احمد يعنى لم يعرف حقهم) (اخرجه احمد و الترمذى)

وہ شخص میری اُمت میں سے نہیں، جس نے ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کی ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کی اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانا۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ لَا يُدْرِكُنِیْ زَمَانٌ وَّ لَا اُدْرِكُهُ لَا يُتَّبَعُ فِيْهِ الْعَالِمُ وَ لَا يُسْتَحْیٰى فِيْهِ مِنَ الْحَلِيْمِ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْعَجَمِ اَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ۔ (مسند احمد)

اے اللہ! نہ مجھے وہ زمانہ پائے اور نہ میں اس کو پاؤں جس میں عالم کی بات نہ مانی جائے اور بردبار آدمی سے شرم وحیا نہ کی جائے۔ ان لوگوں کے دل عجمیوں کے دل ہوں اور صرف زبانیں عربوں کی زبانیں ہوں۔

۳۔ ابوسلمیٰ کا قول ہے: "لَوْ رَفِقْتُ بِابْنِ عَبَّاسٍ لَاَصَبْتُ مِنْهُ عِلْمًا" اگر میں ابن عباسؓ کے ساتھ لطف اور خوش عقیدگی کے ساتھ رہتا تو اُن سے علم پالیتا۔ (اخلاق، ۱۸۸)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾ حضرت مجاہدؒ اولی الامرؔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں "اى اَلْفُقَهَاءُ وَ الْعُلَمَاءُ" یعنی تم اللہ کی بھی اطاعت کرو اور رسول اور فقہاء وعلماء کی بھی تابعداری کرو۔ (اخلاق، ص: ۱۸۸)

۵۔ "تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَ تَعَلَّمُوْا لِلْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَ الْوَقَارَ وَ تَوَاضَعُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ مِنْهُ" (طبرانی اوسط عن ابی هريرةؓ مرفوعاً) تم علم بھی سیکھو اور علم کے لیے سکون و وقار (بردباری) بھی سیکھو اور اپنے استادوں کے سامنے عجز و مسکنت اختیار کرو۔ (حاشیۂ تبیان، ص: ۴۶)

۶۔ اکرام وتواضع استاد کے متعلق ایک شاعر کہتا ہے۔

اَلْعِلْمُ حَرْبٌ لِلْفَتٰى الْمُتَعَالِى

كَالسَّيْلُ حَرْبٌ لِلْمَكَانِ الْعَالِى

(علم، مغرور ومتکبر نوجوان کا دشمن ہے جیسا کہ سیلاب اونچی جگہ کا دشمن ہے) (ایضاً)

۷۔ بعض علماء متقدمین کا یہ طریقہ تھا کہ استاد کے پاس جانے سے پہلے کچھ صدقہ و خیرات کیا کرتے اور یہ دعا کرکے جاتے۔ "اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَيْبَ مُعَلِّمِىْ وَ لَا تَذْهَبْ بَرَكَةَ عِلْمِهِ مِنِّىْ"۔ اے اللہ! مجھ سے میرے استاد کا عیب چھپائے رکھنا اور اس کے علم کی برکت کو مجھ سے سلب نہ فرمانا۔

۸۔ ربیع شاگرد شافعی فرماتے ہیں: جب شافعی مجھے دیکھ رہے ہوتے تو ہیبت وخوف کی وجہ سے مجھ میں اتنی جرأت نہ ہوتی تھی کہ پانی ہی پی سکوں۔ (تبیان، ص: ۴۷)

۹۔ ابنِ عباسؓ کا ارشاد ہے: "ذُلِّلْتُ طَالِبًا فَعُزِّزْتُ مَطْلُوْبًا" زمانۂ طالب علمی میں تو ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا مگر اب زمانۂ مطلوبی واستادی میں معزز ومکرم ہوں۔ (تبیان)

۱۰۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

مَــنْ لَــمْ يَــذُقْ طَعْــمَ الْــمَــذَلَّةِ سَــاعَةً
قَــطَــعَ الــزَّمَــانُ بِــاَسْــرِهٖ مَــذْلُــوْلَا

جس نے ایک گھڑی ذلت کا مزہ نہیں چکھا وہ پھر پوری عمر ذلیل ہوکر ہی وقت گزارے گا۔(تبیان،ص:۵۰)

۱۱۔ مغیرہ کہتے ہیں "کُــنَّــا نَهَــابُ اِبْــرَاهِیْمَ كَمَا يُهَابُ الْاَمِيْرُ" ہم ابراہیم سے اس طرح ڈرتے تھے جس طرح حاکم سے لوگ ڈرتے ہیں۔(حاشیۂ اخلاق،ص:۱۱۲)

۷۔ زمانۂ طالب علمی کو غنیمت سمجھنا

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "تَــفَــقَّــهُــوْا قَبْلَ اَنْ تُسَــوِّدُوْا" تم دین کی فقاہت اور علمیت حاصل کرو اس سے پہلے پہلے کہ تم سردار اور استاد بن جاؤ (ورنہ پھر اپنے درجہ کی بلندی اور کثرتِ کار کی وجہ سے علم حاصل کرنے کا موقع نہ مل سکے گا۔(تبیان،۵۰)

امام شافعی کا ارشاد ہے "تَــفَــقَّــهْ قَبْلَ اَنْ تَرَاَسَ فَــاِذَا رَأَسْــتَ فَلَا سَبِيْــلَ اِلَى التَّــفَقُّــهِ" اس سے پہلے فقہ حاصل کرو کہ تم سردار بن جاؤ کیونکہ جب تم سردار اور بڑے آدمی بن جاؤ گے تو پھر حصولِ فقہ کی کوئی صورت وتدبیر ممکن نہ ہوگی۔(تبیان،ص:۵۱)

۸۔ بالمشافہ اخذ کی ہوئی قرأت کی پابندی

جس قرأت یا روایت کے مطابق استاد سے قرآن شریف حفظ کیا ہے اُسی کے موافق تلاوت کی پابندی کرے۔ اُس کے علاوہ دوسری قرأت یا روایت بغیر تلقی واخذ کے ہرگز نہ پڑھے۔ اسی میں طالب علم کا نفع ہے اور یہی صورت قرآن شریف کے حفظ کے بقاء کا ذریعہ ہے۔

صرف بالمشافہ اخذ کی ہوئی قرأت کے مطابق تلاوت کرنے کے متعلق دو احادیث

۱۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے صحابی سے کہا کہ مجھے سورۂ احقاف کی تیس آیتیں پڑھا دو (غالباً کسر حذف کر کے پینتیس آیتیں مراد ہیں) تو انھوں نے مجھے وہ آیتیں اُس طریق کے خلاف پڑھائیں جس کے موافق مجھے رسول اللہ ﷺ نے وہ آیتیں پڑھائی تھیں۔ پھر میں نے ایک اور صحابی سے (بطور تاکید کے) یہ درخواست کی تو انھوں نے پہلے صحابی کے بھی

برخلاف مجھے یہ آیتیں پڑھائیں۔ میں ان دونوں کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ آپ ﷺ یہ بات سن کر غضبناک ہوگئے۔ آپ ﷺ کے پاس علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ موجود تھے۔ علی بن ابی طالبؓ نے ہم سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمھیں یہ ارشاد فرماتے ہیں: "اِقْرَءُوْا كَمَا عُلِّمْتُمْ" تم قرآن کو اسی طرح پڑھو جس طرح تمھیں پڑھایا گیا ہے۔

(اخلاق حملۃ القرآن، ص: ۱۸۹-۱۹۰)

۲۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے منقول ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک سورت پڑھائی۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو کہا کیا تم میں سے کوئی قرآن پڑھتا ہے؟ ایک صحابی بولے: جی ہاں! میں پڑھتا ہوں۔ تو انھوں نے یہی سورت پڑھی اور اس طریق کے برخلاف پڑھی جس کے مطابق حضور اقدس ﷺ نے مجھے وہ سورت پڑھائی تھی۔ ہم دونوں آپ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوگئے اور واقعہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم دونوں کی قرأت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس سے آپ ﷺ کا چہرۂ انور بوجہ غصہ کے متغیر ہوگیا۔ علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلُكُمْ بِالْاِخْتِلَافِ فَلْيَقْرَأْ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْكُمْ مَا اُقْرِأَ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری) یعنی تم سے پہلے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے ہیں لہٰذا تم میں سے ہر شخص اُس طریق کے موافق پڑھے جس پر اسے قرآن پڑھایا گیا ہے۔ غرض یہ کہ جس کسی نے ہی استاد سے کوئی قرأت پڑھی ہے اور دوسرے کسی (بڑے) استاد سے کوئی دوسری قرأت نہیں پڑھی ہے اس کے لیے یہی لائق و مناسب ہے کہ اُسی ایک قرأت پر مواظبت و ہیشگی کرے ورنہ اگر (قاری صاحب بننے کو) کوئی دوسری قرأت شروع کردے گا تو ذہنی خلفشار و کوفت کا شکار ہوکر پہلی سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ 'کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی چال بھول گیا۔'

۹۔ قطع الاستاذ دون قطع التلمیذ

جب شاگرد اپنے استاد سے نیا سبق پڑھ رہا ہو تو لائق و مناسب یہ ہے کہ جب خود استاد اس کا درس موقوف کرے تب وہ موقوف کرے۔ شاگرد از خود موقوف نہ کرے۔ اگر استاد کا منشاء مثلاً سو آیتیں پڑھانے کا ہو اور شاگرد کو کوئی ضرورت و مجبوری درپیش ہو اور وہ مثلاً پچاس آیتوں

پرسبق موقوف کرنا چاہتا ہوتو استاد کو پہلے ہی سے اپنی مجبوری سے آگاہ کردے تاکہ پچاس آیتیں ہوجانے پر خود استاد ہی اس کا سبق موقوف کرے۔

۱۰۔ توجہ علی الاستاذ کاملاً

پڑھنے کے وقت ہمہ تن استاد ہی کی طرف متوجہ رہے، کسی اور طرف ہرگز دھیان نہ کرے۔ اگر استاد کو دورانِ سبق کسی سے کوئی بہت ضروری بات چیت کرنی پڑ گئی ہے تو شاگرد اپنی قرأت کو موقوف کردے تا آنکہ استاد فارغ ہوکر دوبارہ سننے لگ جائے۔ (اخلاق،۱۹۰)

۱۱۔ فراغتِ درس کے بعد

درس سے فارغ ہوجانے کے بعد اگر شاگرد چاہے تو گھر واپس لوٹ آئے اور راستہ میں آموختہ کو دہراتا رہے، اگر اس کی رغبت یہ ہو کہ مسجد میں بیٹھ کر کسی کو سبق پڑھائے تو ایسا کرلے۔ اگر کوئی سبق پڑھنے والا نہ ہو تو نماز میں یا ذکر میں مشغول ہوجائے اور اللہ کا شکر بجا لائے کہ اُس نے اپنی کتاب کی تعلیم وتعلّم کی اُسے توفیق بخشی ہے یا ویسے ہی اپنے نفس کو مسجد میں محبوس رکھے کہ اِس طرح وہ کئی حرام اور ناجائز چیزوں مثلاً بدنظری وغیرہ سے محفوظ ہوجائے گا لیکن یہ امر ملحوظِ خاطر رکھے کہ مسجد میں موجود لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ نیز لایعنی اور فضول باتوں مثلاً لوگوں کی غیبت وآبروریزی یا دنیوی کلام میں مشغول نہ ہو بلکہ مسجد وغیر مسجد دونوں ہی جگہوں میں اہلِ قرآن کے اخلاقِ حسنہ کا نمونہ پیش کرے۔ واللہ الموفق لذلک۔ (اخلاق حملۃ القرآن،ص:۱۹۱)

تفصیلی فضائل متعلقہ تلاوت وتالیانِ قرآن کریم

قرّاءِ قرآن کی عقلیں بڑھاپے میں بھی بیکار نہیں ہوتیں

عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ : اَبْقَى النَّاسِ عُقُوْلًا قُرَّاءُ الْقُرْآنِ (نقله محمد بن الجوزی فی النشر، ج: ۱۔ ص: ۴)

ترجمہ: عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں کہ قراء قرآن کی عقلیں سب لوگوں سے زیادہ باقی اور صحیح وسالم رہتی ہیں۔ (یعنی ان کی عقلیں بڑھاپے میں بھی صحیح سلامت رہتی ہیں۔)

قرآن کریم پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّہُ فَلْیَقْرَأِ الْقُرْآنَ (رواہ الخطیب و صاحب الفردوس) فَاِنَّ الْقُرْآنَ الْکَرِیْمَ ھُوَ رِسَالَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِعِبَادِہٖ فَکَاَنَّ الْقَارِئَ یَقُوْلُ یَا رَبِّ قُلْتَ کَذَا وَ کَذَا فَھُوَ مُنَاجٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی (تلاوۃ القرآن المجید، ص : ۳۹/۳۸)

انسؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جب کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اپنے رب سے مناجات اور گفتگو کرے اس کو چاہیے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرے (وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم بندوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے گویا قاری بزبانِ حال یہ کہتا جاتا ہے 'اے رب! آپ نے یہ بات یوں ارشاد فرمائی اور یہ یوں!' تو اس لحاظ سے گویا وہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور مناجات کا شرف حاصل کر رہا ہے) (خطیب۔ دیلمی)

تلاوتِ قرآن سب سے افضل عبادت ہے

رَوَاہُ الْبَیْھَقِیُ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَنَّہُ، قَالَ اَفْضَلُ عِبَادَۃِ اُمَّتِیْ تِلَاوَۃُ الْقُرْآنِ (تلاوۃ القرآن المجید، ص: ۳۶)

ترجمہ : بیہقی نے نعمان بن بشیرؓ کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے کہ میری امت کی سب سے افضل عبادت قرآن پاک کی تلاوت ہے۔ (بیہقی)

جنت میں قرآن کی محمدی اور الٰہی تلاوت تمام اہلِ جنت کی لطف اندوزی کا ذریعہ ہوگی مقربین اہلِ جنت روزانہ دو مرتبہ دیدارِ الٰہی سے محظوظ ہوں گے

رَوَی التِّرْمِذِیُّ الْحَکِیْمُ عَنْ بُرَیْدَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَدْخُلُوْنَ عَلَی الْجَبَّارِ کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ فَیَقْرَأُ عَلَیْھِمِ الْقُرْآنَ وَ قَدْ جَلَسَ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْھُمْ مَّجْلِسَہُ الَّذِیْ ھُوَ مَجْلِسُہُ، عَلٰی مَنَابِرِ الدُّرِّ وَ الْیَاقُوْتِ وَالزَّمُرُّدِ وَ الذَّھَبِ وَ الْفِضَّۃِ بِالْاَعْمَالِ فَلَا تَقَرُّ اَعْیُنُھُمْ قَطُّ کَمَا

تَـقَـرُّ بِـذٰلِكَ وَ لَـمْ يَسْـمَـعُـوْا شَيْـئًا اَعْظَمَ مِنْهُ وَ لَا اَحْسَنَ مِنْهُ ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ اِلٰى رِحَـالِهِـمْ وَقُـرَّةِ اَعْيُـنِـهِمْ نَاعِمِيْنَ اِلٰى مِثْلِهِ مِنَ الْغَدِ (الفتح الكبير ۱:۳۸۱ تلاوة القرآن المجيد مع التعليق، ص: ۵۰)

ترجمہ: حکیم ترمذی نے بریدہؓ کے ذریعہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ عالی نقل کیا ہے کہ اہلِ جنت روزانہ حضرت جبار کے پاس دو مرتبہ جائیں گے اور رب تعالیٰ ان کے سامنے قرآنِ پاک کی تلاوت فرمائیں گے اور ان میں سے ہر جنتی اپنے اعمال کے درجہ کے موافق موتی، یاقوت، زمرد اور سونے چاندی کے منبروں کی ایک مخصوص نشست گاہ پر قرار پذیر ہوگا۔(اور بغیر سیٹ کے یونہی ایک بھی نہ ہوگا) تو اہلِ جنت کو تلاوتِ الٰہی سے جس قدر حظ و لطف اور آنکھوں کی ٹھنڈک حاصل ہوگی اس قدر کسی بھی نعمت سے حاصل نہ ہوگی اور ایسی عظیم اور حسین آواز آج تک ان کے سننے میں نہیں آئی ہوگی پھر اگلے روز ایسی ہی نعمت کے حصول تک وہ لوگ خوش بخوش اپنی منزلوں اور فرحت بخش نعمتوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔(حکیم ترمذی)

اپنی اولاد کے بارے میں احباب و متعلقین سے خصوصی معروضات

۱۔ میرے سب سے بڑے محسن وہ حضرات ہیں جو میری اولاد کی دینی غلطیوں پر ان کی اصلاح کریں، ان کے خلافِ دین اقدامات پر بلا کسی رو رعایت کے ان پر رد و قدح اور جرح و نقد کریں۔ اور ان کے دماغ میں صاحبزادگی کا خمار نہ آنے دیں۔ یہ فریضہ وہ حضرات انجام دیں جن کی نماز باجماعت تکبیرۂ اولیٰ سے فوت نہ ہوتی ہو اور نمازِ تہجد بھی باقاعدگی سے ادا کرتے ہوں۔ اور انہیں باتوں کی بالخصوص تلقین و تاکید وہ حضرات میری اولاد کو بھی کریں۔ انشاء اللہ احقر اپنی مغفرت کی صورت میں ایسے حضرات کو اپنی سفارش سے قطعی فراموش نہ کرے گا نیز وہ حضرات بھی میرے خصوصی کرم فرما ہوں گے جو میری اولاد کی نیکی و پرہیزگاری اور دینداری کی صورت میں ان کے ساتھ اکرام و توقیر و احسان اور تعاون علی البر والتقویٰ کا معاملہ فرمائیں گے۔

۲۔ اس کے برعکس میرے سب سے بڑے مجرم وہ لوگ ہوں گے جو میری اولاد کی دینی حالت غیر تسلی بخش ہونے کی صورت میں محض صاحبزادگی کی نسبت کی وجہ سے انھیں فہمائش و تنبیہ، ہدایت و ارشاد اور تلقین و نصیحت کا فریضہ باوجود قدرت و امکان کے سرانجام نہ دیں گے بلکہ

مزید ان کی عادات وخصائل اور اخلاقی حالت تباہ و برباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ نیز وہ لوگ بھی میرے سب سے بڑے عدو ہوں گے جو میری اولاد پر خواہ مخواہ اور بلا وجہ محض بے جا و بے محل تنقید برائے تنقید کرتے ہوئے صرف ذاتیات کی وجہ سے ان پر رد و نقد اور ان کی مخالفت وضرر دہی اور اذیت رسانی کو اپنا شیوہ بنالیں گے۔ حشر کے روز بارگاہِ ربّ العزت میں ان کا اور میرا معاملہ اور فیصلہ ہوگا۔

عام لوگوں بالخصوص شاگردوں کے لیے خصوصی نصیحت

تہجد کے وقت کم از کم نمازِ فجر سے تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے پورے محلے میں قرآنی آوازوں کی چہل پہل کی صورت میں مَیں ان شاگردوں سے راضی ہوسکتا ہوں جن سے فی الحال ناراض ہوں۔ اگر وہ اس بات کا اہتمام اور اس کے لیے خوب کوشش کر دیں کہ اپنی اپنی درسگاہوں میں نیز اپنے اپنے محلوں اور مواضع میں ایسی فضا قائم کریں کہ ہر گھر سے تہجد کے وقت قرآنی آوازوں کی رونق کی چہل پہل کا دور دورہ ہوجائے اور مجھے اس بارے میں باوثوق ذرائع سے متواتر خبریں موصول ہوجائیں یا کسی موقع پر میں خود بلا کسی سابقہ اطلاع کے اچانک ان کے یہاں جا کر ایسے ماحول کا مشاہدہ کرلوں تو بجائے ناراضگی کے الٹا ان کے لیے دل و جان سے دعائیں نکلنی شروع ہوجائیں گی۔ اور ایسے تلامذہ مجھے دل و جان سے بھی پیارے ہوں گے۔

اولاد کے لیے خاص نصائح:

۱: آخری سانس تک قرآن پاک کو محفوظ رکھیں۔ اس کے حفظ میں بجائے کمی و نزول کے زیادتی و عروج پیدا کریں۔

۲: زندگی کے آخری لمحوں تک قرآن پاک کی تعلیم و تدریس اور پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری و قائم رکھیں۔

۳: اپنی نسلوں کے لیے دعاء کرتے رہیں کہ اے اللہ! ہماری قیامت تک آنے والی نسلوں کو قرآنِ پاک اور اس کی خدمت و تعلیم و تعلّم و مشغولیت کے لیے قبول فرما کر انہی خدمات کے لیے انھیں وقف و فارغ و مخصوص فرما دیجیے۔ ہمیں اور انھیں قرآن پر جینا، اسی پر بسنا، اسی پر

مرنا اور اسی پر محشور ہونا نصیب فرما دیجیے۔ اس نعمت و دولتِ قرآن کو ان سے سلب نہ فرمانا بلکہ اس میں مزید عروج و فروغ و ارتقاء نصیب فرما دے۔ ان کے روئیں روئیں میں رگ رگ اور ریشے ریشے میں، روح کی جڑوں میں، دل کی بنیادوں میں قرآن و نماز اور دین کے عشق کو رچا بسا دیجیے۔ ہم سب کو حقیقی معنوں میں قرآن کریم کا سچا عاشق اور مخلص و صادق محبِّ جاں نثار اور خادم بنا دیجیے۔ انھیں تمام شرور و فتن سے حوادث سے، مصائب سے، بلا سے، تکالیف سے، پریشانیوں سے، رنج و غم سے، تنگیوں سے، روحانی و جسمانی بیماریوں سے، گناہوں سے، بد اعمالیوں سے، بدکرداریوں سے، بدچلنیوں سے، بری سنگتوں سے محفوظ فرما کر چین والی سکون والی تقویٰ و عفت والی حیات اور پاکیزہ زندگی نصیب فرما دیجیے۔

۴ : ٹی وی، ویڈیو، ڈش انٹینا وغیرہ کی شیطانی لعنتوں، نحوستوں اور خباثتوں سے اپنے گھروں کو پاک و صاف رکھیں۔ اس کے بجائے تلاوتوں، تقریروں اور نعتوں کی کیسٹیں استعمال کریں۔ اور یہی عہد آگے اپنی اولادوں سے بھی لیں۔ اس کی خلاف ورزی کی صورت میں قیامت کے دن میں تمھیں بارگاہِ ربّ العزت میں گریبان سے پکڑ کر بطورِ مجرم کے پیش کروں گا اور میں تمھارا مخاصم و شکایتی ہوں گا۔ اولاد کو درسِ نظامی کی تعلیم دلوانا، کوئی ڈاڑھی منڈوائے تو گھر بدر کر دینا۔

۵ : مدینہ منورہ میں قیام و سکونت و رہائش کی صورت میں وہاں کے آداب و حقوق و شروط کا دل و جان سے پورا پورا لحاظ رکھیں، جن کا خلاصہ 'وصایا و نصائح' والے عنواں ہٰذا کے بعد 'مدینہ والے' عنوان کے ذیل میں آ رہا ہے۔ بصورتِ دیگر اللہ تبارک و تعالیٰ کی یہ سنتِ جاریہ ہے کہ آدمی کو یہیں سے بصد ذلت و خواری دھتکار دیا جاتا ہے۔ خوب ہشیار، محتاط اور چوکس رہیں۔

۶ : حقوق العباد اور مالی معاملات کے لین دین میں نیز مدرسہ اور مسجد کے حسابات کے معاملے میں بہت محتاط اور غبن و خیانت و بد دیانتی سے بالکلیہ مجتنب و گریزاں رہیں، ورنہ قیامت کے دن صرف ایک پیسے کے مقابلے میں سات سو مقبول نمازیں وصول کی جائیں گی اور دنیا میں بھی بے برکتی و ذلت برداشت کرنی پڑے گی۔

۷ : میرے بیٹے اپنی بیویوں کا اپنے بھائیوں سے اور بیویوں کے چچا، تایا زاد، پھوپھی

زاد، ماموں وخالہ زاد بھائیوں سے شرعی پردہ کرائیں۔

۸ : بیویوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئیں۔ان کی جائز فرمائشیں پوری کریں ورنہ قیامت کے دن تم میرے مجرم ہوؤگے۔لیکن بیویوں کو اتنا آزاد خیال بھی نہ ہونے دیں کہ وہ فضول خرچی کی حد تک بے جا فرمائشیں کرنے لگ جائیں اور کنٹرول سے ان کو اتنا بھی نہ نکلنے دو کہ ان کی وجہ سے تم بھائیوں کی آپس میں ناچاقیاں ہونے لگیں۔ اس سے خوب خبردار اور چوکنے رہو۔

۹ : سب بہن بھائیوں نے اپنے بچوں کے رشتے آپس میں ہی کرنے ہیں باہر نہیں کرنے ہیں۔البتہ سخت مجبوری کی حالت میں سب کی رضامندی حاصل کرکے باہر بھی کرسکتے ہیں۔

۱۰: میری بیٹیاں اپنے خاوندوں کی فرمانبردار ہیں البتہ اگر کوئی جائز شکایت ہو تو اپنے بھائیوں کو بتائیں۔

۱۱: خدانخواستہ تمھاری کوئی بہن اپنے گھر میں تنگ ہو تو اس کا پورا خیال رکھنا ہے۔اپنے پاس بلا کر رکھیں یا اس کے خاوند کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ بہرحال ان کو بے سہارا قطعاً نہیں چھوڑنا ہے۔

۱۲: مدت العمر حنفی مسلک پر پوری سختی کے ساتھ کاربند رہو۔خدانخواستہ غیر مقلدیت کی جھولی میں نہ جا پڑنا۔ یہ انتہائی اہم اور ضروری نصیحت ہے۔

۱۳: کوئی شرعی مسئلہ کی مشکل درپیش ہو تو کسی مفتی صاحب سے استفتاء کرکے اس کو حل کریں۔

۱۴ : قرض نہ کبھی کسی سے لینا ہے نہ کسی کو دینا ہے۔ اگر بہت ہی مجبوری ہو تو بقدرِ ضرورت لے لو مگر وقتِ مقررہ سے پہلے ادا کرو۔اسی طرح اگر کوئی قرض مانگنے میں بہت ہی تنگ کرے تو اوّلاً اس کو حسبِ استطاعت ہدیہ دینے کی کوشش کریں اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بدرجۂ مجبوری اپنی وسعت کے موافق معمولی قرضہ دے سکتے ہو لیکن اگر وہ بروقت ادا نہ کرے تو آئندہ ایسے آدمی کو ہرگز منہ نہ لگاؤ۔

۱۵ : درجِ ذیل مسنون امور کا اہتمام رکھو: سوار ہوتے وقت آیت الکرسی، دعائے

رکوب، سفر شروع کرتے وقت گھر کے دروازے کی چوکھٹ پکڑ کر گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص، پھر چاروں قل اور سورۂ نصر (اول و آخر ہر سورت پر بسم اللہ کے ساتھ) پورے سفر کے دوران درود شریف، آیت الکرسی پڑھتے رہو، کبھی بھی حادثہ سے دوچار نہ ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

تہجد کے وقت اُٹھ کر آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر سورۂ آلِ عمران کا آخری رکوع، روزانہ تعلیم کی ابتداء کے وقت حسبی اللہ۔۔۔ پڑھ کر خوشنودیٔ حق تعالیٰ و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدمتِ دین و قرآن ذکرِ الٰہی تبلیغ قرآن کی نیز خود ذاتِ باری سے حصولِ اجر و جزائے دارین کی نیت کرو۔ بے حد کامیابی و برکت ہوگی اور دل بھی خوب لگے گا۔

صبح وشام 'قل ادعو الله' آخر سورت تک۔ بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ (۳ مرتبہ) اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصۡبَحۡتُ (صبح کے وقت) وَ بِكَ اَمۡسَیۡتُ وَ اِلَیۡكَ النُّشُوۡرُ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ (تین آیات) شام کے وقت بِكَ اَمۡسَیۡتُ وَ بِكَ اَصۡبَحۡتُ پڑھیں۔ یہ دعائیں اور آیتیں پڑھنے سے دل کبھی مردہ نہ ہوگا۔ بوقتِ گناہ صلوٰۃ التوبہ، بوقتِ حاجۂ مشکلہ صلوٰۃ الحاجہ بوقتِ تردد طبیعت نیز بوقت ابتداء و افتتاح اہم معاملہ صلوٰۃ الستخارہ بوقت داخلہ گھر سلام درود شریف، سورۂ اخلاص (آیت الکرسی پڑھ کر چاروں گوشوں میں پھونک ماریں، کبھی چوری یا حادثہ پیش نہ آئے گا۔ گھر سے نکلتے وقت بسمِ اللہ ولجنا۔۔۔ آیت الکرسی

سوتے وقت اَللّٰهُمَّ بِاسۡمِكَ اَمُوۡتُ وَاَحۡیٰی جاگتے وقت اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَحۡیَانَا بَعۡدَ مَا اَمَاتَنَا وَ اِلَیۡهِ النُّشُوۡرُ

بعد از فجر یٰسین، ظہر انا فتحنا، عصر نباء، مغرب واقعہ سجدہ، عشاء ملک، بروز جمعہ سورۂ الکہف، بوقت پریشانی تَوَكَّلۡتُ عَلَی الۡحَیِّ الَّذِیۡ لَا یَمُوۡتُ وَ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ لَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا اخیر تک، اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ عَبۡدُكَ وَ ابۡنُ عَبۡدِكَ وَ ابۡنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِیۡ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكۡمُكَ عَدۡلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسۡاَلُكَ بِكُلِّ اسۡمٍ هُوَ لَكَ سَمَّیۡتَ بِهٖ نَفۡسَكَ اَوۡ اَنۡزَلۡتَهٗ فِیۡ كِتَابِكَ اَوۡ عَلَّمۡتَهٗ اَحَدًا مِنۡ خَلۡقِكَ اَوِ اسۡتَاثَرۡتَ بِهٖ فِیۡ عِلۡمِ الۡغَیۡبِ عِنۡدَكَ اَنۡ تَجۡعَلَ الۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ رَبِیۡعَ قَلۡبِیۡ وَ نُوۡرَ صَدۡرِیۡ وَ جِلَاءَ حُزۡنِیۡ وَ ذَهَابَ هَمِّیۡ وَ غَمِّیۡ۔

ہر مشکل کے حل کے لیے آدھی رات کے بعد سجدہ کی حالت میں 'یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ' ہزار مرتبہ (تین رات تک یہ عمل کریں)۔

بوقت تنگیٔ رزق، رات کو سوتے وقت ہر فردِ خانہ سو مرتبہ درود شریف، سو مرتبہ 'یَا بَدِیْعَ الْعَجَائِبِ الْخَیْرِ یَا بَدِیْعُ'، سو مرتبہ سورۂ والضحیٰ، سو مرتبہ سورۂ فاطر کی شروع والی دو آیتیں پڑھے اور درج ذیل دعاء بھی پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَاءَكَ وَ اقْطَعْ رِجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَ مَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَ قَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَ لَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَ لَمْ تَبْلُغْهُ مَسْأَلَتِیْ وَ لَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْآخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ مُخَصَّنِیْ بِهِ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ (یہ دعاء کشادگیٔ رزق کے لیے بے حد مفید و مجرب ہے۔)

نظرِ بد کا علاج: جس کو نظرِ بد لگی ہو اس پر درجِ ذیل دعاء و آیت پڑھ کر بار بار دم کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَبَسَ حَابِسٌ وَّ حَجَرَ حَابِسٌ وَ شِهَابٌ قَابِسٌ رُدَّتْ عَیْنُ الْعَائِنِ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اَحَبِّ النَّاسِ اِلَیْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَ هُوَ حَسِیْرٌ

قوتِ حافظہ کا مجرب نسخہ: سورۂ یٰسین کی چالیس پلیٹیں کسی با عمل کاتب سے زعفران سے لکھوائیں اور ہر روز نہار منہ زمزم میں گھول کر ایک پلیٹ پئیں۔ انشاء اللہ حافظہ خوب قوی ہو جائے گا۔

اولاد نہ ہوتی ہو تو زیرہ اور چالیس چھواروں پر ۴۱ مرتبہ سورۂ شمس دم کریں۔ گھر میں روزانہ نہار منہ ایک چٹکی ایک چھوارا استعمال کرائیں۔ اور مرد پپیتا زیادہ تر استعمال کرے۔

بوقتِ مرض ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْآنَ﴾ والی آیت سر پر ہاتھ رکھ کر پڑھیں۔ بعد از فرض نماز 'فَکَشَفْنَا عَنْكَ' والی آیت یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ یَا نُوْرُ کے ساتھ تین مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر پھونک مار کر آنکھوں پر پھیریں۔ زمزم، کلونجی، عجوہ، زیتون، شہد، سورۂ فاتحہ آیتِ شفاء کے ذریعہ دم کر کے استعمال کریں۔ خیار (ککڑی) اور تفاح (سیب) کا استعمال بکثرت کریں۔

بوقتِ قرض قُلِ اللّٰھُمَّ سے دو آیتیں پڑھ کر اخیر میں یہ پڑھیں، رَحۡمٰنُ الدُّنۡیَا وَ الۡآخِرَۃِ وَ رَحِیۡمُھُمَا تُعۡطِیۡ مِنۡھُمَا مَنۡ تَشَآءُ وَ تَمۡنَعُ مِنۡھُمَا مَنۡ تَشَآءُ اِرۡحَمۡنِیۡ رَحۡمَۃً تُغۡنِیۡنِیۡ بِھَا عَمَّنۡ سِوَاکَ نیز یہ دعاء بکثرت پڑھیں، اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡھَمِّ وَ الۡحُزۡنِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡعَجۡزِ وَ الۡکَسَلِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنَ الۡبُخۡلِ وَ الۡجُبۡنِ وَ اَعُوۡذُ بِکَ مِنۡ غَلَبَۃِ الدَّیۡنِ وَ قَھۡرِ الرِّجَالِ اَللّٰھُمَّ اکۡفِنِیۡ بِحَلَالِکَ عَنۡ حَرَامِکَ وَ اَغۡنِنِیۡ بِفَضۡلِکَ عَمَّنۡ سِوَاکَ۔

بوقتِ دفع وسوسہ بدنظری: ھُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡآخِرُ والی آیت پڑھیں اور نظر فوراً نیچی کرلیں، وسوسہ فوراً رفع ہوجائے گا۔ اور نماز و تلاوت و عبادت میں ایسا لطف محسوس ہوگا کہ اس کے مقابلے میں تمام لذتیں ہیچ ہوں گی۔

بوقتِ اثراتِ سحر، روزانہ سورۂ بقرہ، معوّذتین، آیت لکرسی (۱۰۰ مرتبہ)، درود شریف (۱۰۰) مرتبہ، نہار منہ عجوہ کھجور سات عدد۔

احقر کے یومیہ وظائف و معمولات: سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمۡدِہٖ سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡمِ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ (صبح کی نماز کی سنت اور فرض کے درمیان ۱۰۰ مرتبہ) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکۡ وَ سَلِّمۡ (۱۰۰ مرتبہ) اللہ اللہ (۲۰۰ مرتبہ)، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ الشُّکۡرُ لِلّٰہِ عَلٰی جَمِیۡعِ نِعۡمَۃِ الَّتِیۡ لَا تُعَدُّ وَ لَا تُحۡصٰی (۱۰۰ مرتبہ)، اَللّٰھُمَّ لَکَ الۡحَمۡدُ کُلُّہٗ وَ لَکَ الشُّکۡرُ کُلُّہٗ (۱۰۰ مرتبہ)، اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ (۱۰۰ مرتبہ)، اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الۡعَظِیۡمَ الَّذِیۡ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ وَ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ (۱۰۰ مرتبہ) یَا اَرۡحَمَ الرَّاحِمِیۡنَ اِرۡحَمۡنِیۡ (۱۰۰ مرتبہ) یَا بَدِیۡعَ الۡعَجَائِبِ بِالۡخَیۡرِ یَا بَدِیۡعُ (۱۰۰ مرتبہ) یَا جَامِعُ (۲۰۰ مرتبہ) یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ بِرَحۡمَتِکَ اَسۡتَغِیۡثُ (۱۰۰ مرتبہ) یَا قَاضِیَ الۡحَاجَاتِ یَا حَلَّ الۡمُشۡکِلَاتِ یَا دَافِعَ الۡبَلِیَّاتِ (۱۰۰ مرتبہ) لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ وَ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ (۱۰۰ مرتبہ) بعض دفعہ کمثلہ پر آواز زوردار قوت سے، بعض دفعہ شیٔ پر۔ اخیر میں لَیۡسَ کَمِثۡلِ حَبِیۡبِہٖ نَبِیٌّ ھُوَ النَّبِیُّ الۡحَبِیۡبُ الۡمُخۡتَارُ

الْكَرِيْمُ تین مرتبہ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (۱۰۰ مرتبہ) (بعض دفعہ احد پر آواز زوردار قوت سے نکالیں) سورۂ اخلاص (دس مرتبہ) سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (۱۰۰) وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (۱۰۰ مرتبہ اس طرح کہ شروع میں تین مرتبہ پوری سورۂ الفلق پھر صرف آخری یہ آیت ۹۷ مرتبہ) اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۱۰۰ مرتبہ) حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَ هُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ (۱۰۰ مرتبہ) لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (۱۰۰ مرتبہ) آیت کریمہ (۱۰۰ مرتبہ) سُبْحٰنَكَ اور اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کو مزید دس دس مرتبہ کہو) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَبِيْ هُرَيْرَةَ وَ لِاُمِّهٖ (۳ مرتبہ) بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ كَرَمِهٖ وَ مَنِّهٖ وَ عِنَايَتِهٖ وَ رَحْمَتِهٖ وَ قُدْرَتِهٖ وَ حَوْلِهٖ وَ تَوْفِيْقِهٖ تَعَالٰى۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۳ مرتبہ) رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَضِيْتُ بِقَضَاءِ اللّٰهِ وَ قَدْرِهٖ وَ اٰمَنْتُ بِقَدْرِ اللّٰهِ خَيْرِهٖ وَ شَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ رَضِيْتُ بِبَسْطِ اللّٰهِ الرِّزْقِ وَ قَدْرِهِ الرِّزْقَ (۳ مرتبہ) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ فاطر کی شروع والی دو آیتیں ایک مرتبہ) ﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (ایک مرتبہ) ﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ (ایک مرتبہ) ﴿لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا تَفْرَحُوْا بِمَا اٰتٰكُمْ لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَ لَا مَا اَصَابَكُمْ وَ مَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (ایک ایک مرتبہ)

بوقت کمزوریٔ دماغ زعفران سے کسی چینی والی پلیٹ میں سورۂ یٰسین لکھوا کر زمزم میں گھول کر ۴۰ دن نہار منہ ۴۰ پلیٹیں پئیں (یہ بہت تاکیدی وصیت ہے)

۱۷ : تعلیم و تدریس قرآن پاک میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس کے حل کے لیے فضائلِ قرآن زیرِ نظر طریقہ حفظ قرآن (حضرتِ اقدس) رہنمائے مدرسین کا مطالعہ کریں۔

۱۸ : اصل مقصود بالذات، تعلیم و تدریس قرآن پاک کو رکھو۔ کاروبار اور تجارت کو مقصود بالذات اور مستقل پیشہ کے درجہ میں ہرگز نہ کرو۔ البتہ ضمناً اور تعلیمی کام کے تابع ہوکر کاروبار بھی ہوجائے تو چنداں مضائقہ نہیں بلکہ خود قرآن پاک کے کام کی وجہ سے کاروبار میں برکت و نفع ہوگا جبکہ قرآن پاک کو اصل مقصود بنا رکھا ہوگا ورنہ بصورتِ دیگر کاروبار بھی تباہ و برباد ہوجائے گا۔ اس کا فیصلہ اپنے دل سے لے لو کہ کہیں ہم نے کاروبار کو اصل تو نہیں سمجھ رکھا ہے۔ اللہ کو کوئی دھوکہ نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اپنا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف اور خالص رکھو۔ اتنی ہی برکات حاصل ہوں گی۔ اور تمہاری سب ضروریات خوب ہی خوب پوری ہوتی رہیں گی۔ توکل و یقین اور اعتماد علی اللہ کا دامن ہرگز نہ چھوٹنے پائے ورنہ غیبی مدد کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ (یہ بہت تاکیدی وصیت ہے۔)

۱۹ : مالدار لوگوں کے مال و دولت پر ہرگز نگاہ نہ رکھنا۔ قرآن پاک کی نعمتِ ربانی کو ذلیل وخوار نہ کرنا۔ قرآن پاک ایسی دولت مندی ہے کہ تمام اغنیاء اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر تم استغناء مزاجی سے رہوگے تو سب اغنیاء تمہارے پاؤں میں دولت ڈالنے میں فخر محسوس کریں گے۔ ورنہ تم ان کے یہاں دردر کی ٹھوکریں کھاتے پھروگے اور حاصل کچھ بھی نہ ہوگا، بجز خواری وندامت کے۔ اللہ تمہارا حامی و ناصر و محافظ ہو۔

۲۰ : زیادہ مدارس بنانے کے مقابلے میں اپنے سلسلے کا اصل ورثہ معیارِ تعلیم کو سمجھنا۔ جو توجہات اور مصروفیات تمھیں مدارس کے انتظامات میں صرف کرنی پڑیں وہ بھی تعلیم ہی میں صرف کرنا۔ تمہارے سلسلے کا امتیازی طرہ کام اور صرف کام ہے۔

۲۱ : ناموری اور شہرت پسندی، ریاکاری اور تکبر و بڑائی سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔

۲۲ : لوگوں کے ساتھ حسنِ اخلاق، عاجزی، نرم گفتاری اور انکساری و نیازمندی سے پیش آنا سختی اور غصّے کی جگہ ہی سختی اور غصہ کرنا۔

۲۳ : اپنے سلسلۂ رحیمیہ کے لیے کوئی جماعت بندی ہرگز نہ کرنا کہ یہ اہلِ لہجہ کا طریقہ

ہے۔بس کام ہی کوفروغ اور ترقی دینا ورنہ ہمارا سلسلہ بھی دوسرے سلسلوں ہی کی طرح بے روح بن کررہ جائے گا۔اورتم صرف شوبازی وظاہرداری ہی کے شکار ہوکررہ جاؤ گے۔

۲۴: جن لوگوں نے میری غیبتیں، مخالفتیں، بداندیشیاں و بدخواہیاں کی ہیں یا کررہے ہیں یا آئندہ کریں گے ان سب کو میں نے دل سے عام تام معاف کردیا ہے۔ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا۔

سب اولاد و تلامذہ کے لیے عام نصیحتیں

۱۔ میری سب سے زیادہ پیاری اولاد اور میرے سب سے زیادہ پیارے شاگردان وہ ہیں جو اپنے گھروں میں آخری سانس تک ٹی وی اور گانے بجانے کے آلات اور ڈش انٹینا وغیرہ کو نہیں لائیں گے، نمازِ باجماعت تکبیرِ اولیٰ کی پابندی کے ساتھ صفِ اول میں ادا کریں گے، نمازِ تہجد میں بلاناغہ بالترتیب قدرے آواز کے ساتھ قرآن پاک کی خود بھی تلاوت کریں اور گھر کے ہر چھوٹے بڑے کو بھی اُٹھائیں اور اس دولت ونعمت میں انھیں بھی شریک کریں۔ان کے گھروں سے تہجد کے وقت قرآنی آوازوں کی گنگناہٹ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دے اور پورا محلّہ وعلاقہ ان کی خوش الحانی سے گونج اُٹھے۔اور آخری سانس تک قرآن پاک کو وہ اپنے سینوں سے لگائے رکھیں۔ پورے اخلاص اور خالص ذاتِ باری تعالیٰ کے خوش کرنے اور خدمتِ قرآن ہی کی نیت سے قرآن پاک کے پڑھنے پڑھانے میں ہمیشہ مشغول رہیں۔قرآن پاک کو اپنی جانوں کی غذا اور روحوں کی تسکین کا ذریعہ بنالیں۔اپنی تمام تر کاوشوں، محنتوں، توانائیوں، قوتوں، صلاحیتوں، سوچوں، فکرمندیوں کو قرآن عظیم ہی میں خرچ کرڈالیں۔قرآن، نماز، روزے کے بغیر انھیں ہرگز چین وسکون وقرار حاصل نہ ہو۔اپنی اولادوں کو انگریزی تعلیم سے بچاکر رکھیں البتہ بوقتِ ضرورت محض معمولی درجہ میں اور کم از کم وقت کے لیے گھروں میں اپنی نگرانی میں کسی دیندار نمازی حافظِ قرآن معلم سے بقدرِ ضرورت انگریزی تعلیم دلوانے میں چنداں حرج نہیں۔لیکن اسکولوں اور کالجوں کے سائے سے بھی اپنی اولاد کو بچاکر رکھیں۔کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کریں۔

۲۔ اس کے برعکس میری سب سے زیادہ نالائق اولاد اور میرے سب سے نالائق

شاگردان وہ ہیں جو درج بالاشقوں میں سے کسی بھی شق کی خلاف ورزی کر کے میری روحانی اذیت رسانی کا باعث بنیں گے۔

۳۔ اپنی والدہ کو میری ہی طرح معزز و مخدوم سمجھنا اور ان کی خدمت کو میری ہی خدمت تصور کرنا۔ واللہ الموفق۔"

آخری وصیت وانتباہ

ا۔ استاذنا شیخنا والد گرامی حضرت مجدد القراء رحمہ اللہ کے تمام صاحبزادگان میرے نہایت واجب القدر دل و جان سے بھی زیادہ پیارے بھائی وعزیز میری آنکھوں کے تارے اور میرے سر کے تاج ہیں۔ کوئی بھی بدطینت آدمی ان شہزادوں کے بارے میں میری طرف سے بے سروپا باتیں منسوب کرنے کی یا لوگوں کو یا خود ان شہزادوں کو میری طرف سے بے جا بدظن کرنے کی ہرگز فضول و بیکار کوشش کی ناپاک جسارت نہ کرے۔ کسی بھی بدباطن شخص نے سلسلۂ رحیمیہ کی انتہائی مضبوط اور گہری بنیادوں کو ہلانا، اُکھیڑنا، کھوکھلا کرنا تو کجا، معمولی ہاتھ لگانے کا بھی ذرا سا ارادۂ بد کیا تو اس کے ہاتھ کو سب سے پہلے کاٹنے اور توڑنے والا شخص میں خود ہوؤں گا۔ ایسا کمینہ خود ہی ان تحت الثریٰ تک پہنچنے والی جڑوں کی انتہائی گہری بنیادوں میں قارون کی طرح غرق ہو کر رہ جائے گا۔

﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ (سورۂ ابراہیم، آیت:۲۴)

۲۔ میری اولاد آگے اپنے ہر بچہ اور بچی کو قرآن کریم حفظ کرائے۔

۳۔ میری اولاد اور نسل میں جو فرد ڈاڑھی منڈوانے یا کتروانے کے شرعی جرم کا ارتکاب کرے اس کے والدین اس کے سر بھوؤں اور پلکوں کے بال مونڈ کر گھر سے باہر نکال دیں۔

۴۔ اے اللہ! میں نے آپ سے جو کچھ مانگا اپنی رحمت وعنایت سے وہی سب کچھ آپ نے مجھے عطا فرمایا۔ اسی رحمت وعنایت کے صدقے میں مجھے یہ نعمت بھی نصیب فرما دیجیے کہ میری اولاد میں سے جو حفاظ وقراء قرآن پاک کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہیں انھیں تو آپ اوپر نیچے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے نعمتوں میں خوب غرق فرما دیجیے۔ اور ان کی کوئی ضرورت بھی نہ رہنے دیجیے۔ خوب برکات سے مالا مال فرما دیجیے۔

لیکن جو افراد قرآن پاک سے منہ موڑ کر دنیوی کاروبار تجارت یا ملازمت کے دھندے میں پڑ جائیں ان پر ہر طرف سے نعمتوں اور برکتوں کے دروازے تنگ کر کے اس تنگی کو دوبارہ قرآن پاک کی طرف لوٹ آنے کا ان کے لیے ذریعہ بنا دیجیے۔ آمین

اور اب اخیر میں آخری بات یہ ہے کہ بعد میں تم سب مجھے اپنی دعاؤں میں بھول نہ جانا۔ تمہاری دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے میری بخشش فرما دی تو میں بھی تم سب کو بالکل نہیں بھولوں گا۔ تمھیں ساتھ لے کر ہی جنت میں بفضلہٖ تعالیٰ انشاء اللہ جاؤں گا۔

مدینہ منورہ، مسجد نبوی شریف — فقط، ناکارہ مخلص خطا کار

۱۵/ذی قعد ۱۴۱۶ھ بیوم اربعہ — **محمد طاہر رحیمی مدنی** غفر اللہ لہ

تربیتِ اولاد

۱۔ اپنی اولاد اور شاگردوں کی اصلاح سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح کرو کیونکہ ان کی آنکھیں آپ پر مرکوز ہیں۔ جو آپ کو کرتا دیکھیں گے ان کو وہ اچھا اور جو آپ کو چھوڑتا دیکھیں گے اس کو برا سمجھیں گے۔

۲۔ اولاد و شاگردوں کی اصلاح و تربیت کے لیے اہم ترین ذریعہ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے۔

۳۔ اپنے منہ کی بے حد صفائی رکھو۔ پسینے کی بدبو سے پاس بیٹھنے والوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اور قرآن پاک کی تلاوت کے ادب کے بھی خلاف ہے۔

۴۔ کپڑوں کی اور جسم کی خوب صفائی رکھو۔ پسینے کی بدبو ہرگز پاس بیٹھنے والوں کو محسوس نہ ہونی چاہیے۔

۵۔ گھروں کی خوب صفائی رکھو۔ یہ میری روح کی آواز ہے۔ نیز اس میں جان، مال، اولاد کی برکت کا راز بھی پوشیدہ ہے۔

۶۔ گھر سے نکلو تو والدین کے ہاتھ ماتھا چوم کر الوداعی کلمات کہہ کر سلام کر کے ان کی رضا و دعاء کے ساتھ نکلو۔

۷۔ گھر سے نکلو یا داخل ہوؤ تو دروازے کو سختی سے نہ بند کرو نہ کھولو۔ اور نکلتے وقت یہ

دعاء پڑھو: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مَنْ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ یُجْهَلَ عَلَیَّ۔

۸۔ آگے کی طرف معمولی جھک کر درمیانی رفتار سے چلو۔ نہ بہت سست نہ بہت تیز رفتار۔

۹۔ راستے کے بیچ میں نہ چلو بلکہ دائیں پٹری پر خطرہ سے خوب مامون ہو کر چلو۔

۱۰۔ راستے میں کسی کو سلام یا کلام کے لیے مت ٹھہراؤ کیوں کہ بسا اوقات اس نے کسی سے معین وقت کا وعدہ کیا ہوا ہوتا ہے اس سے اس کی وعدہ خلافی کی نوبت آئے گی۔

۱۱۔ راستے میں کسی بوڑھے یا نابینا کو دیکھو تو اس کے ساتھ تعاون کرو۔

۱۲۔ راستہ چلتے ہوئے نہ کھاؤ پیئو نہ کتاب میں دیکھ کر پڑھو کہ یہ راستے کے آداب کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ خطرہ سے بھی خالی نہیں ہے۔

۱۳۔ راستے میں چلتے ہوئے تھوکومت، کہ یہ علاوہ خلافِ ادب ہونے کے مضرِ صحت بھی ہے۔

۱۴۔ علم کو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے حاصل کرو۔ دکھاوا یا شہرت ہرگز مقصود نہ ہو۔ بلکہ تحصیلِ علم سے مقصودِ عمل اور نفع پہنچانا ہوتا کہ یہ چیزیں اللہ کے یہاں ثوابِ عظیم کا باعث بنیں۔

۱۵۔ استاد کے آنے پر اس کے احترام اور اس کے علم کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔

۱۶۔ ایک روزنامچہ بناؤ جس میں یومیہ اہم باتیں اور فوائد و نصائح کی باتیں نوٹ کرتے جاؤ۔

۱۷۔ سچائی میں دنیا و آخرت کی نجات ہے۔ اور وہ جنت تک پہنچاتی ہے۔ جھوٹ سب نقائص و عیوب میں بدترین نقص و عیب ہے جو آخرت میں دوزخ تک پہنچائے گا۔

۱۸۔ اگر تم جھوٹے مشہور ہو گئے تو لوگ تمہاری سچی باتوں کا بھی اعتبار نہ کریں گے۔ اور اگر سچے مشہور ہو گئے تو لوگ آپ کی ہر بات پر یقین و اعتبار کریں گے۔

۱۹۔ ہنسی مذاق میں بھی کوئی جھوٹی بات ہرگز مت کہو۔ بلکہ ہر بات میں اپنی زبان کو سچائی ہی کا عادی بناؤ۔

۲۰۔ اپنی کتابوں کاپیوں قلم دوات وغیرہ کی خوب حفاظت کرو۔ اور ان کو خوب صاف

ستھرا رکھو۔

۲۱۔ کسی سے کوئی کتاب عاریتاً لو تو اس کو خراب مت کرو۔ اور واپس دیتے ہوئے اصل مالک سے اس کو خوب جانچ پڑتال کرالو۔

۲۲۔ مخربِ اخلاق افسانوی کتابوں سے پرہیز رکھو کیونکہ اس سے وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں۔

۲۳۔ اپنی کتابوں اور کاپیوں پر فضول باتیں مت لکھو۔ ان کو سیاہی کے دھبوں سے بھی بچا کر رکھو۔

۲۴۔ قلم کو اپنے کپڑوں یا بالوں سے ہرگز صاف مت کرو۔ قلم کو دانتوں میں دبا کر مت رکھو۔

۲۵۔ کبھی کبھی نفلی صدقہ بھی کیا کرو اس سے الا بلا دفع ہو جاتی ہے۔

۲۶۔ راستے میں ادھر ادھر دکانیں وغیرہ دیکھتے ہوئے مت چلو بلکہ پورے وقار و احترام سے چلو۔

۲۷۔ گھر کا دروازہ بہت زور سے مت بجاؤ۔ بلکہ نہایت آہستگی و نرمی سے بجا کر اپنے آنے کی اطلاع دو۔ اگر دوسری بار بجانے کی نوبت آئے تو غیر معمولی وقفہ کرو۔

۲۸۔ کھانے سے پہلے ہاتھ دھوؤ، بسم اللہ پڑھو، دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اپنے آگے سے کھاؤ۔ کھانے سے فارغ ہو کر حمد و شکر بجالاؤ۔ اپنے ہاتھ منہ کو صاف ستھرا رکھو۔

۳۰۔ کھانے میں عیب مت نکالو۔ تمہارے قریب کوئی بیٹھا ہو تو اس کو کھانے کی دعوت دو خواہ تم اس کو نہ بھی پہچانتے ہو۔

۳۱۔ بچا ہوا کھانا خیرات کردو۔ کوڑے میں مت ڈالو ورنہ نعمت چھن جانے کا ڈر ہے۔

۳۲۔ استاد کو والد کی جگہ سمجھو۔ اس کی محبت و تعظیم والد کی طرح بجالاؤ۔

۳۳۔ اگر تمھیں کسی مسئلے میں پورے وثوق کے ساتھ استاد کی غلطی کا یقین ہو جائے تو تخلیہ میں کامل ادب و احترام سے سوالیہ انداز میں ان کے سامنے اس کا تذکرہ کرو۔ برملا ان کی غلطی کا چرچا مت کرو۔

۳۴۔ تم استاذ کی محبت و تعظیم سے آگے دینی خدمات احسن طریقہ سے انجام دے سکتے ہو۔

۳۵۔ استادوں کے ساتھ بدتمیزی والا مذاق مت کرو۔ ان کے ساتھ ایسی باتیں مت کرو جیسے اپنے ساتھیوں سے کر رہے ہو۔

۳۶۔ جب تک چھوٹے ہو اور ابھی تک استاد وغیرہ نہیں بنے ہو خوب علم حاصل کرلو۔ ورنہ بڑے ہوکر اور استاد بن کر تمہیں شرم کا احساس ہوگا اور علم حاصل نہیں کرسکوگے۔ اور اس طرح جاہل رہ جاؤ گے۔

۳۷۔ اپنے ساتھیوں کو بھائیوں کی طرح سمجھو، ان سے پورے انس وحلم کا معاملہ کرو۔ جیسا معاملہ تم ان سے چاہتے ہو، ویسا ہی معاملہ تم ان سے کرو۔

۳۸۔ اگر کسی ساتھی کا کوئی فعل خلافِ شرع ہو تو اس کو پورے لطف وحکمتِ عملی سے سمجھانے کی کوشش کرو۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے بچنے کی اور کنارہ کشی کی کوشش کرو کیونکہ صحبتِ بد اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی ہے۔

۳۹۔ ساتھیوں کے سامنے اپنی بڑائی مت کرو، عجب وفخر سے احتراز کرو۔ ان سے پورے ادب وتواضع سے پیش آؤ کیونکہ ادب، علم سے بہتر ہے اور آدمی کی زینت ادب ہی ہے۔

۴۰۔ کنبے کے تمام افراد ماں باپ بھائی بہن وغیرہ تمام رشتے داروں سے خوب ادب و حسن سلوک اور اخلاقِ حمیدہ سے پیش آؤ۔

۴۱۔ والد کے ساتھ خالص دلی محبت رکھو۔ اس کے ہاتھ اور ماتھے کو چومو۔ اور احترام اور شکر کے جذبات سے اس کی تمام باتوں پر عمل کرو۔

۴۲۔ والد سے کوئی فرمائش کرنی ہو تو بہت نیازمندی سے کرو۔ زیادہ اصرار مت کرو۔

۴۳۔ والد کی موجودگی میں پاؤں کو پاؤں پر مت رکھو۔ اس کے سامنے زیادہ ہنسو مت، اس کی آواز سے زیادہ اونچی آواز مت نکالو۔ پوری تواضع وعاجزی سے اس کے سامنے بیٹھو۔ اور اس کی تمام ہدایات ونصائح پر عمل درآمد کرو۔

۴۴۔ بڑے بھائی کو والد کی جگہ اور بڑی بہن کو والدہ کی جگہ تصور کرو۔ چھوٹوں کے ساتھ لطف واحسان اور شفقت کا معاملہ کرو۔ انھیں گالی مت دو۔ ان کی کوئی چیز بغیر ان کی رضامندی

کے مت لو۔

۴۵۔ گھر کے ملازم کے ساتھ بھی سختی و گالی وتوہین سے مت پیش آ ؤ، اور گھر کے ملازم گھر کی چابیاں ہیں ان کو اپنے راز اور بھید کی کوئی گھریلو بات مت بتاؤ۔

۴۶۔ پڑوسیوں کو اذیت مت پہنچاؤ۔ بلکہ ان کی تکالیف و شکایت بیماری و حاجات کے وقت ان کے کام آ ؤ۔

۴۷۔ پڑوسیوں کے بچوں کے اخلاق خراب ہوں تو اپنے بچوں کو ان سے دور رکھو۔

۴۸۔ سیڑھیاں اوچھے پن سے پاؤں مار مار کر مت چڑھو، نہ اترو۔ بلکہ پوری راحت اور سکون سے چڑھو اترو۔

۴۹۔ کسی کے کمرہ میں بغیر اس کی اجازت کے مت داخل ہوؤ۔ معمولی دستک یا کھانسی کر کے اجازت طلب کرو۔

۵۰۔ کسی کا خط وغیرہ بغیر اس کی اجازت کے مت پڑھو۔ کسی کا قلم یا کاغذ یا دوات یا کتاب بغیر اس کی اجازت کے مت اٹھاؤ۔

۵۱۔ دو شخص باہمی باتیں کر رہے ہوں تو تم خواہ مخواہ ان کی باتوں میں دخل اندازی مت کرو۔

۵۲۔ گرمی میں گھر کی چھت پر مت بیٹھو کیونکہ اس سے دھوپ لگ جانے کی وجہ سے بعض اوقات بخار یا دردِ سر ہو جاتا ہے۔

۵۳۔ گھر کی کوئی بات باہر کسی کو کبھی نقل نہ کرو۔ خواہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔

۵۴۔ گھر میں مہمان آئیں تو بچے ان کو سلام اور مصافحہ کریں۔ ان کے ساتھ پوری بشاشت اور تعظیم کا معاملہ کرو۔

۵۵۔ رات کو نمازِ عشاء کے بعد بہت جلد سونے کی کوشش کرو۔ باوضو سوؤ اور سوتے وقت اخلاص و معوّذتین پڑھنا نہ بھولو۔

۵۶۔ بلا وجہ ہنسنا بدتمیزی کی بات ہے۔ غمی کے موقع پر خوشی کا اور خوشی کے موقع پر غمی کا معاملہ نہ کرو۔

۵۷۔ اپنے آپ کو کھوٹ، منافقت، دھوکہ دہی، کینہ، بغض، حسد، خیانت اور وعدہ خلافی

سے پاک رکھو۔

۵۸۔ نمازِ پنجگانہ باجماعت ادا کرو۔ مکلّف ہوجاؤ تو روزہ رکھو۔ صاحبِ استطاعت ہوؤ تو زکوٰۃ ادا کرو، حج فرض ہوتو فوری حج ادا کرو۔

۵۹۔ جسمانی صحت کی بحالی کے لیے اچھی غذا اور جسم کی صفائی کا اہتمام رکھو۔ اور گرم کے بعد ٹھنڈا استعمال نہ کرو۔

۶۰۔ اپنے نفس کو برائیوں کی طرف مائل دیکھو تو اس طرح ڈانٹ ڈپٹ کرو: اے نفس! تو شرمندگی سے نہیں ڈرتا ہے؟ تو نہیں جانتا کہ اس عالم کے ایک اور عالم بھی ہے؟ تو ملک وقہار سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں جانتا کہ بدکاروں کا انجام جہنم ہے۔

۶۱۔ روزانہ رات کو سوتے وقت اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ جو نیکی کی ہو اس پر شکرِ باری تعالیٰ بجالاؤ۔ اور جو برائی کی ہو اس پر اظہارِ ندامت کرتے ہوئے استغفار کرو اور آئندہ کے لیے اس کے نہ کرنے کا پختہ عزم کرلو۔

۶۲۔ کسی بھی جانور کو مت مارو، نہ بھوکا پیاسا رکھو، نہ اس کی دم یا کان وغیرہ کاٹ کر اس کو بدشکل بناؤ۔

۶۳۔ کسی سے قرض لو تو مقررہ وعدہ سے پہلے ادا کرو۔

۶۴۔ گھر میں کسی بھی انسان یا حیوان یا ذی روح چیز کی تصویر مت رکھو کیونکہ تصویر رحمت کے فرشتے کے داخلے کو روک دیتی ہے۔

مدینیه

یعنی قرآن پاک کی مدینہ منورہ کے ساتھ خصوصی نسبت ومناسبت کے لحاظ سے مدینۃ المنورہ میں قیام وسکونت کا دستور العمل

۱۔ ضرورت سے زیادہ کسی کے ساتھ تعلق، اختلاط اور میل جول ہرگز نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے عبادت میں، پڑھنے پڑھانے میں، خدمت میں اور نینداور آرام سبھی چیزوں میں خلل اور فرق آجاتا ہے اور تمام نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

۲۔ اللہ کے سوا کسی مخلوق سے اور کسی بھی انسان سے کوئی توقع اور سہارا اور امید نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ یہ اونچے مقامات ہیں جہاں اللہ ہی کی ذات سے مانگنا چاہیے وگرنہ اللہ کو غیرت آتی ہے کہ یہ اتنی اونچی جگہ آکر بھی اوروں سے امید رکھے ہوئے ہے۔ اگر وہ کام ہونا بھی ہے تو نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ ایسے آدمی کا معاملہ خود اسی کو سونپ دیتے ہیں کہ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔

۳۔ یہاں کی کسی کھانے پینے کی چیز میں کسی آدمی میں کسی موسم میں غرض یہ کہ کسی چیز میں بھی ہرگز عیب اور قصور نہیں نکالنا چاہیے۔ بلکہ خاموشی اختیار کرے۔ البتہ احسن طریقہ سے افہام وتفہیم کے انداز میں کسی سے بات کرسکتے ہیں ورنہ سخت گرفت اور نقصان کا اندیشہ ہے۔

۴۔ مدینہ شریف کی یہ خصوصیت ہے کہ اندر کا جو بھی حال ہو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر نیکی ہے تو جتنی چھپ کر کریں بالآخر ظاہر ہو جاتی ہے اور اگر برائی ہے تو وہ بھی جتنی چھپ کر کی جائے بہرحال ظاہر ہو کر رہے گی۔

۵۔ یہ بہت مقدس جگہ ہے اس لیے یہاں ابتلا وآزمائش کافی آتی ہے۔ بسا اوقات آدمی کا دل اتنا تنگ اور اداس ہو جاتا ہے کہ اس کا جی چاہتا ہے ابھی فوراً وطن واپس چلا جاؤں۔ یہی وقت خاص نوازشات اور فیوضات کے عطاء ہونے کا ہوتا ہے۔ اگر ایسے وقت میں اپنے اوپر قابو پالے، برداشت کرلے، حوصلہ رکھے تو تھوڑے ہی وقت کے بعد طبیعت کھل جاتی ہے اور دل ہشاش بشاش ہو جاتا ہے اور خاص انعامات سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

۶۔ مدینہ شریف میں بعض لوگ قدرتی طور پر اور تقدیری طور پر اصلاح اور سزا دینے کے لیے مقرر ہوتے ہیں۔ اور ان کا کام ہی غلط سلط افواہیں پھیلانا اور ہر چیز کی ٹوہ لگانا اور جاسوسی کرنا ہوتا ہے۔ ایسے آدمیوں سے ہوشیار اور محتاط رہنا چاہیے۔

۷۔ کئی آدمی بیٹھے بیٹھے باتوں کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہر نقل و حرکت پر نظر رکھتے ہیں۔ اس لیے بہت بیدار مغزی اور چستی اور احتیاط کے ساتھ رہنا چاہیے۔

۸۔ کئی لوگ عقیدے کے بارے میں خواہ مخواہ اور بلا ضرورت صرف پریشان کرنے کے لیے اور عقائد خراب کرنے کے لیے اور آگے تشہیر کرنے کے لیے مختلف سوالات کرتے ہیں۔ بس ایسے آدمیوں کا ایک ہی جواب ہے کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ بڑوں سے پوچھو، ہم تو ان ہی کے عقائد پر پابند اور کاربند ہیں۔

۹۔ کئی دفعہ آدمی مدینہ شریف میں اپنے آپ کو بالکل تنہا، بے سہارا اور گویا صحرا اور جنگل میں اپنے آپ کو کھڑا ہوا محسوس کرتا ہے۔ یہی وقت اللہ کی طرف اور ریاض الجنۃ کی طرف اور مواجہہ شریف کی طرف خصوصی رجوع کرنے کا ہوتا ہے۔ اس پریشانی میں جو مانگے گا وہی ملے گا۔ اور یہی وقت امتحان کا ہوتا ہے کہ کس کس غیر اللہ پر اب اس کی نظر جاتی ہے یا کس کس طریقے سے اور کیسی تضرع اور عاجزی سے دل و جان سے ہم سے مانگتا ہے۔

۱۰۔ جس دن شرطہ (پولیس) اقامہ وغیرہ کے بارے میں پوچھیں تو اس دن سمجھ لینا چاہیے کہ آج ضرور مجھ سے کسی نہ کسی عمل میں، نماز، روزہ، تہجد وغیرہ میں یا تلاوتِ قرآن کریم میں یا پڑھانے میں یا دعاء کرنے میں کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور ہوئی ہے۔ اس لیے خوب رجوع الی اللہ اور توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

۱۱۔ ریاض الجنۃ میں سب سے افضل جگہ محرابِ نبوی شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ ہے۔ یہاں پر خوب جی لگا کر نوافل، تلاوت، درود شریف اور دعا میں مشغول ہونا چاہیے۔ فرض نماز کے لیے پہلی صفوں میں جگہ لینے کی کوشش کی جائے مگر نوافل اور تہجد اور دعاء اور نفلی عبادت کے لیے ریاض الجنۃ کا اہتمام کیا جائے۔

۱۲۔ تلاوت کی جو مقدار روزانہ کی مقرر ہے اس کو پورا کر کے زیادہ تر وقت درود شریف

میں لگانا چاہیے۔

۱۳۔ روزانہ جتنی مرتبہ ہوسکے خوب سلام عرض کرے اور یہ نیت کرے کہ مجھے زیادہ سے زیادہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء اور سلام کے جواب مبارک کی سعادت و برکت حاصل ہو کیونکہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سلام کرنے والے کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ اور سلام ایک دعاء ہے۔

۱۴۔ جب تک آدمی حرم شریف میں بیٹھا ہے اس کی ایمانی حالت میں زیادتی اور اضافہ و ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے خوب طلب و ذوق اور ادب وشوق وخشوع وخضوع کے ساتھ حرم شریف میں بیٹھنا چاہیے۔

۱۵۔ مدینہ شریف کی تکلیف اور پریشانی اور ظاہری مصیبت و بلا کو اپنے لیے نعمت اور رحمت تصور کرنا چاہیے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو شخص مدینہ کی مصیبت اور تکلیف پر صبر کرے گا میں اس کے لیے قیامت کے دن سفارش کرنے والا اور ایمان کے متعلق گواہی دینے والا ہوں گا۔

۱۶۔ مدینہ شریف کی موت کو نعمت اور غنیمت تصور کرنا چاہیے اور اس کے لیے حسنِ خاتمہ اور آداب و برکات کے ساتھ حقیقی معنوں میں حاصل ہو جانے کی دعاء کرتے رہنا چاہیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص استطاعت رکھے کہ مدینہ شریف میں موت کے لیے رہنے کے اسباب اس کو مہیا ہوں تو وہ ایسا ضرور کرے کیوں کہ اس کا حشر میرے ہمراہ ہوگا اور یہ بہت بڑی نعمت وسعادتِ عظمیٰ ہے۔

۱۷۔ ایک روایت میں ارشادِ نبوی ہے کہ ہر ملک تلوار اور غلبہ سے فتح ہوا ہے مگر مدینہ شریف قرآنِ کریم سے فتح ہوا ہے اس لیے جس قدر کوشش اور جاں فشانی اور محنت و خدمت تلاوت وتعلیم قرآن کریم کی مدینہ شریف میں کی جائے گی اسی قدر یہاں کی برکات اور فتوحات زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں گی۔

۱۸۔ مدینہ مبارک میں قیامِ مبارک بسا غنیمت اور رحمت و دولت، نعمت وسعادت تصور کرے، ایک روایت میں ارشاد ہے کہ، مدینہ منورہ ایسا مبارک مقام ہے کہ جو شخص یہاں سے

تین روز تک مسلسل غائب رہے وہ ایسے حال میں واپس ہوگا کہ اس کے دل میں جفا اور بے ایمانی اور سختی سرایت کر چکی ہوگی۔ یعنی دل کی جو کیفیت مدینہ منورہ میں ہوتی ہے ان میں تبدیلی اور کمی اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۹۔ ہر وقت یہ دعاء کرتا رہے کہ 'یا اللہ! مجھے حقیقی اور صحیح معنوں میں مدینہ منورہ کے مطابق اخلاق اور عادات واعمال اور اطوار وخصائلِ حمیدہ اور اچھی صفات نصیب فرمادے اور صحیح معنی میں اہلِ مدینہ اور حاملینِ قرآن میں سے بنادے۔' آمین۔

۲۰۔ سعودی حضرات اگر ہمارے مسلک یا عقیدے پر کوئی اعتراض کریں تو صاف صاف کہہ دیں کہ یہ زمانہ غلبہ وکثرتِ جہل وقلتِ علم واعجاب وکبر وطعن اولین کا ہے، لہٰذا اوّلین کا ہی اعتبار کرنا ضروری ہے اور تمہاری بات کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تہجد کی سہولت کے لیے پانچ مجرب اعمال

۱۔ ارادہ رکھے کہ اگر اُٹھ گیا تو تہجد کی نماز ادا کرے گا۔

۲۔ عشاء کی سنتوں سے فارغ ہو کر دو چار رکعت بہ نیت تہجد ادا کرلے۔

۳۔ ٹائم پیس وغیرہ کا انتظام کر کے سوئے۔

۴۔ آنکھ کھلنے پر فوری طور پر چارپائی اور بستر سے علیحدہ ہو جائے۔

۵۔ یہ سوچے کہ بس مختصر طور پر دو چار رکعتیں ادا کرنی ہیں، اس کے بعد انشاء اللہ جب اللہ کے سامنے کھڑا ہوگا تو خود بخود مزید کی اور لمبی قرأت وقیام کی توفیق ہو جائے گی۔

سہولتِ حج کے مراقبات

۱۔ حج نام ہی تعب وتکلیف، مشقت اور محنت کرنے کا ہے۔

۲۔ انشاء اللہ حج کی یہ عبادات دعائیں اور محنتیں پورے سال مفید وکارآمد ثابت ہوں گی۔

۳۔ آفاقی لوگ کس قدر زرِ کثیر خرچ کر کے حج کرنے کے لیے آتے ہیں اور یہاں سعودیہ کے مقامی لوگوں کو کس قدر کم خرچ پر حج کی سعادت ونعمت میسر آجاتی ہے اس پر جتنا بھی حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔

۴۔ حج کے دوران بظاہر جتنی بھی تکالیف اور دشواریاں اور مشکلات اور جسمانی کلفت و مشقت پیش آئے حج سے فارغ ہونے کے بعد اس کی خوشی میں وہ تمام تکالیف ایسی محسوس ہوتی ہیں گویا ایک ذرہ بھی حاجی پر نہیں گزرا اور اس نے بالکل سہولت اور آسانی و عافیت و آرام کے ساتھ حج ادا کیا ہے۔ یہ اسلام اور اس کے عظیم رکنِ مقدس کا خاص اور نمایاں معجزہ اور کرشمۂ ربانی ہے۔

۵۔ حج میں جس قدر بھی خرچہ ہو دل کھول کر بہت خوشی اور خندہ پیشانی سے یہ سوچ کر کرنا چاہیے کہ سب اسی اللہ کا دیا ہوا ہے۔ اور اسی کے راستے میں ہم خرچ کر رہے ہیں، انشاءاللہ اس نیت کی برکت سے خرچہ سے کئی گنا زیادہ اس حاجی کو منجانب اللہ عطا ہوجائے گا اور کھلی آنکھوں اس حج کی نمایاں اور بے حد برکتیں اور ترقیاں دیکھے گا۔ انشاءاللہ

چند اختتامی تحائف

۱۔ قرآن ایک ایسی جاذب کتاب ہے اور اس میں ایسی کشش ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ چمٹ گیا اسے پھر نہیں چھوڑتی۔ شاید دارمی کی روایت ہے کہ غیر حافظ صاحب کو بھی قبر میں منزل پڑھنے کے لیے مجلد مصحف دیا جاتا ہے اور جنت کی منازل کا تو زینہ ہی قرآن عزیز کی تلاوت ہے۔ (کشکولِ معرفت، ص: ۱۰۷)

۲۔ علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر 'فتح القدیر' میں 'وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ' کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس شفاء سے مراد بدنی اور روحانی شفاء ہے۔ (کشکولِ معرفت ص ۱۲۵)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کے لیے لمبے وقت کو مختصر وقفہ کی شکل میں سمیٹ دیا جاتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: خُفِّفَ عَلٰی دَاؤُدَ الْقُرْآنُ فَكَانَ يَأْمُرُ بِدَوَابِّهِ فَتُسْرَجَ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهُ وَلَا يَأْكُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔ کہ داؤد علیہ السلام کے لیے زبور کی تلاوت اس طرح آسان اور ہلکی کر دی گئی تھی کہ آپ گھوڑوں پر زین کسنے کی بابت ارشاد فرمایا کرتے اور زین کسنے سے پہلے ہی زبور پوری طرح پڑھ

لیا کرتے تھے۔ نیز آپ اپنے ہاتھ کی کمائی ہی سے کھایا کرتے تھے۔ اس روایت میں زبور کو قرآن سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہاں بطریق قرأت کے اعجاز کا تذکرہ مقصود ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تلاوت وغیرہ اعمال صالحہ کے لیے وقت میں برکت ڈال دی جاتی ہے۔

(کشکولِ معرفت، ص: ۱۹۱، ۱۹۲، مع اصلاح واضافہ۔ مشکوٰۃ، ج: ۲۔ ص: ۵۰۷ مع حواشی)

۴۔ تلاوتِ قرآن میں اخلاص کی ضرورت کے متعلق ایک عجیب حکایت:

بعض صلحاء کا واقعہ ہے کہ انھوں نے ایک رات تہجد کی نماز میں سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کی۔ اتفاقیہ انھیں بعد میں اونگھ سی آ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے اُترا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ورقہ تھا جس کو اس فرشتے نے ان کے سامنے رکھ دیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس ورقہ میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی ہے اور ہر کلمہ کے نیچے دس دس نیکیاں لکھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ واللہ! میں نے تو یہ کلمہ بھی تلاوت کیا ہے لیکن میں یہاں اس کا ثواب لکھا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں۔ فرشتے نے کہا واقعی تم سچ کہتے ہو۔ تم نے اس کلمہ کی بھی تلاوت کی تھی اور ہم نے اس کا ثواب بھی لکھ دیا تھا لیکن پھر ہم نے عرش سے منادی کی ایک آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اس کلمہ کا ثواب مٹا دو اس لیے ہم نے وہ ثواب مٹا دیا۔ اس پر وہ صالح آدمی رونے لگا اور کہنے لگا کہ اس ثواب کے مٹانے کا سبب کیا ہوا؟ کہنے لگے جب تم تلاوت کر رہے تھے تو تمہارے پاس سے ایک شخص کا گزر ہوا تھا اور تم نے اس کے سنانے کی نیت سے اس کلمہ پر اپنی آواز اونچی کر دی تھی۔ اس لیے ریا کاری کی وجہ سے اس کلمہ کا ثواب مٹا دیا گیا۔

(اَ عَرَفْتَ اَنَّكَ فِی الْحَرَمَیْنِ، ص: ۲۲۷، ۲۲۸)

زندوں کی وصایا

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی دامت برکاتہم

ہدایات برائے خلفاء ومجازین

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہٖ الکریم

عرض ہے کہ عموماً اخیر عمر میں ہر شخص اپنے بچوں اور عزیزوں کو اپنی سمجھ اور تجربہ کے مطابق خاص خاص نصیحت و ہدایت کرتا ہے۔ اس لیے یہ حقیر جب کہ اس کی عمر سن ہجری سے ۷۶ر سال سے متجاوز ہے۔ اپنی اولاد اور ان احباب کو جن کو اجازت دی ہے، یہ لکھنا چاہتا ہے بلکہ عرصہ سے لکھنا چاہتا تھا۔

اتفاقاً ایک دن تفسیر قرآن کے درمیان یہ آیت مبارکہ سامنے آئی۔ جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور لکھنے کے لیے ایک روشنی مل گئی، ایک باب کھل گیا۔ وہ آیت یہ ہے۔

﴿وَ قَالَ مُوۡسٰی لِاَخِیۡہِ ہٰرُوۡنَ اخۡلُفۡنِیۡ فِیۡ قَوۡمِیۡ وَ اَصۡلِحۡ وَ لَا تَتَّبِعۡ سَبِیۡلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ﴾ (سورۂ اعراف)

اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم (مفسد) لوگوں کی رائے پر عمل نہ کرنا۔

اس آیت سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ جب مصلح اپنے مقام سے کہیں جائے (چاہے تھوڑے ہی دنوں کے لیے کیوں نہ ہو) کسی کو قائم مقام بنا کر جانا چاہیے، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو اپنا نائب بنا کر تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مکتوم نابینا کو خلیفہ بنایا تھا۔ اور دوسری بات یہ مفہوم ہوئی کہ اس خلیفہ کو ضروری ہدایات سے آگاہ کر دینا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو یہ ہدایات فرمائی کہ بنی اسرائیل کی اصلاح کا خیال رکھنا، تاکہ وہ میری عدم موجودگی میں اصلاح کے بجائے فساد کے

شکار نہ ہوجائیں اور خود اپنی اصلاح سے غافل ہوکر مفسد لوگوں کی راہ پر نہ چلنے لگنا۔ یعنی ان کے عقیدوں اور نظریات سے متأثر ہوکر خود ان کے جیسے عقائد و اعمال و اخلاق کو نہ اختیار کرنا۔

اس سے استنباط کر کے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ہر وہ شیخ و مصلح جو اپنے خلفاء و مجازین کے لیے کوئی طریقہ تجویز کرتا ہے، وہی ان کے لیے مفید و کارگر ثابت ہوگا۔ پس کوئی اس کو چھوڑ کر اپنی تجویز سے یا کسی دوسرے شیخ کا طریقہ اختیار کرے گا تو ممکن ہے کہ بجائے اصلاح کے فساد رونما ہو۔ پس اپنے شیخ کے طریقہ پر استقامت اور اس کی حفاظت ضروری ہے۔ چاہے دوسرے شیخ کا طریقہ کتنا ہی خوشنما اور پر کیف معلوم ہو، اس سے احتراز لازم ہے جو اس کے لیے مانع فیض و برکت ہوگا۔ اس کو خوب سمجھ لیں۔ واللہ الموفق!

اس تحریر کا باعث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ ارشاد بھی ہوا جس کو حضرت حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی نے 'اشاعت اسلام' میں نقل فرمایا ہے، جسے حضرت مصلح الامت مولانا وصی اللہ صاحب ہم لوگوں کو برابر سناتے تھے۔ وہ ارشاد یہ ہے:

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مصلحانہ ارشاد

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے علم کے موافق سب سے بہتر شخص کو تم پر امیر بنا کر عدل و انصاف کی ہدایت کردوں تو میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاؤں گا؟ سب نے عرض کیا کہ بے شک ہوجائیں گے۔ تو آپ نے فرمایا اتنی بات سے ہرگز سبکدوش نہیں ہوسکتا بلکہ یہ دیکھنا بھی میرا فرض ہے کہ آیا وہ ہدایت پر عمل کرتا ہے یا نہیں۔

نیز حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہ کا ایک ملفوظ نظر سے گزرا۔ فرماتے ہیں کہ: ”نسبت کا حصول تو آسان ہے مگر اس کا تحفظ، بقا اور ترقی مشکل ہے، اس کی بہت فکر اور اہتمام رکھیں، بہت سے احباب اجازت پر مطمئن ہوکر بجائے ترقی کے جمود یا تنزلی کی طرف جانے لگتے ہیں۔“

لہٰذا میں خود اکابر و مشائخ کے طریق پر رہنا چاہتا ہوں اور اپنے متعلقین کو بھی اسی پر ثابت قدم رہتے دیکھنا چاہتا ہوں اور اس میں اللہ کی مدد طلب کرتا ہوں۔ واللہ المستعان

میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت مصلح الامت نے اجازت دیتے وقت یہ فرمایا تھا کہ چونکہ تم لوگ ہمارے طریق کو سمجھ چکے ہواس لیے سلوک وطریق کے کام کی اجازت دیتا ہوں۔

اب مقصودسلوک اور حاصل طریق کے متعلق اپنے اکابر طریق کے ارشاد پڑھیے!

مقصودِ سلوک از مرشد الامت عالم ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

مقصود تمام سلوک سے یہ ہے کہ معاصی سے نفرت ہوجائے اور اطاعت کی طرف رغبت ہوجائے اور حالات تڑپ و بیقراری مقصود نہیں۔ بندہ بندگی کو بنا ہے نہ کہ بے قراری کو۔

(مکتوبات رشیدیہ، ص:۹۴)

حاصلِ طریق

از حکیم الامت مجدد الملّت مولانا اشرف علی تھانوی:

''وہ ذراسی بات جو حاصل ہے تصوف کا یہ ہے کہ جس طاعت میں سستی محسوس ہو، سستی کا مقابلہ کر کے اس طاعت کو کرے اور جس گناہ کا تقاضا ہو تقاضے کا مقابلہ کر کے اس گناہ سے بچے۔ جس کو یہ بات حاصل ہوگئی، اس کو پھر کچھ بھی ضرورت نہیں، کیوں کہ یہی بات تعلق مع اللہ پیدا کرنے والی ہے اور یہی اس کی محافظ ہے اور یہی اس کو بڑھانے والی ہے۔''

ف: سبحان اللہ! کیسے جامع ملفوظات ہیں جو یقیناً طریق کی جان ہیں اور سالکین راہ کے لیے بلکہ جملہ مسلمین کے لیے راہ ہی نہیں شاہراہ ہیں جو بہت سی الجھنوں کا علاج بلکہ تریاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تعلیماتِ اکابر پر عمل کرنے کو جملہ سالکین بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے آسان فرمائے اور اپنی نسبت اور معرفت کے حصول کا ذریعہ بنائے۔ آمین

اس کے لیے چند ہدایات اپنی سمجھ کے مطابق درج کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر ہم سب کو توفیق عمل مرحمت فرمائے۔

ہدایت نمبرا:

اولاً اپنی اصلاح کی فکر رکھیں اس لیے کہ یہ فرض عین ہے، اس کے ساتھ اپنے متعلقین کی تعلیم وتربیت کا خیال رکھیں۔

ہدایت نمبر۲:

ظاہر ہے کہ اپنی اصلاح ہو یا دوسروں کی۔اس کے لیے علم کی ضرورت ہے اور اس علم کی تحصیل کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو مثل آفتاب و ماہتاب کے سمجھیں۔اسی طرح سیرت اکابر کو سامنے رکھیں۔ اس کے لیے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی کی تصانیف کا ضرور مطالعہ کریں۔خصوصاً تصوف وسلوک کے صحیح علم کے لیے آپ کا رسالہ 'قصد السبیل' کو حرفاً حرفاً پڑھیں اس لیے کہ اس رسالہ کو حضرت حکیم الامت نے بڑی تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ جو سیکڑوں کتب تصوف کا عطر و خلاصہ ہے۔ نیز اس حقیر کی تصنیف 'معارف صوفیہ' کا مطالعہ بھی مفید ثابت ہوگا۔جس میں 'قصد السبیل' مکمل اور اکمل الشیم اور ارشاد الملوک کی تلخیص و خلاصہ شامل ہے۔

ہدایت نمبر۳:

اوراد و وظائف کی پابندی کے ساتھ اپنے اعمال کا محاسبہ ضرور کرنا چاہیے۔حضرت مصلح الامت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اس کی بہت تاکید فرماتے تھے یعنی سوتے وقت چند منٹ یہ سوچیں کہ ہم نے کتنی طاعات کیں اور کتنی معاصی۔ پس اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور معاصی سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

ہدایت نمبر۴:

ہمارے اکابر مراقبہ کی بھی تعلیم فرماتے ہیں، اس لیے اپنے اکابر کے لکھے ہوئے طریقہ پر اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مراقبات میں ایک مراقبۂ موت ہے۔جس کے لیے حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب 'خلیفہ حکیم الامت' نے کچھ مؤثر اشعار کہے ہیں، جن کو تنہائی میں پڑھنا چاہیے اور متاثر ہونا چاہیے۔

رہا وعظ کے بعد خاص رسوم و قیود کے ساتھ ان اشعار کو خاص ترنم سے پڑھنے کا معمول بنانے میں آئندہ مفاسد کا اندیشہ ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

ہدایت نمبر۵:

اسی طرح مشائخ چشتیہ کے نزدیک ذکر اللہ متوسط جہر سے کرنے کی اجازت ہے خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی مگر وہ بھی ذکر مرفط (بہت زیادہ بلند آواز) سے کرنے کو منع فرماتے ہیں اس لیے مسجد میں مکبر الصوت (لاؤڈاسپیکر) کے ساتھ ذکر کرنا کسی طرح روا نہیں ہے۔ مزید یہ کہ یہ نمازیوں کے انتشار اور خلل کا سبب ہوگا۔ اور اگر اس کا ربط گھروں سے کر دیا جائے تو عورتوں کے لیے مزید الجھن و پریشانی کا سبب ہوگا۔ اس لیے اس سے بھی پرہیز لازم ہے۔

پس خاص طریقہ سے مراقبہ اسی طرح ذکر بالجہر سے وجد و کیف کا حاصل کرنا روا نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت حکیم الامت نے فرمایا ہے کہ مقصود عمل ہے نہ کہ وجد و حال، ہاں محمود ضرور ہے، مگر اس کے حصول کے لیے طریق کے خلاف کسی عمل کو ہرگز ہرگز گوارا نہیں کیا جاسکتا اور ایک مسئلہ جس میں اعتدال رکھنا چاہیے یہ ہے کہ مختلف اہل حق سے ملاقات کرنا بلکہ ان کی مجلس میں شریک ہوکر استفاضہ کرنا روا ہے مگر خاص اصلاح و تربیت میں اپنے ہی شیخ کی تعلیم پر عمل کرنا چاہیے، ورنہ تو مرید انتشار کا شکار ہوکر اصل کار سے محروم ہوجائے گا۔ نیز اہل سنت والجماعت کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑنا اور دوسروں کو اس کی ہدایت کرنا ضروری ہے۔

ہدایت نمبر۶:

یہ ہے کہ اپنے انفرادی و اجتماعی حالات سے شیخ کو ضرور مطلع کرنا چاہیے تاکہ وقت و حال کے مناسب مشورہ دیا جاسکے، اس کے علاوہ حالات کے علم سے اطمینان بھی رہتا ہے کہ الحمد للہ کام طریق کے مطابق چل رہا ہے۔

ہدایت نمبر۷:

یہ ہے کہ اللہ کے ارشاد ''و امرھم شوریٰ بینھم'' کی رو سے جملہ متعلقین نسبی و روحانی کو چاہیے کہ دینی و دنیوی ہر معاملہ میں باہم مشورہ کرلیا کریں۔ اس کی وجہ سے باہم ملاقات کا موقع میسر ہوگا، جس سے ربط و تعلق قائم رہے گا، جو بہت سی خیرات و برکات کا موجب ہوگا۔

یہ چند ہدایات ہیں جن کو اپنے متعلقین خصوصاً خلفاء و مجازین کے لیے نہایت غور و خوض کے بعد مرتب کیا ہے۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ اس کے پڑھنے کے بعد جو تاثر ہو اس سے آگاہ کریں تاکہ مجھے اطمینان ہو۔ واللہ الموفق!

جناب حضرت علی احمد صاحب دامت برکاتہم کی ہدایات

اہلِ اصلاح اور اہلِ جذب کے لیے

جناب حضرت علی احمد صاحب کا مکان موضع بھٹکن ضلع سیوان ہے۔ ان کی اصل صفت صوفیانہ زندگی یعنی متبع سنت و شریعت ہے۔ ایک عرصہ تک ہمارے مرشدی و قطبِ زمانہ حضرت حاجی منظور احمد مصرولیا کی صحبت میں رہے اور حضرت کے توسط سے ہی حضرت مولانا حکیم احمد حسن منوروہ سے بیعت ہوئے اور راہِ سلوک طے کیا اور حضرت سے خلافت بھی ملی۔ خوب خوب صاحبِ فکر و نظر، ذوقِ سلیم، شعور و وجدان کے حامل ہیں۔ بقیدِ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تا دیر قائم رکھے۔ اور ان کی ذیل کی ہدایات سے راہِ سلوک والوں کو خوب خوب مستفیض و مستفید فرمائے۔ آمین۔ ایک عرصہ تک راقم ثمین اشرف کے حجرہ میں والدی حضرت حاجی محمد ابراہیم مرحوم کے تعلق کے سبب مقیم رہے۔ اب سیوان میں مقیم ہیں۔

جناب حضرت علی احمد صاحب دامت برکاتہم کی ہدایات

(حضرت نے اپنے مضمون میں انسانی جذبات جیسے قوت، غصہ، حسد، کینہ، تکبر و غرور کے اسباب پر اچھی بحث کی ہے۔ جو عام اہلِ تصوف کے یہاں نادر ہے۔ ثمین اشرف)

بسم اللہ الرحمن الرحیم – اللھم صل علیٰ سیدنا محمد النبی الامی

عکسِ عرفان و محبت

اے اللہ حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع نصیب فرما اور باطل کو باطل دکھا اور اس سے اجتناب کی توفیق عطا فرما۔ الٰہی ہماری ایسی حفاظت فرما جس طرح ایک ماں اپنے دودھ پیتے بچے کی حفاظت کرتی ہے۔ اگر بچہ اپنی نادانی سے اپنے آپ کو نقصان پہنچانے کے اسباب اختیار کرنا چاہتا ہے تو ماں اس بچے کا ہاتھ پکڑ لیتی ہے۔ اور اسبابِ ضرر کو دور پھینک دیتی ہے۔ اے اللہ!

آپ نے خاک کے اس حصے کو اپنے فیضِ ایجاد سے سونا بنایا اور دوسرے حصہ ابوالبشر یعنی بابا آدم کی تخلیق کی۔ الٰہی مجھے میرے نفس کی ذلت، حرص وطمع سے نکال دے اور قبر میں اُترنے سے پہلے شک اور شرک سے پاک فرما۔ اے اللہ! تجھ ہی سے نفسانی اور شیطانی وساوس پر مدد مانگتا ہوں۔ تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ تو میری مدد فرما۔ کسی دوسرے کے سپرد نہ کر اور تجھ ہی سے سوال کرتا ہوں ناامید نہ کر۔ تیرے کرم کی امید کرتا ہوں مجھے محروم نہ فرما۔ اپنے درگاہِ عالی سے دور نہ کر۔ تیرے ہی در پر کھڑا ہوں مجھے نہ دھکیل۔ اے اللہ! اگر ہم سے دعا مانگنے کے آداب وطریقے میں کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف فرما۔ آپ سلطانِ سخن ہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ

نہ ہوں گا یاد سے غافل کبھی میں ایک لمحہ بھر
کہ شاید کس گھڑی اس کی نظر پڑ جائے عاصی پر

استعدادِ انسانی

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی خمیر میں اپنی معرفت کی استعداد ودیعت کر دی ہے اور وہ استعداد ہدایت بالفعل مستلزم ہے۔ جس طرح ایک معدن دوسرے معدن کے مخالف ہیں یعنی جو لوہے کی کان ہوگی اس سے چاندی نہیں نکالی جاسکتی اور جو چاندی کی کان ہوگی اس سے لوہا نہیں نکل سکتا۔ لہٰذا اشرف المخلوقات افرادِ انسانی میں بھی کچھ تمیز واختلاف خالقِ کائنات نے ڈال دی ہے۔ اور یہ تمام کیفیات نفس سے ہویدا ہیں۔ ہر انسان اپنی جبلت کے ساتھ دنیا میں آتا ہے۔ لہٰذا استعداد وعادات میں تغیر وتبدل کمی وبیشی کا تصور لاحاصل ہے۔

مخبرِ صادق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی حقائق کی طرف نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم سنو کوئی پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اسے مان لو لیکن کسی شخص کے بارے میں یہ سنو کہ اس نے اپنی پیدائشی جبلت وخصلت چھوڑ دی ہے تو ہرگز یقین نہ کرو کیونکہ انسان اپنی فطری جبلت کی طرف لوٹتا رہتا ہے۔ بزرگوں نے انسان کی اسی فطری استعداد کی بنا پر اہلِ اصطلاح اور اہلِ جذب کے درمیان فصل وتمیز کر کے ہر ایک کی قسمیں بتائی ہیں۔

اہلِ اصلاح

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعضاء و جوارح کے عوامل اور دل و دماغ کے احوال بڑے مودب ہوتے ہیں۔ ان میں دین و دنیا کے ضروری اور اہم تقاضوں کو پورا کرنے کی یہ صلاحیت ہوتی ہے اور بڑی بات یہ ہے کہ ان میں قلق و اضطراب کی کیفیت نہیں ہوتی۔ حق و باطل اور اچھی بری باتوں میں تمیز کرنے کی بڑی زبردست صلاحیت پائی جاتی ہے۔

اہلِ جذب

وہ لوگ ہیں جن میں دنیا کے کاموں اور مشغلوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے کا رجحان رہتا ہے اور ان کی دلی خواہش یہی ہوتی ہے کہ مادّی دنیا سے دوری، علاحدگی، یکسوئی اور نجاتِ کلی حاصل ہو۔

اہلِ باطل اور اہلِ دل بزرگوں نے ان دونوں (اہلِ اصلاح اور اہلِ باطن) کی جدا جدا قسمیں بتائی ہیں جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے۔

اہلِ اصلاح کی چار قسمیں ہیں

(۱) قسم اوّل وہ ہے جن میں ملکی قوت اور بہیمی قوت شدید ہو اور دونوں میں ہم آہنگی اور توازن قائم ہو۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جن میں ملکی قوت شدید ہو اور بہیمی قوت ضعیف ہو اور دونوں میں توازن اور ہم آہنگی ہو۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جن میں ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہو اور دونوں میں ہم آہنگی اور توازن برقرار ہو۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے جن میں ملکی قوت اور بہیمی قوت دونوں ضعیف ہوں اور دونوں میں ہم آہنگی اور توازن برقرار ہو۔

اہلِ جذب کی چار قسمیں ہیں

(۱) جن کی ملکی قوت شدید اور بہیمی قوت بھی شدید ہو اور دونوں میں نزاع اور تصادم برپا ہو۔

(۲) جن کی ملکی قوت شدید اور بہیمی قوت ضعیف ہو اور دونوں میں نزاع اور تصادم قائم ہو۔
(۳) جن کی ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت شدید ہو اور دونوں میں نزاع اور تصادم برقرار ہو۔
(۴) جن کی ملکی قوت ضعیف اور بہیمی قوت بھی ضعیف ہو اور ان دونوں میں نزاع اور تصادم برقرار ہو۔

نوٹ: قویٰ سے مراد مختلف انواع و اقسام کے اعیان کی استعداد ہے۔ مثلاً انسان کی صورت نوعیہ، راست قامتی اور چہرے کے ظہور کی متقاضی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

ان حضرات کی ان تمام صفتوں پر غور کریں تو ان کے احکام بھی الگ الگ معلوم ہوں گے۔

جس شخص میں قوتِ بہیمیہ زیادہ ہوگی اسے ریاضت اور عبادت کی ضرورت بھی زیادہ ہوگی۔ ان کو کمال حاصل کرنے کے لیے فاقہ کشی بھی کرنی ہوگی۔ ان کے لیے شب بیداری ناگزیر ہوگی۔ ان کے اندر جو آثار پیدا ہوں گے وہ بہت قوی ہوں گے۔ ان کی توجہ میں بھی بڑی قوتِ تاثیر جنم لے گی۔

جس شخص کی قوتِ بہیمیہ ضعیف ہو اس کو زیادہ ریاضت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ ان کو عرصہ تک کثرت سے ذکر کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ اپنی منزل کو طے کرسکتا ہے۔ کمزور بہیمیہ والے سے کوئی کمال ظاہر نہیں ہوتا۔ اسے اتنی کم ہمتی ہوتی ہے کہ اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں۔

جس شخص کی قوتِ ملکیہ شدید ہوتی ہے وہ فنا اور بقا اور فردیت کے علاوہ دوسرے بلند مقام کا اہل ہوتا ہے۔ اس میں ایسی صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ماوراء مادیات کی خبر دیتا ہے۔ جس شخص کی قوتِ ملکیہ ضعیف ہوگی اسے کشف ہوتا ہے۔ وہ دوسرے شخص کی باتوں کو اللہ کے فضل سے معلوم کرسکتا ہے۔ ایسا شخص انوار کا مشاہدہ بھی کرسکتا ہے۔ مذکورہ بالا چاروں قسموں کے الگ الگ تاثیر کا بیان کردیا گیا۔ اب اہلِ اصلاح اور اہلِ جذب کے نفس میں یہ قوتیں کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں اسے چند جملے میں پیش کیا جاتا ہے۔

اہلِ جذب کی قوت

جن کی قوتِ بہیمیہ ضعیف ہو ایسا شخص اگر کسی چیز کی طرف میلان رکھتا ہو تو اس کے میلان میں زور نہیں پیدا ہوگا۔ اور لوگوں کو ان سے عقیدت بھی نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس جن کی

قوتِ بہیمیہ شدید ہوتی ہے ان کی نظر بڑے بڑے کاموں پر ہوتی ہے۔ اس میں اضطرابی کیفیت پائی جاتی ہے۔ وہ ہاتف کی آواز بھی سنتے ہیں۔ اور انھیں الہامی فیضان بھی ہوتا ہے۔ اس طرح شدید قوتِ بہیمیہ کے ساتھ ساتھ قوتِ ملکیہ بھی شدید ہو تو جلیل القدر مقامات سے انھیں نوازا جاتا ہے۔ اگر قوتِ ملکیہ کم ہو اور قوتِ بہیمیہ میں شدت ہو تو ایسا آدمی قابلِ میدانِ جنگ ہوتا ہے۔ وہ ایسے بہادر ہوتے ہیں کہ دنیا کا کوئی کام انھیں مشکل نظر نہیں آتا۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

اہلِ جذب میں سے جس شخص میں قوتِ بہیمیہ ضعیف ہو، دنیا کے کاموں سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ملکی قوت شدید ہو تو اللہ کی رضا کے لیے وہ دنیا کو ترک کرنے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ پھر اس میں بہیمیت کے ساتھ ملکی قوت ضعیف ہو تو ایسا آدمی اگر اپنی منزل حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے لیکن اگر حالات سازگار نہ ہوں گے اور اپنی استعداد کو اپنے مقصد میں نہ لگا سکا تو سب چیز چھوڑ کر کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

اہلِ اصلاح کی قوت

یہ شرع کے سب سے زیادہ پابند و فرمانبردار ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں سے جن لوگوں میں ملکی قوت شدید ہوتی ہے وہ اللہ کی حکمتوں کو اسی کے فضل سے جاننے والے ہوتے ہیں۔ وہ لوگ فرشتوں کا مشاہدہ کرتے ہیں اور قوم کی امامت و قیادت کے حقدار ہوتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

مگر جن کی ملکی قوت کمزور ہوتی ہے صرف شریعت کے ظاہری اعمال کے پابند ہوتے ہیں۔ اور تھوڑے پر قناعت کر کے خوش رہتے ہیں۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

اہلِ اصلاح اپنی منازل دھیرے دھیرے چیونٹیوں کی چال میں طے کرتے ہیں۔

یکا یک ان میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

مئے وحدت کا آتا ہے سرور آہستہ آہستہ
تھکا ماندہ مسافر منزل پر جاتا ہے آہستہ آہستہ

لیکن اہلِ اصلاح میں جن لوگوں کی قوتِ بہیمیہ شدید ہوتی ہے ان کے معاملے کچھ اور ہوتے ہیں۔اس کے پرواز اور عروج کی نہایت نہیں ہوتی۔اس کا اندازہ تو وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ نے اس خوبی سے نوازا ہے۔

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
ورنہ اس عالم کو بحر بے کراں سمجھا تھا میں

حقیقت یہ ہے کہ شدید ملکی قوت والے خال خال نظر آتے ہیں۔اور شدید بہیمی قوت والے بھی کمیاب ہیں۔ان کا وجود بھی بہت کم ہوتا ہے۔سالوں سال بعد ایسے لوگوں کا ظہور ہوتا ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جن کی ملکی قوت اور بہیمی قوت کمزور اور ضعیف ہوتی ہے ایسے لوگ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔اہل اللہ حضرات کے احوال و مقامات میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں ان کے کچھ بنیادی اسباب ہیں۔اہل اللہ میں سے بعض بزرگ صاحبِ ارشاد ہوئے ہیں۔بعض بزرگ عامۃ الناس کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں اور بحث و مناظرہ کے دوران بطورِ دعویٰ کرامات و خوارق دکھلاتے ہیں۔بعض ایسے بزرگ ہیں جو گمنامی میں رہتے ہیں۔نہ دوسروں کو پہچانتے ہیں نہ لوگ ان کو پہچانتے ہیں۔اور بعض بزرگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا وجد بڑا زوردار ہوتا ہے اور بعض کا بہت معمولی اور بہت سادہ۔غرض ان تمام تفصیلات اور جملہ کلام کا خلاصہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ اختلاف استعداد کے سبب سے ہے۔

عبدالمؤمن

عارف باللہ عاشقِ رسول حضرت شاہ عبد الغنی نقشبندی مجددی جب سرکارِ دوعالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دین کی خدمت تم کرتے رہو اور اللہ

کے بندوں کے دلوں کو اللہ کے نور سے تم منوّر کرتے رہو اس لیے تمہارا نام ’عبدالمؤمن‘ رکھا جاتا ہے۔ یہاں غور کا مقام ہے۔ اس سے فکر کو ایک قسم کی تقویت ملتی ہے۔ عابد ہونا، زاہد ہونا، صوفی ہونا، ذاکر ہونا آسان ہے مگر عبدالمؤمن بہت مشکل ہے۔ ان حضرات کے دلوں میں اللہ کے نور کا چراغ روشن رہتا ہے جس کے ذریعہ وہ دوسروں کا چراغ روشن کرتے ہیں۔ گویا یہ لوگ پارس پتھر ہیں کہ اگر اس سے لوہا مس کرے تو سونا بن جائے۔ غور طلب ہے کہ عقیق، نیلم، پکھراج، موتی، فیروز، لعل اور دیگر قیمتی پتھر موجود ہیں مگر پارس پتھر کی خوبی سے محروم ہیں۔ پارس کے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

لہٰذا یہ حضرات پارس پتھر کی طرح اکسیرِ اعظم ہیں جو نادر الوجود ہیں۔ خلوت وجلوت میں ان کی صحبت کے برکات نہایت خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ میرے پیر و مرشد حضرت احمد حسن رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ علی احمد ذاکر ہوگئے۔ لطائف کے معاملے بھی ختم ہوگئے۔ لیکن ہماری خواہش ہے کہ اللہ تم کو پارس پتھر اور اہلِ دل بنادے۔ اکثر تنہائی میں بڑی بے قراری سے فرماتے اور میں بھی بڑی عاجزی سے کہتا کہ آپ کے علاج کا سر سمجھ میں نہیں آتا۔ اس عاجز کے لیے اللہ سے دعاء فرمادیں۔ حق یہ ہے کہ ان صفات سے اللہ جن کو نوازتا ہے ان کے حال کی بلندی کا کیا کہنا۔ ایسے حضرات دوست و دشمن کے درمیان فرق نہیں کرتے وہ سب کو نوازتے ہیں۔ ان کے دلوں میں مخلوق کی ہمدردی کا سمندر جوش مارتا ہے۔

میرا تو کام ہے کہ جلاتا چلوں چراغ
رستے میں دوست یا کسی دشمن کا گھر ملے

ان کے دل کے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں بھی اللہ پاک اپنے ذکر کی صلاحیت ڈال دیتا ہے۔ اس لیے وہ جس شخص کی طرف توجہ دیتے ہیں آنِ واحد میں اس کی صلاحیت کا اندازہ کرلیتے ہیں۔ جب کسی پر بے خبری کے عالم میں اس طرح کی توجہ ڈالی جائے تو اس کو توجہ انعکاسی کہتے ہیں۔ یہ روحانی تبلیغ کا نہایت عمدہ طریقہ ہے اور یہی ہوتا آرہا ہے۔

نہ کتابوں سے نہ کالج سے نہ در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

حضرت امیرِ کلاں رحمۃ اللہ علیہ ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر اس اکھاڑے سے ہوا۔ آپ کھڑے ہوگئے۔ بہت دیر تک معرکۂ کُشتی کو دیکھتے رہے۔ حضرت بابا صاحب کے بعض اصحاب کے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ بدعتیوں کے اس معرکے میں آپ کا ذوق وشوق توجہ ظاہری و باطنی کا سبب کیا ہے؟ بابا صاحب اس خطرے سے آگاہ ہوگئے۔ فرمایا، اس معرکے میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے بہت سے لوگ درجۂ کمال کو پہنچیں گے۔ میں مردِ حق آگاہ پر کمند پھینک کر شکار کرنا چاہتا ہوں۔ اسی اثناء میں حضرت امیرِ کلاں کی نظر حضرت خواجہ بابا صاحب پر پڑی۔ آپ کے جاذب توجہ اور پر اثر نظر نے حضرت امیر کلاں کو مسخر کرلیا اور حضرت بابا نے ان کو تعلیم دی اور حضرت امیرِ کلاں نے مقامِ ارشاد کی دولت کو حاصل کیا۔ حضرت امیرِ کلاں کی صحبت کی دولت سے چار اشخاص مرتبۂ تکمیلِ سلوک کے اعلیٰ عہدہ پر پہنچے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد ایک سو چودہ یا اس سے زیادہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ بزرگوں کی نظر شناسی منٹوں میں اصل ونقل کو چھانٹ کر الگ کر دیتی ہے۔ یہ ہے اہل اللہ کی استعداد کہ آنِ واحد میں تبدیلی پیدا کر کے زندگی میں چار چاند لگا دیتے ہیں۔

کوئی اندازہ کرسکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اس ضمن میں چند باتیں اور ہیں جن کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن میں روحانی فورس (force) زیادہ ہوتا ہے۔ وہ اپنی قوت سے دوسروں کو شفاء دینے میں مدد کر سکتے ہیں۔ وہ روحانی طور پر لوگوں کی مدد کر کے مصیبت سے نجات دیتے ہیں۔ کمزوروں میں اپنی روحانیت منتقل کرتے ہیں اور دوسروں کو روحانی بنا دیتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کی روحانی فورس اور قوت کو برقرار رکھیں۔ ان کے لیے مندرجہ ذیل چیزیں لازم ہیں۔

(۱) صحیح تصوّر کا ہونا (اسم ذات کا تصوّر)

(۲) مراقبۂ اسمِ ذات

(۳) مراقبۂ احمدیت اوراس کے ساتھ مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

۱۔ دماغ کا وساوس سے پاک ہونا

۲۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی

۳۔ انسانی بھلائی کا جذبہ اور لوگوں کے ساتھ بھائی چارگی کا برتاؤ

۴۔ صلہ رحمی اور خوفِ ربانی کا ہونا

جس شخص میں یہ تمام کیفیت موجود ہوجائیں وہ ضرور پارس پتھر عبدالمؤمن ہوجائے گا۔

He who has great magnetic force can help others in the treatment of disease.

They can help like people magnetically. He can help import his magnetic powers to diseased people. He can magnetic others.

You can incurable your magnetic power through deep concentration and meditation. He who is pure in mind and has sympathy towards people and fear of God can really magnetic others.

ترجمہ : انجذابی طور پر وہ اپنی مقناطیسی قوت سے بیمار لوگوں کو طاقت دے سکتا ہے۔ وہ دوسروں کو انجذابی قوت پیش کرسکتا ہے۔ تم اپنی انجذابی قوت کو فکری ارتکاز کے ذریعہ بڑھا سکتے ہو۔ وہ جو خالص دماغ اور لوگوں کے تئیں ہمدردانہ جذبات اور اخلاص رکھتا ہے اور خوفِ الٰہی سے جس کا دل معمور ہے وہ یقیناً دوسروں کو نفع پہنچا سکتا ہے۔

سلبِ امراض

۱۹۶۴ء میں راگھو پور دیارا میں میری پوسٹنگ ہوگئی۔ اپریل کا مہینہ تھا۔ پیر و مرشد حضرت مولانا احمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شرفِ زیارت کو مظفر پور چلا آیا۔ حضرت نے مجھے حکم دیا کہ تم مکان چلے جاؤ اور میں بھی تمہارے یہاں جاؤں گا۔ حضرت کی محبت میں میں گھر چلا آیا۔ گھر پہنچ کر میں شدید بخار میں مبتلا ہوگیا۔ بڑی چیچک نکل آئی۔ حضرت حویلی کے اندر تشریف لائے۔ تقریباً دس منٹ خاموش بیٹھے رہے پھر فرمایا علی احمد میں گھر واپس جاؤں گا تم بالکل نہ

گھبراؤ۔ انشاء اللہ جلد ٹھیک ہو جاؤ گے۔ اور پھر حضرت بھٹکن سے روانہ ہو گئے۔ دھیرے دھیرے میں روبصحت ہونے لگا۔ صبح ہوتے ہوتے بخار کی شدت ختم ہو گئی اور دانہ کا نکلنا بھی بند ہو گیا۔ زخم مندمل ہو گیا اور اللہ کے فضل سے میں اچھا ہو گیا۔ حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا اور وفورِ شوق میں میں مظفر پور چلا آیا۔ معلوم ہوا کہ حضرت منوروہ تشریف لے گئے۔ گفتگو کے درمیان لوگوں نے بتلایا کہ حضرت فرمارہے تھے، علی احمد کو چیچک نکل آئی تھی میں نے اس کو سلب کر لیا ہے، انشاء اللہ چند روز میں اچھا ہو جائے گا۔ حقیقتِ سلب معلوم کرنے کی غرض سے میں منوروہ چلا گیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ بدن کھول کر دیکھا۔ صاف ستھرا کہیں کوئی زخم نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا مرض بہت سخت تھا میں نے سلب کر لیا۔ اللہ نے رحم فرمایا۔ پھر چیچک کے متعلق مزید باتیں بتائیں۔ جرأت کر کے میں نے پوچھ ہی لیا، حضرت سلب کیا ہے؟ فرمایا آخر آپ نے پوچھ ہی لیا، خیر، سنیے، لطیفۂ روح سے سلب کا کام ہوتا ہے۔ خواہ سلبِ روحانیت ہو یا سلبِ امراض اس لطیفہ کو لطیفۂ سلبیہ بھی کہتے ہیں۔ جب سالک طریقت میں بالغ ہوتا ہے تو یہ قوت بفضلہٖ تعالیٰ پیدا ہوتی ہے۔ اس عاجز نے دریافت کیا کہ طریقت میں سالک کب بالغ ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا، جب سالک فنا و بقا کی منزل طے کر لے اس وقت اس میں بہت ساری خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً ان کی توجہ میں طاقت آجاتی ہے۔ جو شخص فنا اور بقاء سے پہلے ان امور کی طرف توجہ دیتا ہے تو دینے اور لینے والا دونوں ناکام ہوتے ہیں اور اس کی ترقی کے راستے رک جاتے ہیں۔ فنا اور بقاء کے بعد ہاتف کی آواز سنتا ہے۔ اجتہاد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ دل کی سلامتی میسر ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی خوبی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن سلب کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اس سے بہت سارے نقصانات ہیں۔ امراض سلب کرنے میں بہت سے خطرات ہوتے ہیں کیونکہ سلب کرنے والا پہلے امراض کو اپنے آپ میں جذب کر لیتا ہے پھر اپنی قوت سے اسے باہر پھینک دیتا ہے۔ اگر پھینکنے میں کامیابی نہیں ہوئی تو پھر ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ پھر سلب کا طریقہ آپ نے بتایا اور یہ بھی کہا کہ اس طرح رجحان کرنے سے روحانی قوت میں کمی آجاتی ہے۔ اے عزیز! سلبِ بیماری یا روحانی اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ ذکر و فکر سے وابستگی

رہنی چاہیے۔ اور اتباعِ سنت کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذکر وفکر کی بنیاد مندرجہ ذیل امور پر ہیں:

(۱) سخی ہونا (۲) راضی برضا ہونا (۳) مناجات ودعا کرنا (۴) ذکر وفکر اختیار کرنا (۵) صوف پہننا۔ کالا کمبل عارفوں کا لباس ہے۔ (۶) فقر وتوکل اختیار کرنا۔

تلخ شیریں بے تکلف جس کو پینا آ گیا
مۓ کشو پینا تو پینا اس کو جینا آ گیا

سالک کے حالات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں۔ چوبیس گھنٹے کے اندر مندرجہ ذیل کیفیات ان پر طاری ہوتی ہیں۔ انبساط، سکر، صحو، انقباض، ربودگی اور اضمحلال۔ یہ سب الگ الگ نسبتیں ہیں۔ ان کا ذکر طوالت سے خالی نہیں۔

مجذوبیت کے وجوہ ورجحان

کبھی ظاہر پیر کے بغیر معرفت حاصل کرنے کی کوشش اور پیر کی موجودگی میں ان کی طرف التفات اور عقیدت کی کمی سے بھی انسان مجذوب ہوجاتا ہے۔ سلوک کی منزل طے کرانے میں پیر کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ حضرات اہلِ جذب میں سے ہوتے ہیں ان کی بات جدا ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی واقعہ پیش آیا یا کوئی اور دشواری کے شکار ہوئے یا ناقابلِ برداشت حادثہ سے دوچار ہوئے تو ان کا دل دنیا سے سرد ہوجاتا ہے۔ اور ذاتِ محیط کی قربت اور محبت کا جذبہ ان پر غالب آجاتا ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ نے ایسی توجہ فرمائی کہ مجذوبیت کی کیفیات ان میں پیدا ہوجاتی ہیں۔

اس عاجز کا ذاتی تجربہ

اس حقیر کی پوسٹنگ ۱۹۵۹ء میں پر بہار بلاک میں ہوئی تھی۔ اس وقت مجھ پر ایک حالت جذب کی پیدا ہوئی۔ کئی ہفتوں تک جذب ومستی کے تھپیڑے کھاتا رہا۔ لیکن پیر ومرشد کی توجہ عالی سے سلوک کی راہ پر آیا۔ اس وقت کے حال کا کیا کہنا۔ دل ودماغ پر ہلکی ہلکی شورش چھائی رہتی اور ایسی جاذب کیفیات کہ مغلوب الحال رہتا۔ اور پھر ایک قسم کا سرور ایسا طاری ہوتا کہ مجھ کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کردیتا۔ فہم کی صلاحیت کم ہوگئی تھی۔ اور ہر لمحہ طبیعت میں دنیا سے کنارہ کشی کا جذبہ مسلط رہتا اور یہی خواہش رہتی کہ ایک طرف خاموش بیٹھا رہوں اور اس لمحہ میں جو مشاہدہ ہوتا ایسا

دلکش معلوم ہوتا کہ اسی شہود میں محو رہوں۔ اور دنیا کے مجذوبانِ حاضر و غائب سے فیوض و برکات کی بارش ہوتی رہتی۔ پھر صوفیائے کرام اور مجذوبان میں جو تصادم ہوتا رہتا وہ مشاہدہ قابلِ ذکر ہے لیکن اس عاجز میں وہ صلاحیت نہیں کہ اس کو قلمبند کر سکے۔ صرف ایک شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

بحرِ فنا میں جو ڈوبے مزہ اسی کو ملتا ہے

جیتے جی جو مر کے دیکھے پتہ اسی کو چلتا ہے

راہِ سلوک میں ایک ایسی وادی ہوتی ہے کہ ہر سالک کو اس وادی سے گزرنا پڑتا ہے۔ حضرت مجدد صاحب کی بارہ نسبتوں میں سے ایک یہ بھی نسبت ہے جو دل کے ویرانہ میں عیاں ہوگئی ہے۔

یہ ہمارے پیر صاحب کی توجہ اور شفقت کا اثر ہے کہ اس ناچیز کو دشوار گزار کھائی سے نکال کر سلوک کی صاف شفاف راہ پر لگا دیا۔ اس موقع پر طریقت کے بھائی مرحوم نظیر احمد صاحب ایکڈنڈی کا بہت احسان مند ہوں کہ میری بے خبری کے زمانے میں میرے ساتھ رہے اور میرے بال بچوں کی دیکھ ریکھ کرتے رہے۔ اور یہ پیر و مرشد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت تھی کہ دس بارہ روز پر منوروہ شریف سے بہار آ جاتے۔ جب میری طرف سے آپ کو اطمینان ہوگیا پھر ایک بار حضرت حاجی منظور احمد رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لے کر آئے اور پوری تفصیل سے میری حالت کو سنا اور میں نے ہر چھوٹی بڑی کیفیت کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ وہ حالات اب تک یاد ہیں لیکن تحریر کے قابل نہیں۔ حضرت نے فرمایا اللہ نے رحم کیا ورنہ تمہارا گھر ویران ہو جاتا۔ حاجی منظور احمد سے کہہ دیتا ہوں وہ تم کو دیکھتے رہیں گے۔ تم ان سے زیادہ مانوس ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ سلوک اور جذب دونوں ایک آئینہ کے دو رخ ہیں۔ اس کی تفصیل تو بہت دشوار ہے لیکن مندرجہ ذیل اشعار سے کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کسی کو رات دن ہر وقت سرگرمِ فغاں پایا

کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سرگرداں پایا

کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا

کہ ایک مجذوب کو اس غمکدہ میں شادماں پایا

Dr. Haniuman had discovered the real disease of the man over pride fecoloursy hatred age etc. There are mental disease.

ترجمہ: ڈاکٹر ہینومین بابائے ہومیوپیتھی نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ انسان کے حقیقی امراض کبر، بغض، کدورت، حسد اور نفرت کا جذبہ ہیں۔

تکبر، حسد، نفرت، غصہ یہ تمام خصائلِ رذیلہ ہیں جن کی شریعت نے مذمت کی ہے۔ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کے لیے ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

تکبر :(Pride) تکبر کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک حبِ جاہ ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ کسی کو حقیر سمجھنا، غیبت کرنا اور اپنی برتری کا احساس کرنا، اپنی خطا کو تسلیم نہ کرنا، اپنے ظلم کا اعتراف نہ کرنا اور مظلوم سے معافی مانگنے میں شرم محسوس کرنا۔ اس کی ابتداء شہوت سے ہوتی ہے۔ مخلوق کی نظر میں وہ زیادہ اور معظم ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک لوگ سر جھکاتے ہیں اور اسی طرح دھیرے دھیرے ان پر فرعونیت اور تکبر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

منفی اثر : اس سے سالک کی ترقی رک جاتی ہے۔ بلکہ ایسا شخص روبہ زوال ہوجاتا ہے۔ میڈیکل اصول کے مطابق تکبر کا انسان کے جسم پر بڑا خطرناک اثر پڑتا ہے۔ جسم کے خلیے cells ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایسا انسان بہت زود رنج ہوتا ہے۔ اس کے ہڑت (دل) گردہ، تلی، پت میں ایسا منفی اثر پیدا ہوتا ہے جن سے لاعلاج اور مہلک امراض جنم لیتے ہیں۔

حسد :(jealousy) حسد انسان کو اپنے مولا کے رحم و التفات سے گرا دیتا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں حسد کی انتہائی مذمت کی گئی ہے۔ نیز احادیث میں بھی حسد کی برائی بیان کی گئی ہے۔ ایک جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ’’حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ یہ ایمان کو برباد کر دیتا ہے۔ راہِ سلوک میں یہ خطرناک گھاٹی ہے۔ جو گم ہوا وہ گم ہوا۔

جسمِ انسانی پر اس کا اثر : سائنس بتاتا ہے کہ یہ ایک اعصابی مرض ہے جو پٹھے کی قوت کو برباد کر دیتا ہے۔ رگ و ریشہ کمزور پڑ جاتے ہیں۔ جس طرح دیمک سوکھی لکڑی کو چاٹ

جاتا ہے یہ انسان میں احساسِ کمتری پیدا کر دیتا ہے۔ اس سے پست حوصلگی اور تنگ نظری پیدا ہوتی ہے۔ ایسے لوگ دردِ قولنج کا شکار ہوتے ہیں۔

نفرت: (hatred) وہ منفی جذبہ ہے جس سے اخلاص کا محل چور چور ہو جاتا ہے۔ بھائی چارگی اور انسانی محبت عداوت میں بدل جاتی ہے۔

انسانی جسم پر اس کا اثر: سائنس کے اصولوں کے مطابق جذبۂ نفرت سے انسانی نربھ (nerve) کمزور ہو جاتا ہے۔ بے چینی، کھانسی، بخار، قلتِ دم اور بدہضمی کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

غیض وغضب: (anger) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ ایک ایسی چنگاری ہے جو انسان میں سلگتی ہے۔ اگر کسی کو یہ جذبۂ غیظ پیدا ہو تو اپنی حالت بدل دے۔ یعنی کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ جو شخص اس جذبے پر قابو پاتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔

سائنس کے مطابق غصہ کے نقصانات: غصہ خون میں زہر پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ لیور (جگر)، دماغ، دل، بدن میں کمزوری، گرمی اور بخار پیدا کرتا ہے۔ یہ روح کو استقامت سے ہٹا دیتا ہے۔ دس منٹ کا غصہ انسانی قوت (energy) کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جتنا ایک شخص بغیر کھائے پیئے دو روز تک ہل جوتتا رہے۔ علاوہ ازیں اور بھی جسمانی امراض پیدا ہوتے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔

مذکورہ بالا خصائلِ بد کا تعلق انسانی لطائف سے ہے۔ جب تک لطائف کی اصلاح نہیں ہوگی ان رزائل کا دور ہونا ناممکن ہے۔

بزرگوں نے تجربے سے بیان فرمایا ہے کہ ذیل کے لطائف مختلف اقسام کے رزائل کو محو اور نابود کر دیتے ہیں۔

۱) لطیفۂ قلب کے طے ہونے سے حرص و آز اور غیظ و غضب نابود ہو جاتے ہیں۔

۲) لطیفۂ روح کے طے ہونے سے کینہ، حسد اور بغض ختم ہو جاتا ہے۔

۳) لطیفۂ نفس کے طے ہونے سے تکبر، عجب اور نفرت کا جذبہ باقی نہیں رہتا۔

۴) لطیفۂ خفی کے طے ہونے پر خود غرضی نہیں رہتی ہے۔

۵) لطیفۂ خفی کے طے ہونے سے عیش وعشرت اور کاہلی کا جذبہ کم ہوجاتا ہے۔

مذکورہ بالا رزائل کے نابود ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کی جگہ پر خصائلِ حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور زندگی شریعت کے مطابق ڈھل جاتی ہے اور روح اللہ کے نور سے منوّر ہوتی ہے اور جسم و جان میں ہر آن تجلیٔ الٰہی کی رو چلتی رہتی ہے۔ جیسے تار میں برقی رو چلتی ہے۔ اور سلوک کا راستہ جلد جلد طے ہوتا ہے۔

مضمون کے اختتام سے قبل چند باتیں اور ہیں جو قابلِ ذکر ہیں۔ اور جن کا تعلق سلوک سے گہرا ہے۔ اور وہ ہیں انسان کے چند اعضاء کا تندرست ہونا مثلاً معدہ، جگر اور دل۔ اگر یہ اعضاء صحت کے ساتھ سرگرمِ عمل ہیں تو سلوک کے راستے میں مدومعاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

معدہ : اگر معدہ تندرست نہیں رہے گا اور اپنا کام اعتدال سے نہیں کر پائے گا تو ذکر میں یقیناً خلل پیدا ہوگا۔ نہ مراقبہ ہوسکتا ہے نہ ذکر وفکر۔ کیونکہ یکسوئی نہیں رہ سکتی اور لطائف کے انوار کا ظہور مضمحل ہوجائے گا جس کے نتیجے میں سالک بددل ہوکر اپنے وظائف اور ذکر وفکر کو چھوڑ سکتا ہے۔

جگر : جگر میں فساد ہونے پر سالک کی باطنی کیفیت مکدر ہوجاتی ہے اور اسے ادراک کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ مزید برآں دوسرے اعضاء پر بھی اس کا منفی اثر پڑتا ہے۔

دل : انسانی جسم میں دل ایک مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ دل میں خلل پیدا ہونے پر سالک مشاہدہ کی قوت سے محروم ہوجاتا ہے۔ نہ اسے کشف ہوگا اور نہ القا نہ ارادے میں قوت پیدا ہوگی اور نہ پروگرام کا سلسلہ ختم ہوگا۔ اس لیے سالک کو چند باتوں پر دھیان دینا چاہیے۔ تاکہ ان کے اعضاء صحتمند رہیں۔ کھانے میں اعتدال، روغنی اشیاء کا استعمال کم اور نشیلی چیزوں سے پرہیز بالکل ضروری ہے۔

آخری تحریر : تمام تسبیحات وعبادات سے مقصود یہ ہے کہ نماز شریعت کے مطابق ادا ہوجائے۔ اور تمام خیال ماسوا سے فارغ کردے۔

خلوصِ دل سے جو سجدہ ہوا اس سجدے کا کیا کہنا
وہیں کعبہ سمٹ آیا جہاں میں نے جبیں رکھی

ایک وظیفہ

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دین و دنیا کی مشکلیں اس پر آسان ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور محبت سے مشرف ہو جاوے تو اسے چاہیے کہ ایک سو بیس روز تک ہر نماز سے فارغ ہو کر تین تین بار اول و آخر درود شریف اور اکیس مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر اس کا ثواب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک کو بخش دے اور دعا کرے کہ اس وظیفہ کی برکت سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دین و دنیا کی مشکلیں مجھ پر آسان فرما اور اپنی قربت اور نزدیکی عطا کر۔ انشاء اللہ دعاء قبول ہوگی۔

حضرت حکیم محمد کلیم اللہ
ناظم مدرسہ اشرف المدارس ومجلسِ دعوۃ الحق۔ ہردوئی۔ یوپی

حضرت مہتمم صاحب و ناظم صاحب و اساتذہ کرام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہ

چند معروضات پیشِ خدمت ہیں۔ یہ معروضات قلب پر القا کیے گئے۔

(۱) تعلیم و تعلّم کا مقصد اصلاحِ نفس ہے۔ رضائے باری تعالیٰ اس کا جزو ہے۔ جس قدر خشیت وللّٰہیت بڑھتی جائے گی اسی قدر نسبت مع اللہ میں ترقی ملتی جائے گی۔ علم ایک روشنی ہے، اس روشنی پر اہلِ علم کا چلنا موقوف ہے۔ روشنی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ظاہری، ایک باطنی، ظاہری روشنی سبھی محسوس کرتے ہیں، باطنی روشنی کو اہل اللہ محسوس کرتے ہیں۔

(۲) اہلِ علم کو چاہیے کہ جس قدر علم حاصل کیا ہے اسی کے موافق عمل بھی کریں، علم و عمل میں تلازم ہے۔

(۳) اہلِ علم کو چاہیے کہ بطورِ تشکر دو رکعت صلوٰۃ الشکر پڑھا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے علمِ دین کی خدمت کا موقع عطا فرمایا۔

(۴) اصلاح کا مدار کتابوں پر موقوف نہیں ہے بلکہ کسی قوی النسبت صاحبِ دل اللہ والے سے منسلک ہوجانے پر ہے۔آج ہمارا حال یہ ہے جس کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی نور اللہ مرقدہ نے ارشاد فرمایا ہے۔

خودی ہے اور خودرائی جسے دیکھو ہے مولائی

اسی سے ہیں ناکام مولانا لئیق احمؔد

(۵) اہلِ تصانیف سے گذارش ہے کہ ہر تصنیف اللہ کے لیے کی جائے۔اپنی ناموری کا خیال بھی نہ لایا جائے۔اکثر دیکھا گیا ہے کسی اہلِ علم نے کوئی کتاب لکھی تو دوسرے اہلِ علم اس پر تنقید کرتے ہیں تاکہ ان کی تصنیف مقبول نہ ہونے پائے۔ یہ سب باتیں اخلاص کے منافی ہیں۔ان کو چاہیے کہ صاحبِ تصنیف کو اس عنوان سے اطلاع کریں کہ ''ماشاء اللہ آپ کی تصنیف کو دیکھ کر جی خوش ہوا۔کافی کاوش کے بعد آپ نے اس کو کتابی شکل دی ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی سعی کو قبول فرمائے۔''اس کے بعد یوں نشاندہی کریں کہ میری معلومات میں فلاں فلاں چیز اس طرح ہے اسے آپ ملاحظہ فرمالیں۔اگر تحقیق صحیح محسوس کریں تو اس تصنیف کا اس کو جز بنالیں۔ اس طرح سے آپس میں محبت پیدا ہوجائے گی۔رقابت بھی نہیں ہوگی۔اس ناکارہ کی رفاقت حضرت اقدس محی السنہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نور اللہ مرقدہ سے ۳۵ سال رہی۔حضرت والاؒ کو احقر نے خلوت یا جلوت، تحریر میں یا تقریر میں، تنقید و تنقیص کرتے نہیں دیکھا۔بطورِ استعجاب یوں فرماتے، حیرت ہے فلاں صاحب نے ایسی بات کہی۔

(٦) موجودہ دَور میں مدارس کا انحطاط دو وجوہ سے ہے: ایک تقویٰ کی کمی، دوسرے حبِ جاہ۔کہیں پر یہ ہوتا ہے مجھے ناظم بنایا جائے، مجھے مہتمم بنایا جائے، مجھے شیخ الحدیث و شیخ التفسیر بنایا جائے۔منصب کیلئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔اپنی حمایت کیلئے چند افراد کو اپنا ہم نوا بناتے ہیں۔مالی منفعت میں یہ نہیں دیکھتے کہ حلال ہے یا حرام الا ماشاء اللہ۔آج کل ہم لوگ دام و درہم کے غلام ہوگئے۔اگر مہتمم و ناظم کے اندر تقویٰ ہے اس کا اثر اساتذۂ کرام پر پڑے گا۔اساتذۂ کرام اگر متقی ہیں تو اس کا اثر طلبہ پر پڑے گا۔سلف صالحین سو فیصد صاحبِ نسبت ہوتے تھے۔اب یہ دور انحطاط کا ہے ایسے لوگ کمیاب ہوگئے۔اسی لیے سلف صالحین نے یہ

معیار تجویز کیا تھا کہ ہر مدرس ذاکر وشاغل ہو، علاوہ درسیات کے اپنے وقت کو مطالعۂ کتب نیز ذکر وفکر میں صرف کرے۔ پوری امتِ مسلمہ عموماً مدارسِ دینیہ خصوصاً اس نعمت سے محروم ہورہے ہیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے کو تزکیۂ نفس کیلئے کسی کے سپرد کردے۔

یہ جو کچھ معروضات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کی گئی ہیں، اُمید ہے کہ قبول فرمائیں گے۔ وماعلینا الا البلاغ......والسلام

خاکپائے خلق اللہ

احقر محمد کلیم اللہ

حضرت مولانا تقی عثمانی

دنیا کا تجربہ شاہد ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی ثمرات حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے لیے:

''پیش مردے کاملے پامال شو''

یعنی جب تک آدمی کسی مردِ کامل کی مکمل شاگردی اختیار نہیں کرتا اور اس کی اطاعت نہیں کرتا اس وقت تک درجۂ کمال تک نہیں پہنچتا۔ (اقوال سلف، ج: ۵، ص: ۳۳۴)

حضرت مولانا بدر الحسن قاسمی

موجودہ مسلم دنیا کا سب سے نازک ترین اور پیچیدہ مسئلہ اور مسلمانوں کے لیے سب سے بڑی آزمائش اور سب سے بڑا فتنہ سیاست ہی کا مسئلہ ہے، جو مختلف اسلامی تحریکوں اور دینی جماعتوں کے درمیان افراط وتفریط کا شکار ہے اور جس کی صحیح اور شرعی اصولوں کے مطابق وضاحت اور حد بندی نہ ہونے کی وجہ سے ہر تھورے تھوڑے وقفے سے مسلم نوجوانوں کی بہترین صلاحیت باہم آویزشوں، مسلح آپسی تصادم اور قائم حکومتوں اور برسرِ اقتدار حکمرانوں سے نبرد آزمائی کی نذر ہوجاتی ہیں۔

مصر سے لے کر الجزائر تک کی خونچکاں داستان آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے، لیکن شرعی قیادت کے فقدان کی وجہ سے یہ داستان اور طول پکڑتی جارہی ہے۔ اور مخالف اسلام

طاقتیں مسلمانوں کی جذباتیت اور زود حسی کا اندازہ کر کے نئے نئے عنوانات سے ان کو برانگیختہ رکھنے کے لیے سو طرح سے جتن کرتی ہیں۔ اور مسلمان اپنی سادہ لوحی سے اندرونی اور بیرونی سازشوں کا مسلسل شکار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ پچاس سالوں سے یہ جھوٹ مسلسل بولا جا رہا ہے کہ علماء دین کے ذہن میں اسلام کا ناقص تصور ہے۔ مکمل تصور تو فلاں اور فلاں قائدینِ تحریک کے ذہن کی پیداوار ہے۔ حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ فکر ونظر کی تمام تر بے اعتدالیاں اس لیے سامنے آئیں کہ خود قائدینِ تحریک کا ذہن شرعی اصولوں کی پابندی کے بجائے موجودہ زمانے کے انقلابی نعروں اور سوشلزم کمیونزم جیسی انسانی مفسدانہ تحریکوں کے نہج پر چلنے لگا ہے اور شعوری یا غیر شعوری طور پر مسلمانوں کی مشکلات ومصائب میں مزید اضافہ کا باعث بن گیا ہے۔ (حیات وخدمات، ص:۴۰۴)

مکرّم مولانا عبداللہ صاحب کا پودری

بعض اہلِ علم سے ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں کہ تعجب ہوتا ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کے علم کے ہوتے ہوئے ایسی باتیں کیسے سرزد ہوتی ہیں اور سر شرم سے جھک جاتا ہے، اس لیے ان چیزوں کی اصلاح بہت ضروری ہے اور یہ بغیر اخلاق کی درستگی کے ممکن نہیں اور صحیح بات تو یہ ہے کہ بغیر اصلاحِ اخلاق کے ذکر کا بھی اثر نہیں ہوتا۔ اس لیے خانقاہ کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: تکثیرِ ذکر اور تحسینِ اخلاق یعنی ذکر اللہ کی کثرت کے ساتھ اخلاق کی درستگی کا بھی اہتمام ہونا چاہیے۔ تب ہی خانقاہ خانقاہ ہے ورنہ کچھ نہیں۔ (اقوالِ سلف، ۶/۱۰۱)

حضرت مولانا امین اشرف قاسمی کی اہلِ خانہ کو وصایا

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على خاتم المرسلين، اما بعد

کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو پھر وہ دو راتیں بھی اس طرح گزارے کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔ (بخاری ومسلم)

جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراطِ مستقیم اور طریقۂ سنت پر مرا اور تقویٰ اور شہادت پر مرا اور مغفرت کی حالت میں مرا۔ (ابنِ ماجہ)

مذکورہ بالا احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی کے ذمہ کوئی حق واجب ہے تو اس شخص پر اس کی وصیت لکھنا واجب وضروری ہے اور یہ وصیت کرنا اس کے لیے بڑے عظیم اجر وثواب اور مغفرت کا باعث ہوگا اور یہ حق ہر ایک انسان پر معاملات کے علاوہ ان حقوق سے متعلق بھی ہے جو ایک دوسرے پر اخلاقاً وشرعاً عائد کیے گئے ہیں مثلاً اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کا حق والد پر اور بیوی کی مذہبی و دینی نگہداشت کا حق اس کے شوہر پر۔ لہٰذا اگر اولاد نابالغ ہوتو یہ ضروری ہے کہ اس کی دینی تربیت، تعلیم وتمدن کی بھی فکر کی جائے اور اس باب میں بھی وصیت کرنا 'حق' کی ادائیگی ہی کی وصیت کرنا ہے۔

اسی طرح اپنے تمام ماتحت اور دینی مسئولیت ونگہداشت کے باب میں بھی جو ایک مرد مومن پر واجب وضروری ہو اس کو دین پر قائم رہنے کی وصیت کرنا 'حق' کی ادائیگی ہے۔

لہٰذا میں مندرجہ ذیل وصیت کرتا ہوں جس پر میرے تمام شرعی ورثاء و متعلقین کو عمل کرنا شرعاً واجب وضروری ہے۔

پہلی وصیت متعلق باموردین وعقائد

(ا) ان تمام وصیتوں میں سب سے پہلی وصیت !اوصی نفسی بتقوی الله میں اپنے نفس کو اور تم سب کو یعنی اپنے بیٹا بیٹی، بیوی اور تمام بھائی اور اپنے تمام متعلقین و جملہ شرعی ورثاء کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں کہ اصل اثاث اور مومن کی کامیابی اسی میں ہے اور اس کے ساتھ اور بھی تمام فرائض و واجبات کی ادائیگی کی وصیت کرتا ہوں کہ جس کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا اور وہ امور یہ ہیں:

(الف) توحید خالص: یعنی صرف اور صرف ایک اللہ کا اقرار اور تمام اُمورِ خیر وشر میں مؤثر حقیقی (یعنی تمام اچھائی و برائی پہنچانے کا خالق و مالک) صرف ایک ہی ذات اللہ ربّ العزّت کو ماننا اور جاننا اور ہر وقت صرف اُسی کی طرف متوجہ رہنا۔

(ب) نماز: کہ حتی الوسع اس کی حفاظت کی جائے اور بروقت باجماعت اور مسجد میں اس کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے اور یہ مردوں کیلئے ہے۔ خواتین، اذان کی آواز سننے کے بعد حتی الوسع وقت فارغ کر کے پہلے نماز ادا کرلیں پھر گھریلو کام کاج میں مشغول ہوں کہ اکثر عورتیں

گھریلو کام کاج میں پھنس کر نماز کو مؤخر کر کے اوقاتِ مکروہہ میں ادا کرتی ہیں اور صلوٰۃ ساھون یعنی نماز میں سستی کرنے کے گناہ میں ملوث ہوتی ہیں۔ پھر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نماز یاد ہی نہیں رہتی اور کام کی مشغولیت میں نماز کھو بیٹھتی ہیں۔ اس لیے اذان کے بعد فوراً اس کام سے فارغ ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوں کہ آخرت میں سب سے پہلے پوچھ نماز کی ہوگی اور جو نماز کے حساب میں کامیاب ہو گیا تو باقی امور میں اللہ اپنی خاص کرم کا معاملہ فرمائے گا جیسا کہ یہ مضمون احادیث میں بیان کیا گیا۔

(ج) روزہ: ماہِ رمضان کے روزے پوری پابندی سے رکھیں اور اس ماہ میں تراویح کی نماز کا خاص اہتمام کریں اور خواتین کے اوپر بھی بیس رکعت روزانہ تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ مرد تو جماعت کے ساتھ تراویح ادا کریں اور خواتین بلا ناغہ پابندی سے روزانہ منفرداً تنہا تنہا تراویح کی نماز کی ادائیگی کریں اور رمضان المبارک کے فضائل بے شمار ہیں۔ اس موضوع پر رمضان کے ماہ میں 'فضائل رمضان' نام کی کتاب خصوصاً حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی ضرور مطالعہ کرلیا کریں۔ اور رمضان کے اوقات کی حفاظت کریں۔ نوافل، تلاوتِ قرآن کی کثرت کریں۔ اور لیلۃ القدر کی راتوں کو وصول کرنے کا خاص اہتمام کریں۔ اور اس ماہ مبارک میں اس ناکارہ کے لیے بھی دعائے مغفرت اور درجات کی بلندی کے لیے دعا کا اہتمام کریں اور رمضان میں پابندی سے میرے لیے بھی قرآن کا کچھ نہ کچھ حصہ پڑھ کر ضرور ایصالِ ثواب کر دیا کریں۔

(د) زکوٰۃ: اگر اللہ تبارک وتعالیٰ وسعت عطا کرے تو ٹھیک ٹھیک حساب کر کے پابندی سے وقت پر زکوٰۃ کی ادائیگی کر دیا کریں اور فرض زکوٰۃ سے علاوہ حاجت مندوں کو نفلی طور پر بھی دینے کا اہتمام کریں اور اگر زکوٰۃ فرض نہ بھی ہو تو حسبِ وسعت وتوفیق فقراء اور حاجت مندوں کی حاجت برآری کرنا اللہ کی رحمت کو آپ کی طرف متوجہ کرے گا اور یہ عمل باطنی طہارت کے لیے بہت ہی زود اثر ہے، جیسا کہ قرآن مجید نے اس کا کئی موقعوں پر تذکرہ کیا ہے۔ گاہے گاہے فقراء کو کھانا بھی کھلا دیا کریں۔ اور اگر وسعت وتوفیق ہو تو میرے ارادہ سے بھی کبھی کبھی فقراء کو کچھ دے دیا کریں کہ اس کا ثواب وہ مولائے بزرگ و برتر میری روح کو عطا کرے اور آپ سب کا مجھ پر احسان ہو۔

(ھ) حج : اگر اللہ تبارک وتعالیٰ وسعت عطا کردے تو اس فریضے میں وسعت کے بعد قطعاً تاخیر نہ کریں کہ مال کا کوئی اعتبار نہیں اور اگر مال رہا بھی تو زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں۔ میں نے اپنے رب سے میزابِ رحمت کے نیچے یہ دعا کی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی مقاماتِ مستجاب پر بڑی آہ وزاری سے رب کے حضور یہ دعا کی ہے جس کی قبولیت کی مجھے اپنے کریم رب سے بڑی اُمید ہے کہ یا ربّ العالمین! تیرا فضل واحسان ہے کہ میں کسمپرسی کے دور میں تھا تو نے مجھے اس دور سے نکال کر عزت واحترام کی زندگی عطا کی۔ اور علم دین سے نوازا اور اسی کی بدولت مجھے دنیا میں عزت عطا کی۔ اور مولا! میں سوچ نہیں سکتا تھا (جو میرے ابتدائی احوال تھے) کہ تو اس ذرّہ کو اتنا نوازے گا۔ اور تو اپنے گھر بیتِ عتیق اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور تمام اولیاء، صلحاء، اتقیاء، ابرار کے مرجع ومسکن کی زیارت سے مجھے مشرف کرے گا مگر میرے مولا! تیرا مجھ پر یہ احسان ہی احسان ہے اور میرے رب! یہ تیری عظیم دولت ہے کہ تو نے میرے دادا، میری دادی، میرے والد اور میری والدہ کو اپنے اس گھر کا حج اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرائی اور مجھ کو بھی اس شرف سے نوازا گویا تین پشت سے ہمیں اپنے اس گھر کی حاضری کی توفیق بخشی۔ میرے مولا! اسی طرح قیامت تک میری اولاد اور ان کی اولاد کو اور بھائیوں کو اس شرف سے نواز دے اور اپنے گھر کا حج اور اپنے حبیبؐ کے روضے کی زیارت سے مشرف فرما۔

لہٰذا جب بھی وسعت ہو تو اس کام میں تاخیر نہ کریں اور جب یہ سعادت حاصل ہو تو مجھے بھی اس سفر کے برکات سے محروم نہ کریں۔ اپنی تمام دعاؤں کے ساتھ میرے لیے بھی دعا کا اہتمام کریں۔ اور دو چار طواف کر کے میری روح کو اس کا ثواب پہنچا دیں۔ اور کچھ نوافل حرمِ مکی ومدنی میں پڑھ کر ایصالِ ثواب کریں کہ حرم میں نماز کا اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ کہ اس کے اجر سے آپ بھی محروم نہ ہوں گے اور میری روح کو بھی شادابی حاصل ہوگی اور مرنے کے بعد اپنے ورثاء کی طرف سے مُردوں کے لیے اس سے بڑا کوئی تحفہ نہیں۔ گو زندگی میں بھی اجر سے خالی نہیں۔ لہٰذا ہر دو حال میں ایسا کریں۔

(و) تلاوتِ قرآن مجید : روزانہ بلا ناغہ خواہ ربع جزو (پاؤ پارہ) ہی کیوں نہ ہو، تلاوتِ

قرآن مجید کی پابندی کریں۔

(ز) اصلاحِ نفس یا بیعت : کسی پیر کامل اور اللہ والے سے منسلک یعنی بیعت ہوکر، وصول الی اللہ کی سعی بلیغ کریں اور ان کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف پر حتی الوسع پابندی کریں۔اور دفعِ رذائل اور حصولِ کمالات کی کوشش کریں اور اس سلسلے میں سب سے ضروری امر یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب لوگ ہی حضراتِ اکابر دار العلوم دیوبند بالخصوص قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ، حجۃ الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد قاسم نانوتوی نور اللہ مرقدہ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی برد اللہ مضجعہ، حضرت اقدس شیخ العرب والعجم مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی طاب سراہ، حضرت مجاہد فی سبیل اللہ مولانا اسماعیل شہید دہلوی اکرمہ اللہ نے جو صحیح طور پر ہندوستان میں دین کو پیش کیا ہے اور اس کی ترجمانی کی ہے ان سب سے گہری عقیدت و محبت رکھیں۔

اور ہندوستان میں جو یہ مشہور ہے کہ یہ دیوبندی ہیں تو واضح ہو کہ دیوبندی مسلک ہندوستان میں توحید خالص اور سنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نکھری ہوئی شکل کا نام ہے۔لہٰذا اپنے آپ کو اسی جماعتِ حقہ سے منسلک رکھنے کو باعثِ صد افتخار جانیں، کہ یہ لوگ اللہ کے محبوب بندے اور سنتِ نبوی کے کامل متبع تھے اور جو عقیدہ ان کی کتابوں سے واضح ہے وہ بالکل قرآن و سنت ہی ہے اور اسی میں آخرت کی کامیابی ہے۔لہٰذا اپنے آپ کو کسی ایسے بزرگ سے منسلک کریں یعنی بیعت ہوں جو مذکورہ اکابر کی راہ پر ہوں اور اگر اس کام پر آپ سب لگ جائیں گے تو انشاء اللہ دین کے سارے ابواب میں فرداً فرداً وہ خود آپ سے عمل کی بیعت لے لیں گے جس پر آپ سب کا کاربند ہونا ضروری ہوگا اور مجھ کو اس وقت دین کے ہر باب میں وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔گویا میں آپ سب کو اس اہم کام کی وصیت کر کے تمام امورِ دین کی بجا آوری کی وصیت کر چکا اور یہ اس لیے بھی زیادہ موزوں ہے کہ پیر کامل آپ کی موجودہ صورتِ حال کے اعتبار سے آپ کی اصلاح کرے گا۔اور آپ کی فہمائش کرتا رہے گا۔جن تمام باتوں کو میں قبل از وقت نہیں لکھ سکتا۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو قبول فرمالیں اور اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا کریں، آمین ثم آمین۔

(۲) میری اولاد چونکہ ابھی سب نابالغ ہے اور زندگی کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا میں اس بات کی بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری اولاد خواہ ذکور و اناث کوئی ہو، کسی کی بھی شادی بدعتی بمقلب 'بریلوی' خیالات رکھنے والے سے نہ کی جائے یا اس گھرانے میں نہ کی جائے جس میں ایسے فاسد و باطل خیالات وعقائد کے دو چار لوگ بھی بستے ہوں کہ اس سے مستقبل میں خطرہ ہے کہ یہ لوگ بگاڑ پیدا کر دیں اور دین صحیح جاتا رہے۔ اس لیے رشتہ طے کرنے سے قبل داماد اور اس کے گھر کی پوری تحقیق کر لی جائے کہ یہ لوگ فاسد خیالات کے حامل تو نہیں اور لڑکی دینے کے معاملے میں لڑکی لانے سے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے کہ یہ بیچاری مسکین ہیں۔ اور ان پر ان کے شوہر جبراً بھی اپنا دین مسلط کریں گے۔ اس لیے احتیاط بہت ضروی ہے۔ اور اسی طرح لڑکے کی شادی میں بھی بہو لانے میں عقائد کی تحقیق اور گھر کے لوگوں کے احوال کی تحقیق بہت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں میرا آنکھوں دیکھا حال اور تجربہ یہ ہے کہ ایک گھر میں ایک بدعتی لڑکی آئی اور وہ پورے گھرانے کو گمراہ کر گئی کہ شیطان راہِ حق سے ہٹانے میں بہت زیادہ معاون ہوتا ہے۔ اللهم اهدنا الصراط المستقيم

(۳) عزیزم بابو نجیب اشرف عرف نجمی وعزیزم محمد لبیب اشرف وعزیزم منیب اشرف وعزیزم نبیل اشرف وعزیزہ بشریٰ ورشدیٰ وعظمیٰ اور یمنیٰ سَلَّمَهُمْ وَ سَلَّمَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی ، آپ سب میری اس وصیت نامے کو بغور پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہوں۔ آپ لوگ اپنے دین و ایمان کی خوب خوب حفاظت کریں اور اپنی اولاد کو علم دین پڑھائیں اور قرآن کریم کا حافظ بنائیں کہ اس سے دین و دنیا دونوں کی ہر اعتبار سے بھلائی ہے۔

اس بات کو یاد رکھیں کہ ہمیں جو کچھ بھی عزّت ملی ہے فقط اسی دین پڑھنے کی وجہ سے ملی ہے اور مجھے اپنے رب سے یہ قوی اُمید ہے کہ آپ لوگ اگر تعلیم حاصل کرنے میں اور اپنی اولاد کو تعلیم کرانے میں دین کی راہ پر ہوں گے تو آپ لوگ انشاء اللہ کبھی بھی دین و دنیا میں بے آبرو نہیں ہوں گے کہ ساری عزتیں اللہ اور اس کے رسولؐ اور مومنین کے لیے ہیں۔

اور آپ سب کو میں اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ روزانہ تمام دینی امور کی بجا آوری کے ساتھ حضرات اکابر دیوبند کی کتابیں بالخصوص حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی

رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور تالیفات کو پوری زندگی مطالعہ میں رکھیں (الحمد للہ حضرت تھانوی کی کتابیں بھی بہت ہیں جس کی فہرست میں ایک ضخیم کتاب ڈاکٹر عبدالحی مرحوم نے تالیف کی ہے جس کا نام 'تالیفاتِ حضرت حکیم الامت' ہے۔) گویا کچھ نہ کچھ حضرت حکیم الامت کی تصنیفات سے پڑھنا اپنے لیے ایک معمول اور وظیفہ تصور کریں۔ میرا تجربہ ہے کہ حضرات اکابر دیوبند بالخصوص حضرت حکیم الامت تھانوی علیہ الرحمہ کے مواعظ و تالیفات پڑھنے سے قلب پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے اور اس کے پڑھنے سے عملِ خیر کا خوب خوب داعیہ پیدا ہوتا ہے اور خوفِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی کے پیدا کرنے میں تو حضرت کے مواعظ تریاق کا کام کرتے ہوئے انسان کے دل کو نرم کردیتے ہیں۔ اور یہ میرا طالب علمی کے زمانے سے لے کرتادم تحریر تقریباً بیس یا پچّیس سالہ تجربہ ہے اور اس ناکارے کو تو اس سے بہت ہی زیادہ فائدہ محسوس ہوا ہے۔ اگر آپ حضرات نے میری اس وصیت پر پوری طرح عمل کیا تو انشاء اللہ آپ سب اس کے بے شمار فوائد محسوس کریں گے۔

مزید چند امورِ ضروریہ کی وصیت کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

﴿وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا﴾

﴿وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرۡ عَنۡہُ سَیِّاٰتِہٖ وَ یُعۡظِمۡ لَہٗۤ اَجۡرًا﴾

کہ اللہ ربّ العزت اپنے سے ڈرنے والے کے کام میں آسانیاں پیدا فرما دیتے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اسے اجرِ عظیم عطا کردیتے ہیں۔ یہی ان دونوں آیتوں کا خلاصہ ہے۔ لہٰذا میں اپنے رب کے آگے جوابدہی اور خوف کے پیش نظر اپنے تمام بھائیوں اور بیوی کو وصیت کرتا ہوں کہ میرے بعد میری اولاد کو اوّل اوّل دین کی تعلیم دی جائے۔ پھر اس کے بعد اگر دینی شعور پیدا ہوجائے اور دنیا کی تعلیم دی جائے جس سے مقصد دین ہی کی خدمت ہو تو مضائقہ نہیں مگر اوّل دین کی تعلیم ضروری ہے اور میں اپنے بعد مفتی ثمین اشرف اور پھر اپنے تمام بھائیوں کو درجہ بدرجہ اس کی وصیت کرتا ہوں کہ آپ تمام لوگ لوجہ اللہ تعالیٰ میرے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کریں اور عنداللہ اجرِ عظیم کے مستحق بنیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا

اپنی اولاد اور اُمت رحمت کے لیے لائحۂ عمل

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم

و الصّلوٰۃ و السّلام علی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ و سلم – اما بعد

وصیت بسلسلۂ تلاوتِ قرآنِ مجید

۱۔ تمام مسلمانوں کے لیے قرآن وسنت کی پیروی میں دارین کی سعادت ہے۔

۲۔ روزانہ کسی قدر قرآن مجید کی تلاوت کریں، خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ قرآن مجید کا ترجمہ پھر قرآن مجید کا مطالعہ مسلمانوں سے قرآن مجید نے کیا کہا ہے اس کی جانکاری ہر مسلمان پر فرض ہے۔ ہمارے مسلمان بھائی قبر میں اُتار دیے جاتے ہیں اور ان کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سے کن کن چیزوں کا مطالبہ کیا ہے اور ان کی ادائیگی ہم سے کیسے ممکن ہوگی۔ بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ کا پیغام ہمارے لیے آیا ہے اور ہم بے خبری کے عالم میں اللہ تعالیٰ کے پیغام کو بغیر جانے ہوئے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔

۴۔ قرآن کریم کو صحت کے ساتھ پڑھنا اور اپنے بچوں کو پڑھانا۔

۵۔ ناخواندہ حضرات قرآن کریم کی تلاوت اور اس کا ترجمہ دوسروں سے سننے کا اہتمام کریں۔ اگر اس کی فرصت نہ ہو تو محض تلاوت بھی سن لیں۔ مگر اہتمام و دل جمعی کے ساتھ، یکسوئی اور اس تصور کے ساتھ کہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس سے دل کی سختی اور قساوت و شقاوت دور ہوتی ہے۔ دل میں نرمی اور اعمالِ صالحہ کے لیے رغبت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت دل میں اُترتی ہے۔ اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔

وصیت بسلسلۂ نماز

۱۔ میری تمام اولاد اور عام مسلمانوں کو وصیت ہے کہ نماز کا اہتمام کریں، خاص کر نماز باجماعت پنجوقتہ۔ اس میں دنیا وآخرت کی ہر خیر کے حصول اور دنیا وآخرت کی ہر شر سے حفاظت کا راز مضمر ہے۔ نماز بہت ہی عظیم نعمت ہے۔ جو شخص اہتمام کے ساتھ پنجوقتہ

نمازیں باجماعت ادا کرے گا اور اس کے اہلِ خانہ بھی التزام کریں گے ان لوگوں کو معیشت و روزی کی تنگی انشاء اللہ پیش نہ آئے گی۔ بافراغت روزی ملے گی۔مگر ہاں، نماز محض رضائے الٰہی کی نیت سے ادا کریں نہ کہ روزی کی تنگی دور کرنے کی غرض سے۔

۲۔ نماز کے ارکان کی ادائیگی میں عجلت وسرعت سے اجتناب کیا جائے۔نماز کوحتی المقدور خشوع وخضوع کے ساتھ تعدیلِ ارکان، آداب وسنن کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کی جائے۔سجدہ میں بطور خاص استحضار ہو کہ ربّ العالمین کی جنابِ بے نیاز میں ناک رگڑ رہا ہوں اوران کی بارگاہ میں قرب کا یہ اعلیٰ ترین نسخۂ باری ہے۔﴿وَ اسۡجُدۡ وَ اقۡتَرِبۡ﴾ کا لطف اُٹھائے کہ سجدہ ربّ العزت کے قدموں پر کررہا ہوں۔

۳۔ نماز میں تاک جھانک، التفات سے بالکل بچا جائے کہ حق تعالیٰ کی نظر نمازی پر ہوتی ہے۔ جب نمازی اِدھر اُدھر دیکھتا ہےتو حق تعالیٰ کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔اورحق تعالیٰ کی نظرِ رحمت کا ہٹ جانا بڑی محرومی اور خسران کا سبب ہے۔ جب نظرِ رحمت ہی ہٹ گئی تو بچا کیا نماز میں!

۴۔ کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر صفتِ احسان کی نماز کے حصول کی جستجو اور جدوجہد کریں۔ یہ صفت کسی اہلِ نظر کی نظر سے پیدا ہوگی۔صحابہؓ کورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت وصحبت سے حاصل ہوئی تھی۔مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی کا قول بہت ہی مشہور ہے کہ مولانا بشارت کریمؒ کی نگاہ ومجلس سے احسان کی نماز نصیب ہوگئی (یہ علاقہ مظفر پور، سیتامڑھی کے جید غیر مقلد عالم تھے)۔

۵۔ نماز سے تعلق مع اللہ کا اتہ پتہ لگتا ہے۔نماز کو اولیت کا مقام عطا کریں۔اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ راست پر رکھے۔

وصیت بسلسلۂ حیا وغیرت

اسلام حیا وغیرت کا مذہب ہے۔عزتِ نفس بھی حیا میں پوشیدہ ہے۔ انسانی وقار و شجاعت کا راز بھی حیا وغیرت میں ہے۔آج اس بددینی کے سیلاب میں عفیف و پاکدامن اور بے غیرت و فاحشہ میں تمیز بھی اُٹھتی جارہی ہے۔ دیندار گھرانوں میں بھی حیا کی چادر اُتر گئی۔

عورتیں، لڑکیاں ایسا ننگا اور غیر ساتر لباس پہننے لگی ہیں کہ غیور بھائی باپ بیٹا اپنی محرماتِ ابدیہ کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ سینہ عریاں لباس عام ہو رہا ہے۔ یہودِ بے بہبود نے بازارڈیزائننگ میں ایسا لباس عام رائج کر دیا کہ مسلمان گھرانوں کی بچیاں بھی اس عریانیت سے نہ بچ سکیں۔

لباس کے سلسلے میں میری تمام بیٹیوں، پوتیوں، نواسیوں اور مسلم خواتین، اسلام پسند معاشرہ کی بہو بیٹیوں کو تین چیزوں کا خاص خیال رکھیں:

(۱) لباس شفاف نہ ہو۔ یعنی ایسا باریک اور ہلکا نہ ہو کہ جسم کا گوراپن یا اندر کی گنجی اور اندرونِ لباس کا رنگ اوپر کے کپڑے سے نمایاں نظر آتا ہو۔ ایسا لباس اب عام ہو رہا ہے۔ حدیث میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ 'کاسیات عاریات' یعنی لباس ہوگا مگر ساتر نہ ہوگا۔ لباس ہوگا ننگا ہوگا۔ اگر بالکل ہی لباس نہ ہو تو ایسی خواتین سے ہر شخص شرم و غیرت کا معاملہ کرے گا مگر لباس ہو اور ننگا ہو تو ہر شخص حرام لذتِ دید میں بار بار تاک جھانک اور گھور گھور کر دیکھتا ہے اور حرام لذتوں میں مشغول رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور حیا و غیرتِ ایمانی کو سلامت رکھے، آمین۔

(۲) وصّاف نہ ہو۔ یعنی لباس ایسا تنگ اور جسم کی ساخت سے چپکا ہوا نہ ہو کہ عورتوں کی قدرتی ساخت جسم کے کپڑے پر خواہ مخواہ نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو۔ آج کل یہ بیماری بہت ہی تیزی کے ساتھ ہمارے معاشرے میں پھیل رہی ہے۔ اچھے بھلے دیندار گھرانوں کو بھی متاثر کر رہی ہے۔ ہمیں چوکنا رہنے کی ضرورت ہے اور اپنے گھروں کی بہو بیٹیوں کو اس سے سختی کے ساتھ بچانے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ہمیشہ نصیحت کرتے رہنا چاہیے تاکہ غیرت و حیا باقی رہے۔ کم از کم احساس تو زندہ رہے۔ ایمان بچاؤ اللہ کو پاؤ۔

(۳) لباس کشّاف نہ ہو۔ یعنی لباس ایسا ہمہ گیر آگے سے ساتر ہو کہ اگر کبھی بلا ارادہ جسم سے اوڑھنی اور دوپٹہ ہٹ بھی جائے تو اپنے محرمات کی بھی نگاہ آگے حصہ سینہ اور جسم پر نہ پڑے اور خواتین تو گلہ بند کرتہ یا قمیص استعمال کریں... حیا و غیرت اسی میں ہے۔ حضرت خاتونِ جنتؓ کی قمیص دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اتنی ڈھیلی ڈھالی کہ تصور بھی نہیں ہوتا کہ یہ ان کی قمیص ہوگی۔ مکمل ایک جبہ نما یا عبایا نما۔

آج کل لڑکیوں کے کپڑوں میں کئی عیب ہیں۔ آگے سے اتنا کشاف کہ پورا سینہ کھلا نظر آتا ہے اور اگر کسی کے سامنے جھکیں تو پھر کچھ چھپا ہوا نہیں رہتا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ بازو اتنا چھوٹا کہ سینڈو گنجی یا بنیان؟

مسلم معاشرے میں لڑکیوں کو پینٹ پتلون پہنانا درست نہیں۔ حدیث میں لعنت آئی ہے اس عورت پر جو لباس میں مردوں کی مشابہت اختیار کرے اور اس مرد پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرے۔ بعض بے وقوف کو دیکھا کہ ایک ہی طرح کا پینٹ اور قمیص دو جوڑا خریدا اور آپس میں میاں بیوی پہنتے ہیں۔ یہ بھی تمیز نہیں کہ عورت کا کون سا ہے اور مرد کا کون سا۔

خواتین سے درخواست ہے کہ روزانہ تحفۂ خواتین مولانا عاشق الٰہی مدنیؒ کی کتاب سے ایک حدیث ضرور پڑھ لیا کریں یا پڑھوا کر سن لیا کریں۔ بہشتی زیور تو ضرور مطالعہ میں رکھیں۔ گھر میں ٹی وی بالکل ہی نہ رکھیں۔ یہ دجال کی چال اور ابلیس کا شکاری ہے۔ اچھوں اچھوں کے گھر میں بددینی کا ماحول پیدا کر چکا ہے۔ حیا و غیرت کا جنازہ پڑھ چکا ہے۔ اللہ اکبر! ماں، بیٹی، بہو، بہن، باپ، بیٹا، پوتا، نواسا، دادا ایک ہی جگہ بیٹھ کر بے حیائی کے مناظر کو دیکھتے ہیں۔ پھر ناگفتہ بہ احوال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شرفاء کے خاندان کی بچیاں عفت و ناموس، وقار و حیا کی چادر اُتار کر گھروں سے نکل جاتی ہیں۔ یہ واقعات اب کثرت سے ہونے لگے ہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا کہ والدین دیندار ہیں اور بچوں کی تربیت سے غفلت برتتے ہیں۔ شکل وصورت سے دیندار ہیں مگر اولاد و بیوی بچہ کی طرف سے غفلت۔ اور گھر سے دوری بیوی بچوں کو آوارہ بنا دیتی ہے۔ دوستو! بیوی بچوں کے ساتھ مکان میں رہنا اور ان کی دینی تربیت کرنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔ اس سے بے اعتنائی نہ برتو۔ حقوق و حدود دونوں کا خیال رکھو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔

قائدینِ ملت، اولادِ مشائخ اور دینی اداروں کے ذمہ داران سے اخلاص وللّٰہیت اور تقویٰ کی وصیت

۱۔ آج ہمارے معاشرے میں ایک خرابی یہ بھی شدت کے ساتھ آرہی ہے کہ ہم لوگ للّٰہیت اور حق پرستی کی جگہ غلط قیادت اور پیر پرستی کے شکار ہو رہے ہیں۔ باپ پیر تھا،

ضروری نہیں کہ بیٹا بھی اس مقام پر ہو۔ باپ مسلمانوں کا زبردستی قائد ہوگیا۔ چند ضمیرفروش بے ہوش وگوش، بے شعور احمقوں کو جمع کر کے ملت کی قیادت کا تاج پہن لیا، اب اس کی اولاد نے یہ سمجھ لیا کہ میں ملت کا ابدی خاندانی پیشوا ہوں۔اور صاحبزادگی کا فتنہ، حبِ جاہ کا خمار ملت کو بربادی کے دہانے پر لے جاچکا ہے۔

دوستو! اسلام میں قیادت وراثت میں نہیں ملتی۔ ہاں ملوکیت وشیطنت کی قیادت وراثت میں تم کو مل سکتی ہے، نورِ نبوت کا تعلق طہارتِ قلب سے ہے اور قیادت کا طالب، جاہ کا طالب، طہارتِ قلب کی نعمت سے محروم ہوگا۔نورِ نبوت سے محجوب ومردود ہوگا۔

۲۔ دینی تنظیموں، اداروں، خانقاہوں، مزاروں، مراکز و مدارس سب جگہ حبِ جاہ، صدرنشینی اور وراثت کا غلط رجحان پرورش پا رہا ہے اور اپنی نااہلی کے باوجود سب سے زیادہ اہل ہونے کا دعویٰ ہونے لگا ہے۔ اور اب اقتدار کا نشہ اس قدر ہوگیا ہے کہ دنیادار اور دیندار کا امتیاز بھی اُٹھتا جارہا ہے اور یہ ہوس اس قدر تیز تر ہوگئی ہے کہ بزرگوں کی اولاد بھی دنیاداروں کی صف میں کھڑی ہوگئی ہے اور ان کے اندر بھی دین بس نمائش یا جاہ طلبی کا وسیلہ بنا ہوا ہے۔ ان جھمیلوں اور جھگڑوں میں سبھی بلا امتیاز ملوث ہیں۔ ابھی چند یوم قبل ایک ادارے کی جانب سے جلسہ عام منعقد ہورہا تھا۔ شرکت بلاارادہ ہوگئی۔ اللہ اکبرکبیراً! ابتداقرآن پاک کی تلاوت سے ہوئی اور وہ تمام آیاتِ قرآنی تلاوت کی گئیں جو کفار ومشرکین کے لیے نازل ہوئی تھیں اور مخاطب کیا گیا ان آیات سے فریق مخالف اہلِ ایمان کو۔ایک مفتی وعالم نے عوام کو خطاب کیا۔ وہ بھی تمام تر عصبیت، جاہلیت کے بدبودار کلمات تھے۔ جبکہ مخاطب اس کا ان کا فریق تھا اور یہ جلسہ ایک ایسے شخص کی جانب سے منعقد کیا گیا تھا جن کے اجداد وآباء اُمت کے اسوۂ نمونہ اور اس وقت پوری دنیا میں جن کے اخلاص وللّٰہیت اور جدوجہد سے ہزارہا مدارس ومراکز اور مساجد تعمیر ہوئے ہیں اور ذاکرین و صالحین کی جماعت زمین پر نظر آرہی ہے۔ مگر افسوس کہ آج اب اسی خاندان کے افراد نمونۂ جاہ طلبی کے قائد نظر آرہے ہیں۔ مال کی ریل پیل ہے۔ اجداد کے نام پر اموال کی کثرت ہے ..... الغرض اس پورے جلسے میں دین کی کوئی بات نہ

ہوئی اور نہ کسی نے کی۔ بس قوت کا مظاہرہ کیا گیا۔ اپنی برتری جتلائی گئی۔ عوام کو علماء نے خطباء نے بغض، نفرت، عداوت، حسد، حقد، کینہ پروری کا درس دیا اور اسی پر بیان ہوا اور پھر جلسہ اختتام کو پہنچا اور سیکڑوں دیگ بنیں اور عوام کالانعام کو کھانا کھلایا گیا اور بس۔

قیامت میں اللہ تعالیٰ کو ہم کیا جواب دیں گے کہ قوم کا لاکھوں روپیہ خرچ کرکے ہم نے دین نہیں دیا، نفرت پیدا کی جبکہ ہم مدارس اور مراکز و مساجد میں شحناء پر گھنٹوں درس دیتے ہیں اور ہمارا سینہ کینہ سے پُر ہے۔ ہمارے علماء اور خاص کر مراکز مدارس کے اہلِ مشائخ اپنا اپنا جائزہ لیں کہ ہمارے قلوب کا رخ اللہ عزوجل کی طرف ہے یا قیادت و سیادت اور جاہ طلبی کے مناصب پر۔ اب تو دینی مراکز بھی جاہ طلبی سے پاک نہیں ہیں۔ عوام ہم کو دیندار، بزرگ، اولیاء اور نہ معلوم کیا کیا تقدس کی نگاہ سے دیکھتی ہے مگر ہم ہیں کہ ہمارے قلوب کا رخ کہیں مال کہیں جاہ، کہیں امارت، کہیں قیادت اور کہیں سیادت کی جانب ہے۔ ہم لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ قرآن و حدیث سے فیصلہ کراؤ۔ اور ہمارے مراکز و مدارس کے ذمہ دار سرکاری عدالتوں میں جاتے ہیں، وکلاء کو فیس دیتے ہیں، رشوت دیتے ہیں اپنی نفس پرستی اور خواہشات کی تکمیل کے لیے۔ جاہ طلبی کے حصول کے لیے دین کی اشاعت کے نام پر عوام سے لایا ہوا مال اپنی اغراض پرستی پر صرف کرتے ہیں اور ہم ہیں دیندار!

ہمارے بزرگو! عوام کو عملی روشنی دو۔ قیادت تمھارے قدموں کی خاک بننے پر فخر کرے گی۔ ہمارے بزرگوں کی اولادو! آپ اپنے آباء و اجداد کا جو تقدس ہمارے دلوں میں موجزن ہے، ہم چاہتے ہیں وہ تقدس آپ کا بھی ہمارے باطن پر غالب رہے۔ آپ کے آباء و اجداد قیادت و امارت کے منصب سے جوتے کی خاک سے بھی زیادہ متنفر تھے۔ اور آپ کس سمت میں نکل گئے؟ چند دن کی دنیاوی ٹپ ٹاپ کی خاطر اپنی آخرت کو ضائع نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری مکمل تباہیِ دارین سے حفاظت فرمائے، آمین۔

۳۔ قائدین مشائخ کی باطنی خرابی کا اثر فارغین پر بھی ہوا۔ ہر گاؤں، ہر بستی میں آج مدارس و مراکز قائم ہیں۔ اللہ ان کو سلامت رکھے اور اعداء کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے،

آمین .....علماء ومشائخ اہلِ دروس کے نتائج طلبہ اور فارغین پر آج کیوں نہیں ہیں۔ وہ درس تو دیتے ہیں قال اللہ کا اور ان کے سینوں میں اللہ نہیں ہے۔ درس دیتے ہیں تقویٰ کا اور ان کی زندگی میں تقویٰ نہیں۔ درس دیتے ہیں طہارتِ قلب کا اور سینہ کینہ سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے اکابر کے دروس سے نقباء ونجباء، غوث وقطب پیدا ہوئے ہیں۔ ان کی ایک نگاہ نے لوگوں کے دلوں کی دنیا بدل دی۔ اور جب آپ بدل گئے تو دنیا بگڑ گئی۔ امام نے ہی قبلہ وکعبہ سے رخ پھیر لیا تو مقتدی کی نماز کا کیا بنے گا؟ اللہ کے واسطے ہمارے قائدین! آپ رُخ نہ بدلیں۔ اُمت کی نگاہ آپ کی امامت پر ہے۔ کوئی اُمت کی قیادت وامامت کے لیے یہود سے سودا کر رہا ہے تو کوئی مشرکین سے اُمت کا سودا کر رہا ہے اور یہ بے چاری عوام آپ کے آباء واجداد کے تقدس پر آپ پر بھروسہ کیے ہوئی ہے۔ کیا بنے گا؟ اس موقع پر جامیؒ کا ایک شعر یاد آ گیا

نسیما جانبِ بطحا گذر کن
ز احوالم محمدؐ را خبر کن

دینی قیادت کا فقدان اور مسلمانوں کا خسران

اس وقت مسلمانوں کی قیادت کا فقدان ہے۔ قیادت دینداروں کے ہاتھ میں نہ ہونے سے زندگی کے ہر شعبے میں تباہی وبربادی آ گئی ہے۔ قائد سو فیصد نہیں تو پچاس فیصد تو دینی شعور ضرور رکھتا مگر وہ بھی نہیں۔ قیادت اس شخص کو دی جاتی ہے جو اسلامی شعور کیا رکھے گا، اسلامی تعلیمات سے یکسر جاہل اور دین سے نفرت کرتا ہے۔ اگر امام کو ہی فاتحہ نہ آتی ہو تو امامت کا منصب ایسوں کو دیا گیا تو پھر کیا ہوگا۔ حج ایک اہم فریضہ ہے۔ زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ اب حج کے لیے رشوت دی اور لی جاتی ہے۔ نام کا انتخاب روپیہ پیسہ کے زور پر ہوتا ہے اسلام کے اہم فریضے کی ادائیگی کے لیے۔ آفس میں بد دین اور رشوت خور کا انتخاب قیامت سے کم نہیں۔ آج کے اس دور میں کمپیوٹر کا نظام ہے۔ جو لوگ نام پیش کرتے ہیں بیشک قرعہ اندازی سے نام کی تعیین ہو۔ مگر جن لوگوں کا نام ایک سال نہ آئے آئندہ سال کے لیے حج کمیٹی آف انڈیا کی ذمہ داری ہے کہ ان ناموں کے ساتھ تقدم کا معاملہ کرے تاکہ آئندہ سال میں ان کا نام

بغیر قرعہ کے آجائے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کی عدالت میں پیشی کا خوف ہی نہیں رہا۔

جو لوگ حج کمیٹی سے جاتے ہیں جب ان کی رہائش کے لیے یہاں سے ذمہ دار حضرات مکان کی تعیین کے لیے جاتے ہیں وہ حرمین میں رشوت لے کر مکان کی تعیین کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ حج کمیٹی کے ذمہ دار بننے کے قابل ہیں جو اللہ کے حرم میں رشوت سے اپنی دنیا حاجیوں کے پیسہ سے سجا بسا رہے ہیں؟ استغفر اللہ! وہ کیسے مسلمان ہیں جن کو اللہ کے حرم میں گناہ کے کام سے حیا وشرم نہ آتی ہو۔ کیا وہ مسلمانوں کے حج کی قیادت کے اہل ہیں۔ مگر یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ کیوں؟..... اس کے پیچھے بڑی خطرناک سیاست ہے۔ پارٹی کا جھگڑا تو، کہیں وزارت کا سودا، تو کہیں تعلقات کی فراوانی۔ اللہ کے بندو! دنیا کمانا ہے تو کم از کم عبادت اور حرمین کو ناپاک وسائل کے لیے استعمال نہ کرو۔ حج جیسی پاک عبادت کو تم ناپاک دنیا کے حصول کا ذریعہ بناتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ بالآخر قبر میں تم کو جانا ہے۔ حرمین کا گناہ لے کر نہ جاؤ۔

لاکھوں مسلمانوں اور اللہ کے مہمان حاجیوں کے حقوق کو کھا کر تمھاری نسل تباہ و برباد ہو جائے گی اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہو جاؤ گے۔

قبر کے پتھر کے نیچے تھی میری عیاشیاں
اور میرے اعمال کا سایہ میرے بچوں پہ تھا

یہ میری تلخ نوائی جس پر مجھے معاف کیا جائے گا کہ میرے مخاطب وہی لوگ ہیں جو اس بدعنوانی کے ذمہ دار ہیں۔ سب نہیں۔ جو پاک ہیں ان کی پاکی کو ہزار سلام، میرا اسلام اور اسلام کا سلام، مسلمانوں کا سلام۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو جما دے، آمین۔ الغرض میرے مسلمان بھائیو! اسلام اور مسلمان کی ذمہ داری کا احساس اگر ہم کو نہیں ہے تو پھر ہم کیسے مسلمان ہیں۔ نام کے یا کام کے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی صراطِ مستقیم پر رہنمائی فرمائے، آمین۔

دینی مدارس ومکاتب کے ذمہ داران کے نام

۱- دینی ادارے، خواہ مدارس ومکاتب ہوں، یا فلاحی وملّی مسائل کے ذمہ داران ہوں، ان میں خلوص وللّٰہیت غالب ہونی چاہیے۔ خوفِ الٰہی، خشیت وانابت بدرجۂ اتم ہو، اور اس بات کا فیصلہ دوسرے لوگ کریں کہ یہ ذمہ داری کن لوگوں کو سونپی جائے نہ کہ بذاتِ خود

منصب واقتدار کا فیصلہ اپنے لیے کرایا جائے۔

۲- اصحابِ انتخاب آزاد ہوں، ان پر کسی قسم کا دباؤ یا گروپ بندی نہ ہو۔ نہ ہی خاندانی تقدس و احترام کا ذہن ہو۔ اللہ پاک اور رسول اللہ ﷺ کی شریعت کا احترام شخصی اور خاندانی تقدس پر غالب ہونا چاہیے کہ یہی بھلی اور خیر کی بات ہے۔

۳- موجودہ دَور میں عظیم دینی درسگاہوں، ملّی و جمعیّتی اِداروں کا قدیم وقار اور خلوص وللّٰہیت کی اصل طاقت جو مجروح ہوئی اس کا واحد سبب یہ ہے کہ قدآور شخصیتیں جاہ ومنصب اور اتباعِ ہدیٰ (ہدایت) کی راہ سے ہٹ کر اتباعِ ہویٰ (نفسانی خواہشات) میں غرق ہوگئیں۔ جن کے آباء واجداد نے بڑے بڑے سرکاری خطابات کو جوتے کی نوک سے ٹھوکر ماردی، ان کی اولاد نے اپنے باپ کی پگڑی وٹوپی کو بھی بیچ دیا اور لحمِ میّت اور لحمِ خنزیر کی قسموں کو حلال وطیب جانا۔

۴- کبھی بھی جاہ ومنصب کی تمنا نہ رکھیں، نہ کوشش کریں، نہ ہی اس کی مہم چلائیں۔ منجانب اللہ عطا ہوجائے، اللہ کی مدد ہوگی۔ طلب پر بطانۃ سوء (بدباطن) مسلط ہوجائیں گے۔ پھر انصاف وعدل مٹ جائے گا۔ جس کی آمد غیر عادلانہ ہوگی اس کی ذات سے عادلانہ نظام کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے۔

۵- صاحبِ منصب کبھی بھی اپنی اولاد کے لیے اپنی حیات یا بعد الممات اشارۃً یا کنایۃً وصیت نہ کریں کہ ان کو ملّی و جمعیّتی کام کا نگراں متعین کیا جائے۔ اسی کو حدیثِ رسول ﷺ میں کہا گیا ہے کہ مالِ غنیمت کو ذاتی سرمایۂ تصرف جانیں گے۔ اس کو اربابِ شوریٰ اور ملّت کے بیدار مغز کے لیے چھوڑ دیں۔ اگر ابنائے مناصب میں علی وجہِ الکمال صلاحیتیں ہوں گی ان کو خود بخود یہ درجۂ علیا عطا ہوجائے گا۔ ورنہ مشہور حدیث کا مصداق ہوگا کہ جب معاملہ غیر اہل کے سپرد کردیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔ موجودہ دَور میں ہر صاحبِ منصب کی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی حیات میں ہی ان کی ناخلف اولاد کو مناصب سونپ دیے جائیں اور اس کا فیصلہ اصل شوریٰ پر اپنا ذاتی رعب ڈال کر دباؤ میں لاکر یہ فیصلہ کرالیا جائے جس کا خمیازہ اُمتِ مرحومہ بھگت رہی ہے۔

حضرت عمرؓ کا تاریخی قول مشہور ہے کہ ''ابنِ عمر اہلِ شوریٰ میں تو ہوں گے مگر امیر نہ بنائے جائیں گے''۔ کیا یہ بات محض اوروں کے لیے رہ گئی ہے اور ہم اس کے پابند نہیں؟

ہندوستان کی سرزمین پر ہر چھوٹا یا بڑا ملّی ادارہ الا ماشاء اللہ، اس سنگین جرم کے ارتکاب سے اپنی روحانی نصرتِ غیبی کھو چکا ہے۔ جس کا میرِ کارواں غیر صالح ہو اس قافلہ کا نگہباں اللہ ہی ہوسکتا ہے۔ جس باغ کا مالی رہزن ہو اس کے پھول کا حشر کیا ہوگا؟

٦- دینی مدارس کے ذمہ دار، عام مدرّسین پر غیر ضروری پابندی عائد کرتے ہیں، یہ بات بالکل ہی غیر مناسب اور غیر اسلامی ہے۔ قرآن نے واضح کہہ دیا کہ ﴿تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَ التَّقْوٰی﴾ مثلاً مہتمم صاحبان کی جانب سے پابندی ہوتی ہے کہ شہر کی کسی مسجد میں کوئی مدرّس درسِ قرآن یا درسِ حدیث بغیر مہتمم صاحب کی اجازت کے نہ دے۔ ایک عام مسلمان کو اللہ کا حکم ہے کہ وہ ''مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ'' (بھلی بات کا منع کرنے والا) نہ بنے۔ البتہ مدرّس حضرات کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کی معلومات مہتمم صاحب تک پہنچادیں مگر مہتمم صاحب کی جانب سے پابندی عائد کرنا...... محض اس نیت سے کہ عام علماء کا اثر ورسوخ شہر میں نہ ہو، جو اِن مہتمم حضرات کے خود ساختہ تقدس کو مجروح کردے، یہ نفس پرستی ہوئی نہ کہ خدمتِ دین۔ نیز ہر جائز و ناجائز کو مصلحت کہہ کر مہتمم اپنے لیے روا رکھتے ہیں اور وہی عمل یا فعل مصلحت کہہ کر مدرّسین کے لیے شجرِ ممنوعہ کیوں؟ اللہ اکبر!

علماء، خطباء، مدرّسین کے نام

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ

١- حضرات علماء! اپنے مقام اور مرتبہ کو جانیں کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ہر وہ کام دیدہ ودانستہ نہ کریں جو علم نبوت اور مقام نبوت کے حاملین کے شایانِ شان نہ ہو۔

٢- حضرات علماء! علم نبوت کو وسائل کے طور پر استعمال نہ کریں بلکہ علومِ ربانی کو محض فضائل اور تقرب الی اللہ کا وسیلہ بنائیں۔

٣- حضرات علماء! اپنی خلوتوں اور جلوتوں میں خانگی، عائلی اور معاشرتی زندگی میں شکلاً و صورتاً، وضع قطع سے شعارِ علماء وصلحاء کی زندہ وتابندہ مثال بنیں۔

۴- حضرات علماء! اپنے قائد اعلیٰ نبی اُمی ﷺ کی سنتوں کے نمونہ بنیں۔ ہر عالمِ دین ترجمانِ نبی ہوتا کہ جہاں جائے ایک مشعل بن کر جہان والوں کو روشن کردے۔

۵- حضرات علماء! آج کے حالات میں حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کتابوں کو حرزِ جاں بنا کر رکھیں۔ اس میں سلامتی دارین اور خلوص وللّٰہیت کی وہی قوتِ تاثیر ہے جو ایک مرشد کامل کی صحبت سے طالب حق کو میسر آتی ہے۔

۶- حضرات علماء! اصاغر و اکابر اپنی مجلسوں کی آبرو ریزی سے محفوظ رکھیں۔ جہاں دیکھئے وہاں دوسرے علماء و اکابر کی آبرو ریزی نظر آئے گی۔ حتیٰ کہ بعض ان حضرات کو دیکھا گیا جو دنیا میں معروف ومشہور ہیں، ان کی زبان بھی کذب بیانی اور غیبت سے مبرا نہیں۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی مجلس میں تقریباً چھ سال مسلسل حاضر ہوتا رہا مگر کبھی حضرت کے یہاں کسی کی غیبت تو کیا، تذکرہ بھی نہیں سنا۔ یہ حضرت تھانویؒ کی تربیت کا کمال تھا۔ آج حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کے یہاں بھی یہی رنگ ہے۔

۷- حضرات علماء! کبھی کسی جاہ ورتبہ کے طالب نہ بنیں۔ مل جائے تو حرج نہیں۔ آج حسد و بغض فیما بینہم کا سبب یہی ہے اور یہ مرض بڑھتا جارہا ہے۔

۸- علماء کرام اپنے سینہ کو غل وغش اور علاقائی عصبیت و جاہلیت سے پاک رکھیں۔ اصاغر کا کیا کہنا، اکابر علماء، محدثین اور ایک قدم آگے شیوخ کے یہاں بھی یہ اخلاقِ رذیلہ پائے جاتے ہیں۔ دینی مدارس کی روحانیت آج کیوں رخصت ہوچکی ہے۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمادیا کہ جاہلیت کی تمام باتیں میرے قدم کے نیچے اور ہمارے دینی مدارس کے علماء، مدرّسین، مہتمم، ذمہ داران ان منحوس غیر اسلامی صفاتِ رذیلہ و خبیثہ کو دل میں نہیں آنکھ کا سرمہ اور سر کا تاج بنائے ہوئے ہیں۔ کہیں میواتی و گجراتی کی تمیز تو کہیں بہاری و یوپی کی آگ۔ کہیں مراٹھی و مدراسی کی جنگ... اور افسوس اس بات کا ہے کہ ان کی قیادت علماء، حاملینِ علومِ شریعت۔ وہ حضرات جو قال اللہ اور قال الرسول کا درس دیتے ہیں، جو روزانہ ڈھائی گھنٹہ، ہفتے کا

دوگشت، سہ روزہ، سال کا خروج اور نہ معلوم کتنے اوراد و وظائف کی پابندیاں کرتے ہیں مگران سب کا حال ہے ﴿اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ﴾ ان سب کا معبود اور خدا ان کے خواہشاتِ نفس ہے۔ نہ معلوم اس مقدس جماعت کے قائدین کو قال اللہ و قال الرسول کی نورانیت کے ضیاع کا احساس کب ہوگا۔ ہم سب پہلے ایمان سیکھیں، وہ وقت کے کسی متبع شریعت و سنت کی جوتیوں میں نصیب ہوگا۔ اِلاّ ماشاء اللہ، الامن رحم اللہ۔

۹- آج دینی مدارس کے ذمہ داران کے یہاں سب سے اہم چیز تعمیر ہو چکی ہے، تعلیم سے غفلت۔ جس کو دیکھو تعمیر کی طرف دوڑ رہا ہے۔ تعمیر سے زیادہ اہم چیز تعلیم ہے۔ تعلیم کا معاملہ یہ ہے کہ ہر مہتمم کی کوشش ہوتی ہے ایسا مدرّس رکھا جائے جو مہتمم سے علم میں کمتر ہوتا کہ اس کے رعب اور زیر اثر رہ سکے۔ حق گو اور ذی علم مدرّس کو مہتمم قبول نہیں کرتا کیونکہ اس سے مہتمم خائف رہتا ہے۔ اس کا سبب بھی وہی نفس پرستی اور اتباعِ ہویٰ ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنے فصیح بھائی کو اپنا معین بنایا اور حضرت حق جل مجدہ سے درخواست بھی کی جو قبول ہوئی۔

۱۰- انتخابِ مدرّسین میں ہمیشہ اس مدرّس کو فوقیت دی جائے جو علم میں گرچہ کمتر ہو مگر تقویٰ و زہد میں اعلیٰ تر ہو۔ صاحبِ تقویٰ مدرّس کا درس اُمت کے نونہالوں کے لیے مفید تر ہوگا، بہ نسبت غیر صالح مدرّس و معلّم کے۔ صاحبِ تقویٰ ہی علمِ نبوت کا صحیح جانشین اور وارث ہوتا ہے۔ آج ہمارے دینی مدارس میں اکثریت ان مدرّسین کی ہی ہے جو معرفتِ حق سے نا آشنا ہیں۔ نیز، انتخاب میں عصبیت کا رنگین آئینہ نہ ہو جو حق سے روک دے۔ اللہ کے واسطے دینی مراکز کو ان گندگیوں سے پاک رکھئے۔ ہر مقام پر دین اور رسول امین ﷺ کو مقدم رکھئے۔ اس سے آپ کے تقوے کا بھی اندازہ ہوگا۔

۱۱- علماء حضرات کے لیے اور دینی مدارس سے وابستہ تمام حضرات کے لیے ضروری ہے کہ اپنے کو کسی صاحبِ نسبت اللہ والے سے وابستہ رکھیں تاکہ مکائدِ نفس اور حیلِ باطلہ – جو معرفتِ حق سے مانع ہوتی ہیں، ان کا علاج ہو سکے۔ آج ہمارے درمیان اس کی بڑی کمی ہے۔ ہم بذاتِ خود جب تک اس کا علاج نہیں چاہیں گے مستفیض نہیں ہو سکتے۔

۱۲- علماء حضرات آپس میں "رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ" کے نمونہ بنے رہیں اور ہر طرح کے شقاق و نفاق سے دور رہیں تاکہ طلبہ پر اچھا اثر ہو اور وہ اتحاد سیکھ سکیں۔

۱۳- ہمارے ائمہ وخطباء! اپنے تعلقات کو اشاعتِ دین، دعوت و تبلیغ کا ذریعہ بنائیں نہ کہ محض متاعِ دنیا کے حصول کا ذریعہ۔ ہم الحب للّٰه و البغض للّٰه کے مکمل پابند ہوں۔ ہماری زبانیں اکثر احباب و ہم نشین کی خامیوں اور کھلی ہوئی مخالفتِ شریعت کو دیکھتے ہوئے بھی گونگی ہو جاتی ہیں کیونکہ ہماری نگاہ مصلحت کی آڑ میں ہم کو مداہنت کی راہ پر ڈال دیتی ہے۔

۱۴- حضرات مدرّسین! درس و تدریس کو تقرب الی اللہ اور خدمتِ دین جانیں تاکہ علومِ نبوت کے انوارات سے مستفید ہوں اور طلبہ کو بھی مستفیض کریں۔

۱۵- درس و تدریس کو حضراتِ مدرّسین عام طور پر ایک وظیفہ یا حصولِ معاش کا ذریعہ جانتے ہیں، جو بذاتِ خود علومِ دین کے ساتھ غیر دینی معاملہ ہے، الا ماشاء اللہ۔

۱۵- عام طور پر درس و تدریس میں اپنی قوتِ بیانی کے ذریعے داد و تحسین کے حصول کا جذبہ ہوتا ہے تو کبھی دوسرے مدرّسین کی تحقیر و تذلیل۔ یا پھر محض قوتِ تحقیق و تدقیق کا اظہار۔ اس قسم کے تمام جذبات سے علمِ نبوت کا مقصد یکسر فوت ہو کر رہ جاتا ہے اور طلبہ میں بھی یہی جذبہ آ جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک طالب علم عالم جید بن کر تو نکلتا ہے مگر عالم باحسان نہیں۔ **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔**

۱۷- حضرات ائمۂ مساجد وخطباء! آپ مکمل پابندِ شریعت ہوں۔ اپنے مقتدیوں سے اعمال میں سبقت کرنے والے ہوں مثلاً مسجد میں آئیں پہلے، جائیں بعد میں۔ اِلاّ یہ کہ دینی حاجت پیش ہو۔ بروز جمعہ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کریں۔ سورۂ کہف پڑھیں اور مقتدیوں کو ترغیب دیں اور اس کی فضیلت سے باخبر کریں۔ بروز جمعہ مسجد میں آنے میں سبقت کریں اور اور قبل جمعہ استحضار کے ساتھ رسول اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجنے کا اہتمام کریں۔ اس کا نفع جمعیت خاطر کی نعمت سے محظوظ ہونا ہے۔ **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔**

۱۸- حضرات خطباء! اپنے خطابات میں اس بات کا مکمل خیال رکھیں کہ سامعین کو کیا دوا چاہیے اور کتنی چاہیے۔ معاشرہ میں کیا کیا غیر اسلامی طریقے رائج ہورہے ہیں اور ان کا اسلام نے کیا بدل دیا ہے۔ اور ان غیر اسلامی رواجوں کا کیا غلط اثر ہوگا۔ ان تمام اُمور کا بصیرت کی نگاہ سے جائزہ لیں اور حکمت وشفقت کے ساتھ درد والم کی زبان میں نصیحت کریں، وعظ کہیں، جس میں کسی کو نشانہ نہ بنائیں، جارحانہ حملہ نہ کریں۔

طلبائے مدارس کے نام

عزیز طلبہ! آپ اِس اُمت کی کشتی کے ناخدا ہیں۔ آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ آپ کو رسول اکرم ﷺ کی صحبتِ معنوی حاصل ہے۔ آپ طالب علمی کے زمانے میں جن خو و عادات کے عادی ہوجائیں گے وہی آپ کی زندگی کا ساتھ دیں گی۔ زمانۂ طالب علمی میں آپ اپنے آپ کو پابندِ سنت، تکبیرِ اولیٰ، نمازِ باجماعت کا اہتمام، سحر گاہی، آہ و بکا و استغفار، ذوقِ مطالعہ، اوقات کی نگہداشت، صالحین کی صحبت، خرافات سے نفرت، طلبہ میں بھی ان ہی سے محبت وتعلق ہو جومنیب ہوں۔

اساتذہ کا احترام! للہ کبھی بھی اساتذہ کی توہین وتذلیل نہ کریں ورنہ علم کی برکت سے محروم ہوجائیں گے۔ خواہ کوئی بھی ہو، تجربہ ومشاہدہ ہے کہ کم علم طالب علم ادب واحترامِ اساتذہ کی بناء پر آفتاب ومہتاب بن گیا اور بے شمار ذی علم طالب علم توہینِ اساتذہ وتذلیلِ معلّم کی وجہ سے محروم ومحجوب بن کر ناپید ہوگئے۔ علمِ نبوت اور اس کے برکات وثمرات غایت تواضع سے ہی حاصل ہوں گے۔

عزیز طلبہ! آپ علمِ نبوت کو محض فضائل کی بنیاد پر حاصل کریں اور آپ کا مقصد صرف حصولِ رضائے الٰہی ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور رسول اکرم ﷺ کے انوارات کا ہی قصد کریں۔ یہ ایسی عظیم دولت ہے۔ یقین جانئے! ہفت اقلیم اس کے مقابل ہیچ در ہیچ ہے۔

عزیز طلبہ! آپ سے ایک بات صاف صاف عرض کرنی ہے۔ آپ کالج و یونیورسٹیوں کے طلبہ کو لالچ وطمع کی نگاہ سے کیوں دیکھتے ہیں۔ کبھی آپ ان کے لباس و ہیئت کو، کبھی ان کے اللہ و رسول کی مخالفت کو، کبھی ان کے بے ریش چہرے وٹائی کو اپنی مومنانہ زندگی پر ترجیح دے کر

اپنے کو کمتر جان کر آپ اُنہی کی سی وضع اختیار کرتے ہیں۔کیا آپ کے پاس جو مایۂ ایمان، وراثتِ نبوت کا خزانہ ہے اس کی قدر یہی ہے کہ آپ مغز کو چھوڑ کر خول اور غلاف کے پیچھے بھاگ رہے ہیں۔آپ اس مایۂ بیش قیمت کی قدر کیجیے پھر دیکھئے بڑے بڑے اعلیٰ منصبوں کے مالک غلام اور حقیر بن کر آپ کی جوتیوں میں بیٹھنا سعادت جانیں گے۔اور اگر آپ نے خود ہی علم الٰہی اور علومِ نبوت کی قدر نہ کی تو پھر وہ ذلت ورسوائی کا سامنا آپ کو کرنا ہوگا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

آج کل عام وباء پھیلی ہوئی ہے کہ دینی علوم پڑھنے کے بعد جب ہمارے طلبہ مدارس سے باہر آتے ہیں تو پتہ ہی نہیں لگتا کہ یہ عالم ہیں اور کل تک یہ قال اللہ وقال الرسول کے حاملین تھے۔شکل وصورت، لباس، وضع قطع، حلیہ کا جنازہ نکال دیتے ہیں اور پھر معاشرہ بھی ایسوں کو رد کر دیتا ہے اور پھر ایسے حضرات دوسروں کے لیے بھی اور خود علمِ الٰہی کے لیے بدنامی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔للہ! آپ اپنی ذات سے علمِ نبوت کو چار چاند نہ لگا سکتے ہوں نہ لگائیں مگر بدنام نہ کریں۔

طے کرلیں کہ ہم جس علم کو حاصل کررہے ہیں یہ علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ نے عطا کیا تھا اور عزت اسی سے دارین میں ملے گی۔اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے۔

ٹرسٹیانِ مساجد اور ذمہ دارانِ مدارس کے نام

ہندوستان کی سرزمین پر الحمد للہ لاکھوں مساجد و مدارس، شعائرِ علوم اسلامی کے گہوارے ہیں۔الحمد للہ ہمارے تمام عجمی ملکوں کا حال یکساں ہی ہے۔ان دینی مدارس وعبادت گاہوں کا انتظام عام طور پر اُن حضرات کے سپرد ہوتا ہے جو خود ہی علومِ شریعت سے ناواقف و ناخواندہ ہوتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔جس کا بنیادی نقصان کسی فرد و جماعت کو نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کو ہورہا ہے۔جس کشتی کا ناخدا ہی اَناڑی ہو اس کا محافظ اللہ ہی ہے۔الامان والحفیظ! مثلاً مسجد یا مدرسہ کا سکریٹری وخازن عام طور پر دینی علوم سے ناواقف کو بنادیا جاتا ہے۔محض اس لیے کہ یہ پیسہ والا ہے یا معاشرہ میں ان لوگوں میں شمار ہوتا ہے جس کو حدیث میں کہا گیا ہے ''وَ اُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّہٖ'' (آدمی کے خوف سے اس کی عزت کی جاتی ہے)۔علاماتِ قیامت میں

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''آدمی کا احترام اس کی خباثت وشرارت سے بچنے کے لیے کیا جائے گا، نہ کہ اس میں کوئی فضیلت وطہارت ہوگی''۔ اس کے نقصانات کا اندازہ مساجد کی محرابوں میں اہل ائمہ کی کمی کی صورت میں ہر ذی علم محسوس کرتا ہے۔

یہ جاہل طبقہ ہمیشہ کوشش کرتا ہے کہ کم اُجرت پر ائمہ مساجد اور خطباء دستیاب ہوں کیونکہ وہ دنیادار ہے۔ ایسے لوگوں کا انتخاب کرتا ہے جن کا نہ قرآن صحیح نہ ہی اُن میں خطابت کی اہلیت۔ جوحق گوئی سے باز رہیں گے۔ ہمیشہ سکریٹری اور صدر کی جی حضور میں لگے رہیں گے۔ یہ نااہل ہمیشہ ایسے ہی لوگوں کو لائیں گے جو اُن کے زیر اثر رہیں۔ ان کو کیا پتہ کہ امام کا کیا رتبہ ہے۔ یہ کتنا مقدس ومطہر مقام ہے۔ مسجد کا سکریٹری ہے اور خود نماز کا پابند نہیں۔ مدرسہ کا صدر ہے اور دینی علوم سے دور ہے۔ اگر کبھی بھولے بھٹکے مسجد میں آئے گا، اس کی گندی حرکتوں سے عقلاء بخوبی جان جاتے ہیں کہ یہ جاہل، امام کا امام ہے۔ امام صاحب مسجد کی لائٹ خراب ہے، آپ کو ہوش نہیں ہے۔ اب آپ حیران ہوں گے یا اللہ کیا قیامت آ گئی۔ اور امام صاحب ہیں کہ جی جی کیے جارہے ہیں۔ وہ آدمی جس کی بیوی، بچے، گھر بار، معاشرہ، گاؤں بستی میں کوئی قدر ومنزلت نہیں، مسجد میں آ کر امام صاحب پر رعب جماتا ہے۔ اس کے اسباب پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ دو باتیں ہیں:

پہلی تو یہ کہ نااہلوں کو کشتی کا ناخدا بنادیا گیا۔

دوسری یہ کہ انتخابِ ائمہ بھی غلط ہوا۔

حضرت تھانویؒ کو کسی صاحب نے لکھا کہ حضرت! امام چاہیے۔ حضرت نے جواب لکھا کہ امام چاہیے یا غلام چاہیے۔ امام تو ہیں میرے پاس مگر غلام نہیں ہیں۔ امام کا کیا واسطہ بیت الخلاء کی لائٹ سے۔ امام کا کیا واسطہ مسجد کی چٹائی سے۔ امام امام ہو، آئے مصلّے پر نماز ادا کرائے اور بس۔ انتظامیہ انتظام کرے اور اس کیلئے افراد رکھے۔ امام صاحب کو ہم نے نوکر جانا۔

ان ظالموں سے پوچھو کیا تمہاری خانہ داری ہزار روپے میں چلے گی؟ تو پھر امام مسجد کو تم کس حساب سے ہزار روپے دیتے ہو۔ یہ محض اس لیے کہ آپ نے اس کو ایک حقیر اور ذلیل غلام جانا ہے۔

بعض دینی مدارس کے سکریٹری کو دیکھا گیا کہ مدرسہ میں آتا ہے اور مدرّسین کو اُلٹا سیدھا بکتا ہے۔ وہ غریب مخلوق چپ چاپ سرنگوں ہوکر سن رہی ہے۔ یا اللہ کیا ہوگیا! بعض جگہ دیکھا کہ ٹرسٹی نے قبرستان کی اراضی کو جو وقف تھی، فروخت کردیا جہاں نہ معلوم کتنے مومنوں کی ارواح مدفون تھیں اور آج سنیما، دکانیں، پٹرول پمپ بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب امراض اس لیے ہیں کہ نااہل کا انتخاب عمل میں آیا۔

اُمت کے بیدار مغز اور حساس دل رکھنے والوں سے درخواست ہے کہ اس مرض کو محسوس کریں اور اس کا حکیمانہ تدارک کریں۔ اللہ ہمیں صراطِ مستقیم پر استقامت عطا فرمائے، آمین۔

ہندوستانی مسلمانوں کے نام

۱- مذہبِ اسلام جو سچائی اور صداقت کا دین ہے اور عطیۂ الٰہی ہے، اس کے تمام احکام پر ایمان وایقان لانا ضروری جانیں۔

۲- قرآن وحدیث میں بیان کردہ تمام اوامر ومنہیات کو حرف بحرف بغیر کسی قیل وقال کے تسلیم کریں۔

۳- پیدائش سے موت تک اپنے ماتحتوں اور بچوں میں اس بات کا شعور بیدار رکھنا کہ اللہ و رسول کے احکام کی پابندی میں ہی دارین کی نجات وفلاح مضمر ہے۔ خاص کر شعائرِ الٰہی کے تحفّظ کا جذبہ ان میں اپنی جان ومال سے زیادہ عزیز ہو۔

۴- ایک مسلمان پر عصری علوم سے زیادہ قرآن وحدیث کے بنیادی علوم کی اشاعت اور ان کے مراکز کی حفاظت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

۵- مسلمانوں کے تحفّظ کی ضمانت قرآن کے تحفّظ میں ہے، یہ ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ نہیں ہے۔ پوری اُمتِ مسلمہ کو حق تعالیٰ نے قرآن مجید عطا کیا ہے۔ جب تک اُمت، قرآن مجید، اللہ جل مجدہ کی کتاب کو اپنے سینے سے شعوری اور وجدانی کیفیت کے ساتھ لگائے گی اللہ جل مجدہ کی نگاہ میں عزیز رہے گی۔ قرآن کے ذریعے کتنی ذلیل قومیں عزت پاگئیں اور کتنی عزیز قوموں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کو چھوڑنے پر ذلیل کردیا۔

۶- مسلمانوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ علمِ معاش سے زیادہ بچوں کو علمِ معاد سے باخبر کرائیں۔

آج مسلمانوں کے گھروں میں بچوں کو آخرت کا یقین ہی نہیں اور افسوس تو یہ ہے کہ بڑے بڑے دیندار گھرانوں میں جو کبھی سرزمین ہند کے مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا تھے آج انہی کے گھروں میں بددین و ملحد پیدا ہو رہے ہیں۔

۷- مسلمانوں کا اس وقت سب سے اہم مسئلہ رجوع الی اللہ کا ہے۔ ہم لوگوں نے انابت و استغفار کو چھوڑ دیا جو رحمتِ الٰہی سے دوری کا سبب بنتا جارہا ہے۔ طائف میں رسولِ اکرم ﷺ نے اعداء کے مقابلے میں گلہ وشکوہ کا رُخ خالق ارض وسماء کی جانب مبذول کردیا۔ ہمیں آج کے حالات میں اپنے رسولؐ کی سیرت وسنت کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔ جب تک اُمتِ مسلمہ اپنے رسول ﷺ کی سنت کی طرف قدم بر قدم نہیں بڑھے گی اللہ کی رحمت سے محروم رہے گی۔ خواہ بڑے بڑے عقلاء وحکماء کو یہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ خواہ آپ جو بھی تدبیر کرلیں سب ناکام ہوں گی۔ رحمتِ ایزدی، سیرتِ رسول ﷺ سے مربوط ہے۔ آج مسلمانوں کا کثیر طبقہ جن کو عام لوگ تعلیم یافتہ کہتے ہیں، اس سو فیصد حقیقت کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ جبکہ بذاتِ خود یہ لوگ علم معاد اور تقرب الی اللہ کے راستوں سے جاہل ہیں۔ ان کا علم، سچ جانئے، علم کہلانے کا مستحق ہی نہیں۔ ﴿وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ﴾ والے حضرات اہلِ علم ہیں۔ یہ بات ان پر عنقریب کھل جائے گی اور ﴿فَسَتَذْكُرُوْنَ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ﴾ کا مصداق ہو جائے گا۔

۸- مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ہر حال میں ہر مقام پر اپنے مذہب کو عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھیں۔ نہ تو مذہب کو چھپائیں نہ ہی اس سلسلے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں۔ ہمارا تشخص ہی اپنے دین کی بقاء میں ہے۔ اگر دین نہیں تو ہمارا وجود بھی مٹ جائے گا یا مٹا دیا جائے گا۔ تاریخ کے اوراق اس حقیقت کی زندہ شہادتیں فراہم کر رہی ہیں۔

۹- مسلمانوں کو چاہیے کہ ملّی مسائل میں بالکل ہی ایک جان بن کر رہیں۔ تمام فروعی اختلافات، گروہی اور جماعتی مسائل سے پاک ہو کر ملتِ اسلامیہ کی خاطر متحد رہیں۔ اور کلمہ ’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کو نصب العین بنائیں۔ اتحاد کی قوت بذاتِ خود ایک غیبی فتح ونصرت بن کر کامیابی وکامرانی کا زینہ ہے۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب

بہت ہیں مگر دو باتیں اہم رہی ہیں ؛

۱) اللہ ورسول کے احکام کی مخالفت۔

۲) آپس میں خانہ جنگی اور گروہی اختلافات۔خواہ اس کے اسباب کچھ بھی ہوں۔

اَللّٰہُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ ارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّ عَلٰى آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

حضرت حسن البنّا شہیدؒ کی پُرسوز نصیحتیں و وصیتیں

حالات کیسے ہی ہوں جب اذان کی آواز تمھارے کانوں میں پڑ جائے تو نماز کے لیے اُٹھ کھڑے ہو جاؤ۔

تم قرآن مجید کی تلاوت کرو یا اس کا بغور مطالعہ کرو یا اسے کسی دوسرے سے سنو، بہرحال تم اپنے وقت کا کوئی بھی حصہ بے فائدہ کام میں صرف نہ کرو اور قرآن مجید سے اپنے گہرے تعلق اور وابستگی کا ثبوت دو۔

فصیح اور صاف ستھری عربی زبان میں گفتگو کرنے کی کوشش کرو کیونکہ یہ کام بھی شعائرِ اسلام میں سے ہے۔

خواہ کسی نوعیت کا معاملہ ہو تم اس میں زیادہ بحث و مجادلہ سے کام نہ لو کیونکہ بحث و مجادلہ سے بہتر نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

زیادہ نہ ہنسو، جو دل اللہ حق جل مجدہ سے وابستہ ہوتا ہے وہ بے حد پُرسکون اور غرقِ طمانیت ہوتا ہے۔

مسخرہ پن اختیار نہ کرو، مجاہد اور محنتی قوم سنجیدگی کے سوا کسی چیز سے آشنا نہیں ہوتی۔

سننے والے کی ضرورت سے زیادہ آواز بلند نہ کرو ورنہ اس میں رعونت بھی ہوگی اور دوسروں کے لیے اذیت بھی۔

لوگوں کی غیبت اور جماعتوں پر طعن تشنیع سے بچو اور بھلی بات کے سوا تمھاری زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے۔

جس رفیق سے بھی تمھاری ملاقات ہو تم اس سے اپنا تعارف کراؤ، خواہ اس نے اس خواہش کا اظہار کیا ہو یا نہ کیا ہو کیونکہ اسلامی دعوت کی بنیاد محبت اور تعارف پر استوار ہے۔ حدیث میں بھی صراحتاً اس طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اوقات کم اور فرائض زیادہ ہیں۔ فرائض کی ادائیگی میں رفقاء کا تعاون کرو تا کہ وہ وقت کو زیادہ سے زیادہ کام میں لاسکیں اور اگر تمھارے اوپر کوئی ذمہ داری ہے تو اسے جلد سے جلد اور حسن وخوبی کے ساتھ ادا کرنے کے لیے سرگرم ہو جاؤ۔

وصایا انبیاء واولیاء انسائیکلوپیڈیا (جلد چہارم، صفحہ:۱۱۹)

Wasaya Encyclopedia

Volume Four

Maulana Mufti Mohd. Sameen Ashraf Qasmi

Publisher
Maulana Hafiz Mohd. Razeen Ashraf Nadwi
Flat No. 8, Silver Arc Apt., Bhagyodev Nagar,
Kondhwa, Pune - 411 048, 09370187569